بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حیاتِ قدسی

حصہ پنجم

یعنی

سوانح حیات حضرت مولانا غلام رسول صاحب قدسی راجیکی

جس کا دوسرا نام

المقالات القدسیہ فی البرکات الاحمدیہ

ہے

طابع وناشر۔ حکیم محمد عبد اللطیف شاہد ۴ امین بازار گوالمنڈی لاہور

ملنے کا پتہ:۔ قریشی محمد اکمل افضل جنرل سٹور گول بازار بلدۃ طیبۃ خلیفۃ المسیح ربوہ شریف

مطبوعہ نقوش پریس لاہور　　　　قیمت اڑھائی روپیہ

ایک تازہ غیر مطبوعہ عارفانہ نظم

عزیز مکرم جناب حکیم شاہد صاحب - السلام علیکم - ذیل کے چند اشعار جو فی البدیہہ موزوں ہو گئے ہیں - حیات قدسی حصہ پنجم کے آخر میں یا جہاں مناسب معلوم ہو - طبع کر کے ممنون اور مشکور فرما دیں - غلام رسول راجیکی قدسی

کر وہ عمل کہ جس کی جزا میں خدا ملے — ہمّت بلند کر کہ یہی مدّعا ملے

گر مل گیا خدا تجھے سب کچھ ہی مل گیا — باقی وہ کیا رہے گا جو ربّ العُلیٰ ملے

گر ذوقِ دید و وصلِ خدا چاہیئے تجھے — کوشش سے کر دُعا تجھے عشقِ خدا ملے

جب تک کسی کو بھوک نہ ہو اور پیاس ہو — کھانا لذیذ بھی ہو نہ اس سے مزا ملے

ہر اک مرض کے واسطے خالق ہے خود دوا — اے کاش اس علاج سے تجھ کو شفا ملے

دُنیا بدل رہی ہے تغیّر سے روز و شب — جو بے بدل ہے کاش وہ عینُ البقا ملے

جو کچھ بغیر حق کے ہے باطل ہے جانِ من — طالب تو حق کا بن کہ تجھے حق نما ملے

عالم ہے مثلِ آئینہ ربِّ جہان کا — جب آئینہ ہو صاف تو عکسِ صفا ملے

ہے واجب الوجود ازل سے ابد تلک — ممکن بھی ہے وجوب نما گر ہُدا ملے

دنیا میں یہ نظامِ شریعت بھی لازم ہے — قدرت کا ہر نظام بھی اس سے ہی آ ملے

انسان ہے خلاصہ سبھی کائنات کا — ہے سرّ کائنات جو عقدہ کُشا ملے

اک دائرہ کی شکل میں ہستی کا دور ہے — جیسے کہ سرِّ قدس سے قُدّوس آ ملے

قدسی درختِ ہستیٔ اقدس کا ہے ثمر

نقطۂ انتہا سے ہی ہر ابتدا ملے

فہرست مقالات کتاب حیات قدسی

حصہ پنجم

قدیس الحق

۱؎ اس فہرست کے مرتب کرنے کے اثناء میں حیدرآباد دکن سے آمدہ اطلاع شائع ہوئی کہ نواب صاحب انتقال کرگئے ہیں مرحوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

عرض حال

حیاتِ قدسی یعنی سوانح حیات حضرت مولانا غلام رسول صاحب قدسی راجیکی کا حصہ پنجم قارئین کرام کی خدمت میں خلاصۃً پیش ہے۔ اس کا پہلا حصہ ۲۰ رجنوری ۱۹۵۱ء کو اور دوسرا حصہ یکم ستمبر ۱۹۵۱ء کو جناب سیٹھ علی محمد اے الہ دین صاحب ایم۔ اے نے سکندرآباد سے شائع کیا تھا تیسرا حصہ جنوری ۱۹۵۲ء میں جناب سیٹھ محمد معین الدین صاحب چنت کنٹہ (حیدرآباد دکن) کے زیر اہتمام شائع ہوا۔ اور چوتھا حصہ ۱۹۵۲ء کے اواخر میں شائع کیا گیا۔ کتاب کے یہ تمام حصص بفضلہ تعالےٰ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء عظام کی برکت سے بہت مقبول ہوئے اور علاوہ احباب جماعت کے بہت سے دوسرے مسلمانوں اور غیر مسلموں نے ان سے فائدہ اٹھایا۔ کئی احباب اور بزرگان سلسلہ نے اس کتاب کے متعلق اپنے قیمتی خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ بخوف طوالت یہاں پر صرف سیدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے مدظلہ العالی کی نہایت قیمتی اور موقر آراء کو درج کیا جاتا ہے۔

حصہ اوّل

کے متعلق آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"واقعات بہت دلچسپ ہیں اور جماعت میں روحانیت اور تصوف کی چاشنی پیدا کرنے کے لئے خدا کے فضل سے بہت مفید ہو سکتے ہیں یہ کتاب اسی انداز انداز کی ہے جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اکبر خاں صاحب نجیب آبادی کو اپنے سوانح املاء کرائے تھے۔"

حصہ دوم

کے متعلق آپ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار فرمایا:۔

"یہ ایک روح پرور تصنیف ہے۔ خدا تعالےٰ جماعت کے لئے مبارک کرے۔"

حصہ سوم

کے متعلق آپ اپنے خط بنام اِبی المکرم حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی میں تحریر فرماتے ہیں :-

"آج آپ کا رسالہ حیات قدسی حصہ سوئم مرزا عزیز احمد صاحب نے لاکر دیا اور مَیں نے پڑھنا شروع کر دیا ہے۔ مبارک ہو۔ بہت روح پرور مضامین ہیں ایسی کتابوں کی احمدیوں اور غیر احمدیوں میں بکثرت اشاعت ہونی چاہیئے۔ مناظرانہ باتوں کی نسبت اس قسم کے روحانی مذاکرات کا زیادہ اثر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی عمر اور علم میں برکت دے"۔ آمین

حصہ چہارم

کے مطالعہ کے بعد سیّدی حضرت میاں صاحب مدّظلّہ العالی نے مندرجہ ذیل رائے خاکسار کے نام ارشاد فرمائی۔ یہ رائے دراصل مجموعی طور پر سب حصوں کے متعلق ہے آپ فرماتے ہیں۔

"حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کی زیر تصنیف ضخیم کتاب کے بعض اقتباسات حضرت مولوی صاحب کے بعض عزیزوں اور دوستوں نے شائع کئے ہیں جو حیات قدسی حصہ اول تا حصہ چہارم کی صورت میں چھپ چکے ہیں یہ سلسلہ خدا کے فضل سے بہت مفید اور روحانی اور دینی تربیت کے لحاظ سے بے حد فائدہ مند ہے۔ خشک منطقی اور فلسفیانہ دلائل کی نسبت جو تاثیر خدا نے روحانی لوگوں کے اقوال اور واقعات زندگی اور مکاشفات میں رکھی ہے وہ محتاج بیان نہیں حضرت مولوی راجیکی صاحب کی یہ تصنیف بھی اسی ذیل میں آتی ہے مخلصین جماعت کو چاہیئے۔ کہ اس کتاب کو نہ صرف خود پڑھکر فائدہ اٹھائیں بلکہ دوسرے لوگوں میں بھی اس کی زیادہ سے زیادہ تحریک کریں۔ روح کو جِلا دینے کے لئے ایسا لٹریچر نہایت درجہ مفید ہوتا ہے"۔

"اللہ تعالےٰ حضرت مولوی صاحب کے علاوہ اس مفید سلسلہ کو شائع کرنے والوں کو بھی جزائے خیر دے اور حسنات دارین سے نوازے"۔ آمین

کتاب ہذا کا اصل مسودہ جو حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی نے الہامی تحریک کے ماتحت رقم فرمایا ہے بڑی تقطیع کے چھ سات ہزار صفحات پر مشتمل ہے جس میں علاوہ

ایمان افروز سوانح حیات کے قرآن کریم کی مختلف آیات کی تفسیر اور روحانی حقائق و معارف پر مشتمل بہت سے گراں قدر مضامین ہیں۔

جو مقالات اس حصہ میں قارئین حضرات کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں یا کتاب کے پہلے حصص میں شامل کئے جا چکے ہیں یہ مربوط اور مسلسل مضامین ہیں سے بعض اقتباسات ہیں جو بغیر کسی ترتیب کے شائع کئے گئے ہیں ترتیب کا کام انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ایڈیشنوں کی اشاعت کے وقت ہو جائیگا۔ سردست ان واقعات و مکاشفات اور ضروری مضامین کو محفوظ کرنا مدّنظر ہے۔

یہ مقالات اصل مسودہ سے خلاصۃً شائع کئے جا رہے ہیں اس لئے ہو سکتا ہے۔ کہ ان کی تضمین و تلخیص کرتے ہوئے بعض خامیاں رہ گئی ہوں یا کم از کم اصل مسودہ میں جو عالمانہ شان ہے اس کو قائم نہ رکھا جا سکا ہو۔ لیکن پھر بھی کوشش کی گئی ہے کہ اصل مقالات کا صحیح مفہوم قارئین کرام کے سامنے پیش ہو جائے۔

معاونین حضرات

حصہ پنجم کی اشاعت میں علاوہ دیگر مخلص احباب کے مندرجہ ذیل دوستوں نے خاص طور پر مالی اعانت کر کے اس اہم کام کو آسان فرمایا ہے۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء

(۱) جناب چوہدری محمد عبداللہ خان صاحب۔ امیر جماعت احمدیہ کراچی۔

(۲) جناب شیخ رحمت اللہ صاحب نائب امیر۔ جماعت احمدیہ کراچی

(۳) جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب بار ایٹ لاء۔ امیر جماعت احمدیہ لاہور

(۴) جناب چوہدری مقبول احمد صاحب انجنیئر شیخوپورہ

(۵) جناب چوہدری محمد شاہنواز صاحب کراچی۔

بعض دیگر حضرات نے بھی اس کار خیر میں قابل قدر مالی اعانت فرمائی ہے اور وہ قابل شکریہ اور عنداللہ ماجور ہیں لیکن افسوس ہے کہ ان کے اسمائے گرامی میرے پاس شدید علالت کے ایام میں محفوظ نہیں رہ سکے اس لئے اس ایڈیشن میں ان کا ذکر کرنے سے قاصر ہوں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء

اس حصہ کی طباعت و اشاعت میں مکرمی حکیم مولوی محمد عبداللطیف صاحب شاہد

نے گراں قدر خدمات سر انجام دی ہیں - اللہ تعالیٰ ان کو اس محبت اور خلوص کی جزائے خیر عطا فرمائے - آمین -

اس کتاب کی اشاعت کا سب سے بڑا مقصد حقانیتِ اسلام اور سیدنا و سید ولد آدم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے نائب و بروز حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام اور آپ کے خلفاءِ عظام کے بعض فیوض و برکات کا اظہار ہے اللہ تعالےٰ اس مقصد کو ان مقالات کے ذریعہ سے پورا فرمائے اور ہم سب کو اپنی رضاء کے راستوں پر چلائے اور حافظ و ناصر ہو -

سیدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے ازراہ کرم فرمائی اس کتاب کی اشاعت میں ذاتی دلچسپی کا اظہار فرمایا ہے اور باوجود علالتِ طبع کے آسیب زدگان کے واقعات کے متعلق ایک قیمتی نوٹ تحریر فرمایا ہے - جو اس حصہ میں شائع کیا جا رہا ہے فجزاھم اللہ احسن الجزاء

آخر میں قارئین حضرات سے درخواست ہے کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو سلسلۂ حقہ کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید بنائے اور اکنافِ عالم میں احمدیت کا نور جلد از جلد پھیلے - آمین -

خاکسار

برکات احمد راجیکی - بی - اے

واقف زندگی - قادیان دارالامان

مورخہ ۲۰ رمئی ۱۹۵۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ عبدہ المسیح الموعود

حیاتِ قدسی حصۂ پنجم

احسانات خداوندی

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی توجّہات اور خاص برکات سے حضور اقدس کی بیعت کے بعد اب تک ایسا درجہ پر گذر رہا ہے کہ میں اپنی کسی نیکی کو بھی خواہ وہ عقائدِ حقّہ سے تعلق رکھنے والی ہو یا اعمال صالحہ اور خواہ وہ اخلاقِ حسنہ سے متعلق ہو یا عباداتِ مخصوصہ سے اپنے لئے باعثِ فخر یا امید و رجا قرار دینے سے سخت شرم محسوس کرتا ہوں۔ میرے دل پر یہ اثر ہے کہ میرے وجود کا ذرّہ ذرّہ اور میرے قویٰ اور میرے حواس مع اپنے متعلقات کے میرے محسن اور خیر الراحمین خدا کے انعامات اور احسانات میں سے ہیں اور میرے لئے خدا تعالیٰ کے حضور ان سب نعمتوں کے لئے شکر بجالانا واجب ہے۔ اس نے مجھ پر یہ کرم کیا کہ مجھے اپنے عطا کردہ سامانوں اور طاقتوں کے ذریعے نیک کام بجالانے کی توفیق دی۔ پس ان نیکیوں کی بجا آوری میں میری کوئی ذاتی خوبی نہیں۔ بلکہ یہ سراسر خدا تعالیٰ کا فضل و احسان ہے۔

اس نظریّہ سے بفضلہٖ تعالیٰ مجھے یہ فائدہ پہنچا کہ تکبّر غرور اور نخوت کی رگیں جو میرے لئے حجاب پیدا کرنے والی تھیں۔ اکثر کٹ گئیں۔ اور حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی تعلیم اور روحانی تربیت سے مجھے نفسِ امّارہ کے بہت سے گندوں سے آگاہ کیا گیا۔ اور جیسا کہ حدیث النبی صلعم میں ہے اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا یُبَصِّرُہٗ عُیُوْبَ نَفْسِہٖ یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے متعلق بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اُسے اس کے نفس کے عیوب دکھا دیتا ہے۔ مجھ پر بھی خود بینی خود روی خود آرائی' خود ستائی اور خود نمائی کے عیوب ظاہر کئے گئے اور غلبۂ ہوائے نفس اور ظلمتِ جہالت پر مجھے آگاہ کیا گیا۔ اور محسن فیاض خدا کا روشن چہرہ جو تکبر اور کبر کے پردوں کی

وجہ سے مستور تھا۔ مجھ پر ظاہر ہوا۔ اور گہری نظر سے دیکھنے سے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ تکبر اور غرور کا خیال باطل زندگی کے تمام پہلوؤں پر شاخ در شاخ پھیلا ہوا ہے۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعلقات اور روحانی فیوض سے جب میری عارفانہ نگاہ تیز ہوئی تو میرے اندر یہ احساس پیدا ہوا کہ میں اپنی ہستی کے مسئلہ کو سمجھوں۔ اور یہ دیکھوں کہ میرے وجود کی اصل حقیقت کیا ہے۔ تب میں نے اپنے جسم کے ذرّہ ذرّہ اور روح کی ہر قوت اور ہر حس کو گہری نظر سے دیکھا اور مجھے معلوم ہوا کہ دنیا کے بہت سے عیوب اور گناہ تکبر اور نخوت سے پیدا شدہ ہیں۔ اور موجوداتِ عالم کی بہت سی نیکیاں کبر و غرور کے حجابات کے پیچھے چھپی ہوئی ہیں۔ اور جب تک خدا تعالےٰ کو جو تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا اور ربوبیت کرنے والا ہے۔ کامل معرفت سے نہ پہچانا جائے اور دنیا کا وجود اللہ تعالےٰ کے آئینہ میں نہ دیکھا جائے۔ انسان اس تکبر اور نخوت کی نجاست سے نہیں بچ سکتا۔ اور خدا تعالےٰ کی معرفت کاملہ اس کے مقدس نبیوں کی تعلیم کے ذریعہ سے جو وحی الٰہی سے حاصل ہوتی ہے اور زندہ اور تازہ نشانوں سے جو انبیاء کے ذریعہ دنیا پر ظاہر ہوتے ہیں۔ حاصل ہوتی ہے۔ نیز انبیاء کے اسوۂ حسنہ کو قریب سے دیکھنے سے بھی انسان کی بہت سی آلودگیاں اور گناہ صاف ہو جاتے ہیں۔ قانون طبعی، عقلی قیاسات اور خشک منطق، معرفتِ کاملہ کو پانے کے لئے قطعاً ناکافی ہے۔ بلکہ اس کے ذریعہ سے اکثر بجائے ہدایت کے گمراہی حاصل ہو جاتی ہے۔ اور جس طرح سورج کی روشنی کے بغیر آنکھ کی بینائی کام نہیں دیتی اور کرۂ ہوائی کے بغیر کان کی قوت شنوائی ناکافی ہے۔ اسی طرح انسانی عقل و دانش آسمانی وحی کے بغیر ہیچ اور بےکار ہے۔

جس طرح دریا کے قریب کی زمین نرم ہوتی ہے اور اس کو آسانی سے کھود کر پانی نکالا جا سکتا ہے اسی طرح نبیوں کے تعلق اور قربت سے ان کی تعلیم اور اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے انسان بآسانی راہ سلوک طے کر لیتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کی معرفت، اس کی محبت اور قرب کو حاصل کر لیتا ہے۔ انبیاء و رسل کے مبعوث کرنے کا سلسلہ اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمت سے ہی جاری فرمایا ہے۔ اور اپنے طالبوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے خود ہی سامان مہیا فرمائے ہیں۔ اس تعلق میں مجھے مولانا حالی کا یہ شعر جو بظاہر حدِ ادب سے کسی قدر گرا ہوا ہے۔ حقیقت کو ظاہر کرنے والا معلوم ہوتا ہے یعنی ؎

فدائے آں بتِ شوخم کہ خود بوقتِ وصال   مرا طریقِ مس و بوسہ و کنار آموخت

حقیقت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پانے کے لئے سب سے زیادہ اسی کی مدد و نصرت درکار ہے - ورنہ انسان مجرّد عقل اور اپنی جدوجہد سے اس وراءالورےٰ ہستی کی معرفت اور قرب و وصال نہیں پا سکتا۔ اس راہ میں وہی کامیاب ہو سکتا ہے جس کے دل کی گہرائیوں سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ الفاظ نکلتے رہیں ؎

در دو عالم مرا عزیز توئی
وآنچہ می خواہم از تو نیز توئی

انسان اپنی مجرّد عقل سے کام لے کر اور اعلیٰ سے اعلیٰ علوم کی ڈگریاں حاصل کر کے سوائے جذباتِ نفس سے کھیلنے اور فطری شرافت سے دور ہونے اور تباہ کن ایٹمی ایجادات کا جال پھیلانے کے اور کچھ ترقی نہیں کر سکا۔

لیکن احمدی جماعت کے افراد موجودہ زمانہ کے مرسل و ہادی پر ایمان لا کر اور اسکی تعلیم اور نمونہ پر چل کر اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کر چکے ہیں - اور تہذیب نفس، علم صحیح اور اخلاق فاضلہ کی وجہ سے دنیا میں شہرت رکھتے ہیں۔ ان کے مقابل پر خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو بدظنی میں مبتلا تھے یا حکومت اور قومیت کی بڑائی یا خاندانی وجاہت یا ذاتی تفوق کے غرور و تکبر میں مبتلا تھے۔ صداقت کو قبول کرنے سے محروم کر دیا۔

الغرض جب تک انسان کو یہ معرفت حاصل نہ ہو کہ وہ اپنی ذات کے علاوہ آفاقی نظام کو بھی جو لامحدود وسعت تک پھیلا ہوا ہے۔ آئینہ خود بینی بنانے کی بجائے آئینہ خدا بینی قرار دے اور اس کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی صفات اور افعال کی پُر عظمت شان کو مشاہدہ کرے۔ اس کی نفسانیت کا حجاب دور نہیں ہو سکتا۔

اس مقصد کے حصول کے لئے میں نے نماز روزہ کے مجاہدات اور خلوت کی دعاؤں سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ خصوصاً سورۂ فاتحہ کے الفاظ میں بار بار غور کرنے سے میری روح اور قلب اور حواس کو بہت ہی جلاء حاصل ہوا ہے۔ علاوہ مسنون دعاؤں کے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی برکت سے مجھے بہت سی دعائیں روح القدس کی رہنمائی سے سکھائی گئیں۔ جن میں سے بعض کا ذکر پہلی جلدوں میں کیا جا چکا ہے۔ بعض دعاؤں کا مفہوم نمونہ کے طور پر ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ یہ دعائیں سورۂ فاتحہ کے الفاظ سے مقتبس ہیں :-

دعائیں

(۱)

اے میرے رحمٰن و رحیم اللہ جس طرح تو نے اپنی کامل حمد اور ربوبیت سے اور اپنی رحمانی اور رحیمی اور مالک یوم الدین کی شان سے اور اپنی ہادیانہ صفات اور منعمانہ افاضات سے اپنے تمام منعم بندوں کو شیطان کی ہر قسم کی شیطنت اور رجمیت سے اپنی کامل پناہ اور حفاظت میں رکھا ہے۔ اور ان کو مغضوبیت اور ضالیت سے بچایا ہے اسی طرح تو اپنے اس عبدِ حقیر کو بھی کامل طور پر اپنی پناہ میں لے کر ابد تک محفوظ رکھ۔ تاکہ تیرا یہ بندہ عقائد صحیحہ، اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کی رو سے شیطان کی شیطنت اور رجمیت کے بداثرات سے بچ سکے اور مغضوبیت اور ضالیت میں مبتلا نہ ہو جائے۔ جس طرح تو نے اپنے فضل سے مجیب الدعوات ہونے کے اعتبار سے اپنے منعم بندوں کو مستفیض فرمایا ہے۔ اپنے اس عبدِ حقیر کو بھی مستفیض فرما۔ آمین

(۲)

اے میرے ازلی، ابدی الوہیت کی شان والے اللہ تیری ہر وہ حمد جو تو نے اپنی رحمانیت کی بے انتہا تجلیات سے اور رَبُّ الْعَالَمِیْن کے فیضان اعمّ اور الرحمٰن کے فیضان عام سے اس دنیا کی تعمیر میں نمایاں فرمائی ہے۔ اور الرَّحِیْم کے فیض خاص اور مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْن کے فیض اخص سے عالم آخرت کی اعجب العجائب تجلیات سے جلوہ نمائی کی ہے؛ اپنی اس بے نظیر حمد سے جو ہر طرح کے حسن و احسان کا مبداء اور منبع ہے۔ اس عبد حقیر کو بھی بے نظیر حسن و احسان کے جلووں سے متاثر ہونے والے کامل حواس عطا فرما جس طرح تو نے اپنے عباد منعمین کو کسی دور خلق میں عطا فرمائے ہیں۔ آمین

(۳)

اے ازلی ابدی حمد اور شانِ الوہیت والے میرے بے نظیر اللہ جس نے میری ہستی کے قیام و بقا کے لئے ہر آن مخلوقات کے ذرہ ذرہ کو تعاونی طور پر میری تعمیر اور تکمیل کے لئے لگا رکھا ہے۔ اور یہ سب کچھ بغیر میری کسی تحریک یا درخواست کے اپنے فضل و احسان سے میری ربوبیت کے لئے فرمایا ہے۔ اور اپنے فیوض کے

بحرِ بے پایاں کو ہر لحظہ تموّج نما کیا ہے۔ جس طرح تو نے اپنے فیوض سے تمام منعم بندوں کے عقائدِ صحیحہ اور اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ سے ان کی روحانیت کی عمارت کو کامل بنایا ہے۔ اور ان کو اپنے ازلی نوروں سے غسلِ طہارت کاملہ عطا فرمایا ہے۔ تیرا یہ عبدِ حقیر بھی تجھ سے یہ درخواست کرتا ہے کہ تو اپنے ان منعم بندوں کی طرح مجھ پر بھی اپنا فضل فرما۔ آمین

(۴)

اے ازلی ابدی اور بے نظیر و بے پایاں حسن و احسان والے محبوب خدا جس نے اپنی عنایاتِ بے انتہا اور شانِ کریمانہ سے اپنے عاشقانِ وجہُ اللہ کی روح قلب اور حواس کو اپنے جذباتِ حسن سے متاثر فرمایا۔ اور انھیں اپنی طرف بے انتہا مقناطیسی کششوں سے کھینچ کر اپنی طاقتِ بالا سے عشق کے طوفانی جوش سے پیدا شدہ نئے احساسات کے ذریعہ اپنے قرب و وصال کی رفعت پر پہنچایا ہے۔ اور اپنے عشق کی لذیذ شراب کے پے در پے ساغروں سے انہیں ابدی وصال کی مستی سے اس طرح مدہوش کیا ہے۔ کہ ان کے منہ سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلتے ہیں۔ کہ ؎

شربتُ الخمر کاسًا بعدَ کاسٍ

فما نفد الشراب وما رویت

سوائے میرے بے پایاں حسن و احسان والے خدا اپنے اس عبدِ حقیر کو بھی اپنی نوازشِ کریمانہ اور شانِ منعمانہ کے انعامات خاصہ سے نواز دے ؎

ولیس نفادٌ للذی عند ربنا

وللّٰہ بحر فیوضہٖ یتموّج

اُحبّ لوجہ اللّٰہ عشقًا بشدۃٍ

ونارًا لتُحرِق غیرہ اذ تأجّج

۵

اے میرے وحید و فرید اور یکتا خدا اور واحد لاشریک مولےٰ جس طرح تو نے محض اپنے کرم سے تمام منعمین کے عقائد اور اعمال اور اخلاق کو اپنی توحید کے رنگ سے رنگین فرمایا اور انہیں کامل عباد موحدین ہونے کی شان بخشی اپنے اس عبدِ حقیر کو بھی ان تمام

موحد متبعین کی موحدانہ شان کی مظہریت کا اعلےٰ مقام اور مرتبہ نصیب فرما۔ آمین

(۶)

اے میرے ازلی ابدی واحد لاشریک اور سبوح و قدوس خدا جس طرح تو نے اپنے تمام متبعین کے عقائد، اعمال اور اخلاق کو ہر طرح کے شرک سے پاک کیا ہے۔ اور ہر طرح کی نفسانیت اور اہواءِ نفسانیہ اور مخلوق کے خوف و طمع اور اسباب پر بھروسہ اور توکل کے وسیع جال سے بچایا ہے۔ اور توہمات باطلہ کے مُضِلّانہ اثرات سے محفوظ رکھا ہے۔ اسیطرح اس عبدِ حقیر کی بھی خاص حفاظت فرما۔ آمین

(۷)

اے میرے اللہ، اے میرے احد اور صمد خدا جس کامل شان احدیت کے ساتھ تو نے اپنی الوہیت اور احدیت کی تنزیہی صفات کو جلوہ نما کیا۔ اور اس کا اجمالی نقشہ تو نے سورہ اخلاص کے ذریعہ سے ظاہر فرمایا۔ اور تیری تمام تشبیہی صفات جن کا اجمالی ذکر تو نے سورۂ فاتحہ میں فرمایا۔ ان دونوں قسم کی صفات سے تو نے جس طرح تمام متبعین کی روح، قلب، دماغ اور حواس پر تجلی فرمائی۔ اس عبدِ حقیر کی روح، قلب، دماغ اور حواس پر بھی اسیطرح جلوہ نمائی فرما۔ تا تیرے ازلی ابدی حسن بے پایاں سے میری روح، اعضاء اور حواس متاثر ہو سکیں اور ابد تک تیرے قرب و وصال اور مظہریت کاملہ کے اضافہ سے مستفیض ہو سکیں۔

(۸)

اے میرے خدا! اے تمام نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ گناہ سوز ایمان، گناہ سوز یقین اور گناہ سوز تقویٰ عطا کرنے والے اور تمام قسم کی حسنات کے لئے اعلےٰ نمونہ ظاہر کرنے والے خدا اس عبدِ حقیر کو بھی گناہ سوز ایمان، گناہ سوز یقین اور گناہ سوز تقویٰ اور اعلےٰ ایمان، عرفان اور اپنی رضوان عطا کر تاکہ یہ عبدِ حقیر اپنی زندگی تیرے پاک نبیوں اور رسولوں کے پاک نمونہ کے مطابق گذار سکے۔ اور ہر طرح کی شیطنت اور بہیمیت کے بد اثرات سے جو اس وقت انبیاء و مرسلین کی تبلیغ و ہدایت کے رستہ میں رخنہ انداز ہیں محفوظ رہ سکے۔ آمین

(۹)

اے قرآن کریم کو نازل کرنے والے خدا اور تمام متبعین کو قرآن کریم کی کامل تعلیم سے اعلےٰ علم و عرفان اور اعلےٰ محبت و رضوان کی برکات بخشنے والے۔ اور روحانی مُردوں کو زندہ کرنیوالے

خدا مجھے قرآنی تعلیم کی کامل برکات کا اعلیٰ نمونہ بنا۔ اور مغضوبین اور ضالین کی ٹیڑھی راہوں سے محفوظ رکھ۔ آمین

(۱۰)

اے خدا! اے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نبی العالمین اور احمد رسول اللہ کو مسیح العالمین بنا کر بھیجنے والے خدا۔ قرآن کریم کی جس اعلیٰ تعلیم کے ساتھ دنیا کی تمام قوموں کی ہدایت کے لئے تو نے انھیں مبعوث فرمایا ہے۔ تا دنیا کی قومیں کفر و شرک سے بچ کر تیری توحید، تسبیح، تقدیس، تحمید اور تمجید کی کامل معرفت سے تجھے قبول کریں۔ اور مغضوبین اور ضالین سے بچ جائیں۔ تو محض اپنے فضل سے ان محبوب ترین نبیوں اور رسولوں اور ان کے خلفا اور اتباع کی تبلیغی مساعی اور ان کے تبلیغی سلسلہ میں کامل برکتیں عطا فرما۔ تا اسلام اور احمدیت کے نوروں سے تیری مخلوق منور ہو۔ اور وہ اعلیٰ مقاصد جو محمدیت اور احمدیت کے عالمگیر دورِ بعثت سے تعلق رکھتے ہیں۔ تیری صفات کی اعلیٰ تجلیات سے پورے ہوں۔ اپنے اس عبد حقیر کی دعاؤں اور عرضوں کو اپنے تمام منعمین وانبیاء و مرسلین اور ان کے اتباع کاملین کے اغراض و مقاصد کے ماتحت قبولیت کا شرف عطا فرما۔ آمین

کلام والہام الٰہی سے محرومی کا سبب

ایک دفعہ میں اس سوال پر غور کر رہا تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ کے کلام والہام سے محرومی کے کیا اسباب و بواعث ہیں۔ اس دوران میں مجھ پر کشفی حالت طاری ہوگئی اور میرے سامنے ایک کاغذ پیش کیا گیا جس پر انیسویں پارہ کی پہلی آیت :-

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ۔

خوشخطی کے ساتھ لکھی ہوئی تھی۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو ہماری ملاقات سے ناامید ہو رہے ہیں۔ انھوں نے کہا۔ کہ فرشتے ہم پر کیوں نہیں اتارے جاتے۔ یا ہم اپنے رب کو کیوں نہیں دیکھ لیتے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ان دونوں باتوں کا حاصل ہونا ناممکن نہیں۔ اگر ان موانع اور روکوں کو اٹھا دیا جائے جو درمیان میں [illegible] ئل ہیں۔ ایسے لوگ جن کی طبائع میں کبر اور غرور ہے اور ان کی زندگی خودی خود روی خود بینی اور خود نمائی کے

جذبات میں گذر رہی ہے۔ اور وہ اپنے نفس کی محجوبانہ سرکشی میں مبتلا ہیں۔ ان پر فرشتوں کا نزول نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی ان کو رَبُّ الْعَالَمِیْنَ کی ربوبیت اور لقا حاصل ہو سکتی ہے۔ جب انسان خدا تعالےٰ کی ربوبیت کو جسکا وہ ہر دم محتاج ہے اپنے تمام اعضاء قوے اور حواس کی پرورش اور ترقی میں مشاہدہ کرتا ہے اور اپنے بے نظیر خدا کے حسن و احسان کے جلوہ کو دیکھتا ہے۔ اور اپنی خودی اور خود روی کو مٹا کر نفس کشی اختیار کرتا ہے۔ تو وہ عباد مکرمین میں شامل ہو جاتا ہے۔ اُس پر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے اور اُسے اپنے قدوس مولا اور آقا کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے عقائد صحیحہ اعمال صالحہ اور اخلاقِ حسنہ کے ذریعہ سے لمحہ بہ لمحہ ترقی کرتا جاتا ہے اور اس کے روحانی حواس تیز ہوتے جاتے ہیں۔

فردوس کی آگ

جن دنوں حضرت مفتی محمد صادق صاحب بغرضِ تبلیغ امریکہ کے لئے رختِ سفر باندھ رہے تھے۔ تو آپ بعض ضروری سامانوں کی خریداری کے لئے لاہور تشریف لائے۔ اُن ایام میں خاکسار حضرت میاں چراغ دین صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ رئیس لاہور کے مکان "مبارک منزل" میں قرآن کریم کا درس دیا کرتا تھا۔ ایک دن جب میں درس دے رہا تھا۔ اور حضرت مفتی صاحب بھی حلقۂ درس میں شامل تھے۔ تو آپ پر کشفی حالت طاری ہو گئی۔ اور آپ نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی درس میں شامل ہیں۔ اور بڑی توجہ سے درس سُن رہے ہیں۔ اس کشف کا ذکر حضرت مفتی صاحب نے اسی وقت احباب کے سامنے فرما دیا تھا۔

جب حضرت مفتی صاحب امریکہ جاتے ہوئے رستہ میں لنڈن قیام پذیر ہوئے۔ تو آپ نے وہاں پر ایک رؤیا دیکھی۔ اور آپ کو عجیب الہامی الفاظ سے نوازا گیا۔ آپ نے وہ رویاء اور الہام مجھے تحریر فرمایا۔ اور اس کی تعبیر بھی دریافت کی۔ وہ رویاء تو اب مجھے بھول گئی ہے لیکن الہام یاد ہے جو یہ تھا:۔

"آگ از فردوس دلِ دلدار را"

یعنی دلدار کے دل کے لئے فردوس سے آگ کا ہونا ضروری ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ اس کا ترجمہ تو بظاہر آسان ہے۔ لیکن فردوس کے ساتھ آگ کی نسبت عجیب معلوم ہوتی ہے۔ میں نے اس الہام

کی جو تشریح حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں بھجوائی وہ یہ تھی۔
آگ دو قسم کی ہوتی ہے ایک دوزخ کی آگ جو کفر و شرک اور فسق و فجور کی سزا میں ملتی ہے۔ دوسری فردوس کی آگ جو اللہ تعالیٰ کی محبت و عشق اور مخلوقِ خدا کی ہمدردی اور شفقت کے شدید جذبات سے تعلق رکھتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ یعنی مومن اللہ تعالیٰ کے ساتھ شدید محبت کا تعلق رکھتے ہیں کے الفاظ میں اس کا نقشہ کھینچا ہے۔ اسی طرح مخلوق کی ہمدردی اور شفقت کے ضمن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ بات بہت گراں گزرتی ہے کہ لوگ تکلیف میں مبتلا ہوں اور آپ لوگوں کی بہبودی اور بہتری کے لئے بے حد حریص ہیں۔ نیز خدا تعالیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ

یعنی کیا تو اس غم و فکر میں اپنی جان کو ہلاک کر دیگا۔ کہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ یہی وہ آگ ہے جو صحیح توازن اور اعتدال کی صورت رکھتی ہے۔ اور جو حرص نفس اور دنیا طلبی کی آگ سے دور ہے۔ جو آگ حرص دنیا اور ارتکاب جرائم کی لذت کی آگ ہوتی ہے وہ انسان کو جہنم میں دھکیل دیتی ہے۔ چنانچہ میں نے اس تشریح کے ساتھ حضرت مفتی صاحب کو لکھا کہ آپ چونکہ تبلیغی جہاد پر جا رہے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس الہام کے ذریعہ کامیابی کا ایک عظیم الشان گر بتایا ہے یعنی فردوس والی آگ جو دل دلدار کے لئے ضروری ہے۔ اسکو اپنے دل میں مشتعل کر کے تبلیغ کا کام شروع کریں۔ یعنی ایک طرف اللہ تعالیٰ کی شدید محبّت کا شعلہ دل میں مشتعل ہو۔ اور دوسری طرف مخلوقِ خدا کی ہمدردی اور شفقت کا شدید جذبہ جوش نما ہو۔ اس طریق پر انشاء اللہ آپ کو ضرور کامیابی حاصل ہوگی۔
چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کئی سال کی کامیاب تبلیغی جدّوجہد کے بعد حضرت مفتی صاحب مرکز مقدس میں واپس تشریف لائے۔ اور ایک خوبصورت چوغہ بطور تحفۂ محبت مجھے بھجوایا۔

فجزاهم الله احسن الجزا فی الدنیا والعقبیٰ

ایک خواب کی تعبیر

میری احمدیت کے ابتدائی زمانہ کی بات ہے کہ ابھی میں اپنے گاؤں موضع راجیکی میں ہی سکونت پذیر تھا۔ اور ایک دن مسجد میں بیٹھا ہوا ایک کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ کہ ایک احمدی دوست میاں کریم اللہ صاحب ساکن دھاروال متصل گولیکے میرے پاس آئے۔ اور کہنے لگے کہ میں تحصیل پھالیہ میں اپنے بعض رشتہ داروں کے ہاں گیا ہوا تھا۔ وہاں کئی دن تک مقیم رہا۔ گذشتہ رات ایک متوحش خواب کی وجہ سے میری طبیعت بہت پریشان ہوگئی ہے۔ اور میں آج صبح سویرے اپنے گاؤں جانے کے لئے روانہ ہوکر یہاں آیا ہوں۔ آپ کے پاس اس غرض سے حاضر ہوا ہوں کہ آپ سے اس خواب کی تعبیر دریافت کروں الحمد للہ کہ آپ کی ملاقات ہوگئی ہے۔

اسکے بعد انہوں نے اپنی رؤیا سنائی کہ:-

"میں نے دیکھا کہ موضع دھاروال میں میرے گھر کو آگ لگی ہوئی ہے۔ اور اس آگ کے نیچے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ اور شعلوں کے اوپر کی طرف گہرا دھوآں اٹھ رہا ہے۔ اور یہ دھوآں ہوا کے ذریعہ سے مقابل کے ایک مکان میں جا رہا ہے۔ یہ منذر نظارہ دیکھکر میں گھبراہٹ سے اٹھا۔ اور پریشانی کی وجہ سے فوراً روانہ ہوگیا۔"

میرے ذہن میں اس خواب کی جو تعبیر آئی وہ میں نے ان الفاظ میں ان کو بتادی:-

"آپ کے خواب کی تعبیر یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ آپ کی اہلیہ صاحبہ کا کسی ہمسایہ عورت سے لڑائی جھگڑا ہوا ہے۔ جو غیظ و غضب سے بڑھتے بڑھتے بدکلامی اور گالیوں تک منتج ہوا ہے۔ آپ کے مکان سے مراد آپ کی اہلیہ ہیں۔ اور آگ کے شعلے جو نیچے کی طرف ہیں وہ دل کے اندر کے غیظ و غضب کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور دھوئیں کے اوپر کی طرف سے اٹھنے کا مطلب بدکلامی اور گالی گلوچ ہے۔"

یہ تعبیر سنکر وہ دوست کہنے لگے۔ یہ بات تو کوئی زیادہ خوفناک نہیں۔ میں تے تو

یہ سمجھا تھا کہ واقع میں میرا مکان جل گیا ہے۔

جب وہ گھر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ان کی اہلیہ ایک ہمسایہ عورت سے لڑجھگڑ رہی ہے۔ اور ایک دوسری کو بد کلامی اور گالی گلوچ کی جا رہی ہے۔ اور یہ سلسلہ برابر دو دن سے جاری تھا۔ اور بعض ہمسایوں کے روکنے سے نہ رکا تھا۔ خیر! ان کے پہنچنے سے یہ معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ اس کے چند دن بعد میاں کریم اللہ صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ کی بیان کردہ تعبیر حرف بحرف پوری ہوئی ہے اور مجھ سے دریافت کیا کہ آپ کو یہ تعبیر کس طرح سمجھ میں آئی۔ میں نے عرض کیا۔ کہ قرآن کریم کی آیت كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ کی رو سے لڑائی کو جو غیظ و غضب کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ آگ قرار دیا گیا ہے۔ اور جب غیظ و غضب کی آگ دل کے اندر جو سینے ہے مشتعل ہوتی ہے۔ تو اس کی طرف زبان کی بد کلامی اور گالی گلوچ اس آگ کا دھواں ہے جو باہر کی طرف پھیل کر تکلیف کا باعث بنتا ہے۔ اسکا علاج وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ کے ارشاد پر عمل کرنے سے ہی ہو سکتا ہے۔ میری یہ تعبیر و تشریح سن کر میاں کلیم اللہ صاحب بہت محظوظ ہوئے۔

خواجہ کمال الدین صاحب کی ایک رؤیا

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے عہد سعادت کے آخری ایام میں جبکہ حضور نے لاہور میں تین چار دن تک ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان میں قیام فرمایا۔ ایک دن خواجہ کمال الدین صاحب نے میری موجودگی میں حضور اقدس علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں اپنی رؤیاء سنائی۔ کہ "میں نے دیکھا کہ ہم جماعت کے کچھ آدمی ہتھکڑیوں کے ساتھ اسیرانِ سلطانی کی حیثیت سے ایک عدالت میں پیش کئے گئے ہیں۔ جب ہم کمرۂ عدالت میں پہنچے۔ اور نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے کرسئ عدالت پر حضرت مولانا نور الدین صاحب رضؓ بطور حاکم کے تشریف فرما ہیں"۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے یہ خواب سنکر فرمایا کہ خواب میں قید کو ثبات فی الدین کے معنوں میں لیا جاتا ہے۔*

---

* خواجہ کمال الدین صاحب کی اس خواب کا ذکر جناب چوہدری سر محمد ظفر اللہ خانصاحب بالقابہ نے تفصیل کے ساتھ رسالہ فرقان کے خاص نمبر میں جو انہی کے مضمون پر مشتمل ہے فرمایا تھا۔ (خاکسار مرتب)

اس سے پہلے خواجہ صاحب نے حضرت اقدس علیہ السلام کے حضور اپنا یہ خواب بھی بیان کیا تھا۔ کہ ان کے منہ سے بہت سے چوہے نکلے ہیں۔

چوہے کو عربی زبان میں فَارۃٌ اور فُوَیْسِقَۃٌ کہتے ہیں۔ اور فارہ کے معنے بھاگنے والا اور فویسقہ کے معنے چھوٹا فاسق بھی ہوتا ہے۔

پہلی خواب کی تعبیر یہ تھی کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد حضرت مولانا نور الدین صاحب بطور خلیفہ کے جماعت کے حاکم ہونگے۔ جن کی دلی خلوص سے اطاعت جماعت کے ہر فرد پر واجب ہوگی۔ لیکن خواجہ صاحب اور ان کے رفقاء انشراح صدر سے آپ کی اطاعت کرنے والے نہ ہوں گے۔ بلکہ خلیفہ وقت کے نظام کے ماتحت جماعت میں ان کی شمولیت اور اطاعت اسیرانِ سلطانی کی طرح ہوگی۔ اور وہ کرہاً نظام کی پابندی اور اطاعت کرتے رہینگے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد یہ اسیرانِ سلطانی اطاعت و نظام کی پابندی سے آزاد ہو کر خلافتِ ثانیہ کے کھلے کھلے باغی ہو گئے۔ اور تخت گاہِ رسول کو چھوڑ کر لاہور میں اپنا مرکز اور مولوی محمد علی صاحب کو اپنا امیر بنا لیا۔ اور پھر ان عقائدِ حقہ کو بھی جن پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں وہ قائم تھے۔ ترک کر دیا۔ یہانتک کہ مولوی محمد علی صاحب ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر کی حیثیت میں حضرت اقدس علیہ السلام کے متعلق "نبی آخر زمان" "نبی فارس الاصل" وغیرہ کے الفاظ تحریر میں لاتے رہے۔ لیکن بعد میں حضرت کے الہام سیقول العدو لست مرسلا کے ماتحت آپ کی نبوت سے انکار کر کے آپکے دشمنوں کی صف میں جا بیٹھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اصحاب الیمین والشمال

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ کی خلافت کے آخری ایام میں خاکسار نے رؤیا میں دیکھا کہ سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم احمدیہ بلڈنگ کی مسجد کی مشرقی جانب تشریف فرما ہیں۔ اور خواجہ کمال الدین صاحب مع چند رفقاء کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب بیٹھے ہوئے ہیں۔ پھر وہ دائیں جانب سے اٹھکر آپ کی بائیں طرف جا بیٹھے۔ مجھے اس پر بہت تعجب ہوا۔ گو اسوقت اس کی تعبیر سمجھ میں نہ آئی۔ لیکن بعد کے واقعات نے بتا دیا کہ یہ لوگ بوجہ صدر انجمن احمدیہ کے ممبر

ہونے کے اصحاب الیمین کی شان رکھتے تھے ۔ لیکن خلافت ثانیہ حقہ کے دور میں
خلافت کے انکار وبغاوت اور مخالفانہ خیالات کے رکھنے کی وجہ سے اصحاب الشمال
(یعنی بائیں جانب والے) بن گئے ۔ یہ واقعہ حدیث شریف میں بیان کردہ واقعہ سے
مشابہت رکھتا ہے ۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے بیان
فرمایا کہ جب میں حوض کوثر پر ہونگا ۔ تو میرے بعض صحابہ کو فرشتے دوزخ کی طرف جانب
شمال لے جائینگے ۔ تب میں کہوں گا کہ اے میرے رب یہ تو میرے اصحاب ہیں ۔ تب مجھے جواب
دیا جائیگا ۔ انک لا تدری ما احدثوا بعدک انھم لایزالون مرتدین علی اعقابھم
منذ فارقتھم ۔ یعنی آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے صحابہ ہونے کے باوجود آپ
کی وفات کے بعد کیا کیا ۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب وفات کے ذریعہ آپ ان سے جدا ہوئے تو
یہ مرتد ہوکر اپنی ایڑیوں پر پھر گئے ۔ یہی حال ان لوگوں کا ہوا جنہوں نے خلافت ثانیہ کے وقت
اپنے عقائد بدل کر اور بغاوت کا رستہ اختیار کرکے اصحاب الیمین کو چھوڑتے ہوئے اصحاب
الشمال کا رستہ اختیار کیا ۔ اور خدا تعالےٰ کے خاص انعامات سے محروم ہوگئے ۔

ایک غلط فہمی

ضمناً یہ تحریر کردینا بھی مناسب ہے کہ منشی نور احمد صاحب جو خواجہ کمال الدین
صاحب کے کلرک تھے ۔ اور ان کی دعوت پر مسجد ووکنگ میں مؤذن بھی مقرر
ہوئے ۔ نے میرا یہ خواب اخبار پیغام صلح میں شائع کرایا ۔ لیکن اصل حقیقت کو چھپانے
کے لئے صرف خواب کے پہلے حصہ کا جس میں خواجہ صاحب وغیرہ کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے دائیں جانب بیٹھنے کا ذکر ہے بیان کیا ۔ حالانکہ اس کے دوسرے حصہ میں ان کے دائیں
طرف سے اٹھکر بائیں جانب بیٹھ جانے کا ذکر تھا ۔ اور یہ حصہ خواجہ صاحب وغیرہ کی بعد کی حالت
کے متعلق تھا جو خلافت ثانیہ کے انکار کی وجہ سے ان کو لاحق ہوئی ۔ لیکن اس کا ذکر چونکہ
ان کے لئے مفید نہ تھا اس لئے انھوں نے اسکو حذف کردیا ۔

مکرم قاضی اکمل صاحب کی رؤیا

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ وارضاہ کے دور خلافت کے
اواخر میں جب ایک دفعہ خاکسار حضور رضؓ کے درس قرآن کریم کو سن کر مسجد اقصےٰ سے باہر
نکلا تو مکرم قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل مجھے ملے اور فرمانے لگے کہ میں نے قریب کے

ایام میں آپ کے متعلق ایک منذر خواب دیکھا ہے۔ اور وہ یہ کہ آپ کا دایاں بازو ٹوٹ گیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ خواب کی اصل تعبیر تو عالم الغیب خدا کو ہی معلوم ہے۔ لیکن جہاں تک اس خواب اور موجودہ حالات کا تعلق ہے۔ یہ خواب میری ذات سے متعلق معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ سلسلہ کے حالات سے تعلق رکھتی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میرا نام "غلام رسول" ہے۔ اور میرے گاؤں کی نسبت سے "راجیکی" کا لفظ بھی میرے نام کا جزو بن گیا ہے۔ جو اپنے اندر راج اور حکومت کا مفہوم رکھتا ہے۔ اور ایسے "غلام رسول" جن کا تعلق حکومت اور نظام سے ہے وہ سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ الودود ہیں۔ کیونکہ غلام کے معنے بیٹا کے بھی ہوتے ہیں جس طرح قرآن کریم میں حضرت یحییٰ ؑ اور حضرت عیسیٰ ؑ کے متعلق غلام کا لفظ بیٹا کے معنوں میں ہی استعمال کیا گیا ہے۔ پس حضرت ابن رسول سیدنا محمود ہی "غلام رسول" ہیں۔ اور آپ کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کی طرف سے جو صدر انجمن احمدیہ کی انتظامی مجلس کا پریزیڈنٹ مقرر کیا گیا ہے۔ اور خلافت کی نیابت میں سلسلہ کے نظام کی نگرانی سونپی گئی ہے اس کی طرف "راجیکے" کے الفاظ اشارہ کرتے ہیں۔ اور دائیں بازو کے ٹوٹنے سے یہ مراد ہے کہ صدر انجمن احمدیہ کے بعض ممبر جو خلافت کی نیابت میں پریزیڈنٹ انجمن کے لئے بطور دستِ تعاون کے ہیں۔ ٹوٹ کر علیحدہ ہو جائیں گے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد جب صدر انجمن احمدیہ قادیان کے بعض ممبر خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کی قیادت میں حضرت ابنِ رسول سیدنا محمود ایدہ اللہ تعالیٰ کی خلافت کے منکر ہوئے اور سلسلہ کے مقدس مرکز کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر صدر انجمن احمدیہ قادیان سے بھی کٹ گئے تو اس تعبیر کا درست ہونا ثابت ہُوا۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق خلافتِ حقہ ثانیہ کی متواتر اور پیہم نصرت و تائید فرمائی۔ اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے سلسلہ کو نئے اور مخلص ممبر اور کارکن عطا فرمائے اور وہ اب تک اپنے برحق خلیفہ اور اس کے فدائیوں پر اپنی بے شمار رحمتیں اور فضل نازل فرما رہا ہے۔ فالحمد للہ رب العالمین

ایک عجیب واقعہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جب رسالہ الوصیّت شائع فرمایا۔ اور اس میں

اپنی وفات کے متعلق الہامات کے اندراج کے علاوہ جماعت کے لئے ضروری نصائح اور ہدایات بھی تحریر فرمائیں تو اسمیں حضور نے ایک یہ بات بھی تحریر فرمائی کہ اللہ تعالےٰ ہمیشہ اپنی سنت کے مطابق دو قدرتیں دکھاتا ہے۔ ایک قدرت نبی کے ذریعہ اور دوسری قدرت یعنی قدرت ثانیہ نبی کی وفات کے بعد خلافت کے ذریعہ اور آپنے جماعت کے مخلصین کو یہ وصیت کی کہ وہ ملکر دعا کرتے رہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ اس قدرت ثانیہ سے جماعت کو مستفید اور متمتع فرمائے۔

الوصیّت کے شائع ہونے کے بعد حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہ معمول تھا کہ مسجد مبارک میں تقریباً ہر روز نماز کے بعد قدرتِ ثانیہ سے مستفید اور متمتع ہونے کے لئے احباب سے مل کر دعا کرتے۔ ایک دن خواجہ کمال الدین صاحب۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب شیخ رحمت اللہ صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب چاروں جو صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ممبر تھے۔ اور لاہور میں رہتے تھے۔ انجمن کے اجلاس میں شرکت کے لئے حسب دستور لاہور سے آئے۔ اور مسجد مبارک میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام کی موجودگی میں نماز باجماعت ادا کی۔ نماز کے بعد جب حضرت میر ناصر نواب صاحب رض حسبِ معمول "قدرتِ ثانیہ" کے لئے اجتماعی دعا کرانے لگے۔ کہ اللہ تعالےٰ قدرتِ ثانیہ کے ظہور کے وقت اس کی برکات سے ہمیں مستفیض کرے تو یہ چاروں صاحبان مسجد سے اٹھکر جانے لگے۔ حضرت میر صاحب رض نے فرمایا "لاہوری بھائیو! آؤ ملکر قدرتِ ثانیہ کی برکات سے فیضیاب ہونے کے لئے دعا کریں۔ انہوں نے جواباً کہا۔ کہ حضرت میر صاحب! قادیان والوں کو تو دعا کے لئے ہی اللہ تعالےٰ نے موقعہ دے رکھا ہے۔ آپ دعا کیا کریں۔ ہمیں تو اور بھی کام ہیں۔ ہم نے ان کو سرانجام دینا ہے۔ میر صاحب رض نے فرمایا کہ دعا کام سے تو نہیں روکتی۔ چند منٹ صرف ہونگے۔ باقی سارا دن کام ہی کے لئے ہے۔ لیکن وہ ممبران ہنستے ہوئے مسجد سے باہر چلے گئے۔ اور دعا میں شریک نہ ہوئے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے وصال کے بعد جب قدرتِ ثانیہ کا ظہور ہوا تو افسوس ہے کہ یہی ممبران اور ان کے ساتھی حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مقام خلافت کے متعلق غیر مخلصانہ کارروائیوں کے مرتکب ہوئے اور بعد میں خلافتِ ثانیہ حقہ سے کھلے بندوں بغاوت کر کے قدرتِ ثانیہ کی برکات و فیوض سے محروم ہو گئے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۔

امراضِ خبیثہ کا علاج

مدت مدید کی بات ہے کہ میں ایک دفعہ وزیر آباد گیا۔ وہاں پر ایک احمدی دوست نے مجھے ضیافت پر مدعو کیا۔ جب ہم ان کے مکان پر پہنچے۔ تو اس مکان کے بالمقابل دوسرے مکان میں ایک شخص کے آہ وبکا اور چیخ و پکار کی آواز سنائی دی۔ میں اس شدید کراہنے کی آواز سنکر احمدی دوست کے مکان میں داخل ہونے سے پہلے اس تکلیف میں مبتلا شخص کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس سے وجہ دریافت کی۔ وہ نہایت عاجزی سے ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا کہ میں اس زندگی میں آتش جہنم میں جل رہا ہوں۔ اور اپنی بدعملیوں اور بدکاریوں کی سزا بھگت رہا ہوں۔ پہلے مجھے سوزاک ہوا۔ اور پھر آتشک کی موذی بیماری سے پالا پڑا۔ اب میری آتشک کی بیماری تیسرے درجہ پر ہے۔ سارے جسم میں سوزش اور جلن کا ایک طوفان برپا ہے۔ خدا مجھے جلد موت دے تا میں اس اذیت سے نجات پا جاؤں۔

جب اسے معلوم ہوا کہ میں طبابت سے بھی کچھ واقفیت رکھتا ہوں تو وہ بڑے الحاح اور عاجزی سے کہنے لگا کہ مجھے دوائی دی جائے اور میرے لئے بارگاہِ ربّ العزت میں دعا بھی کی جائے۔ میں نے کہا کہ آپ سچے دل سے توبہ کریں تو ممکن ہے کہ اللہ تعالےٰ جو غفور الرحیم ہے آپ کو اس تکلیف سے نجات دے دے۔ امراض خبیثہ کا علاج مَیں سچی توبہ کی شرط پر کرتا ہوں۔ اگر آپ سچی توبہ کریں تو میں آپ کو مجرب نسخہ لکھکر دیتا ہوں۔ چنانچہ اسکے توبہ کرنے پر میں نے اسکو مندرجہ ذیل نسخہ جات جو سوزاک اور آتشک کی بیماریوں میں مفید اور مجرب ثابت ہوئے ہیں۔ اور میں نے ان کو کئی مریضوں پر استعمال کر کے مفید پایا ہے لکھ کر دیئے۔

نسخہ برائے سوزاک مازو سبز ایک تولہ۔ طباشیر ایک تولہ۔ دانہ الائچی کلاں ایک تولہ۔ روغن صندل ایک تولہ۔ روغن کے علاوہ باقی سب ادویہ کو باریک پیس کر ان میں روغن ملالیں اور سات عدد پڑیہ بنالیں۔

ترکیب استعمال:۔ ۵ تولہ کوزہ مصری یا دوسری مصری رات کو چینی کے پیالہ میں ایک پاؤ پانی ڈالکر ننگے منہ آسمان کے نیچے محفوظ رکھیں۔ صبح قبل از طلوع آفتاب ایک پڑیہ منہ میں ڈالکر اُوپر سے شربت پی لیں۔ غذا صرف دودھ چاول باقی اشیاء سے پرہیز۔ اس سے نیا اور پرانا سوزاک رفع ہوجاتا ہے۔ بلکہ پہلی خوراک سے آرام شروع ہوجاتا ہے۔

نوٹ:۔ یہ ضروری ہے کہ مصری رات کے وقت پانی میں بھگو رکھیں۔ یہ ترکیب نسخہ کا جزو ہے۔

نسخہ برائے آتشک: کشک ابیض (سنکھیا سفید)۔ کتھ سفید۔ دانہ الائچی خورد۔ کھریا مٹی ہموزن عرق گلاب یا پانی میں پیس کر دانہ جوار کے برابر گولیاں بنالیں۔ بارہ دن تک ایک گولی روزانہ ملائی کے ساتھ استعمال کریں۔ اگر ضعف معلوم ہو تو ایک دن کا ناغہ کر لیا جائے۔ غذائے غلیظہ اور بادی اور گوشت چارپایہ اور ترشی سے پرہیز ضروری ہے۔ نمک بھی کم کھائیں۔ روٹی گندم مع گھی و دال مونگ استعمال کی جائے۔

یہ دونوں نسخے استعمال کرنے سے خدا تعالٰے کے فضل سے اس شخص کو شفا ہوگئی۔ آتشک کا ایک اور مجرب اور نہایت مفید نسخہ جو بفضلہٖ تعالٰے بغیر کسی قسم کی دقت اور تکلیف کے باعث شفا ہوتا ہے۔ احباب کے فائدہ کے لئے ذیل میں لکھتا ہوں:۔

نسخہ ۲۔ برائے آتشک ہر قسم: سنکھیا سفید۔ عاقرقرحا۔ کتھ سفید۔ چکنی چھالیہ۔ بھنگرہ ہموزن پیس کر نخود (چنے) کے برابر گولیاں بنالیں۔ ایک گولی صبح ایک شام استعمال کریں۔ ترشی۔ نمک اور گوشت سے پرہیز کریں۔ ایک ہفتہ یا بارہ روز تک کھائیں اگر دوسرے اور تیسرے درجہ میں بیماری ہو تو دوائی چھبیس روز تک استعمال کریں۔ اس نسخہ کو استعمال کرانے سے پہلے سچی توبہ کرائیں۔ اور بدکاری اور بدعملی سے بچنے کا وعدہ لیں۔ یہ توبہ بھی بیماری کو دور کرنے میں ممد ہوگی۔ انشاءاللہ تعالٰے

محترم نواب اکبر یار جنگ صاحب بہادر کی طرف سے ضیافت

وزراء امراء اور رؤسائے حیدرآباد کا اجتماع

محترم نواب اکبر یار جنگ صاحب بہادر سابق جج ہائی کورٹ حیدرآباد دکن کی ملازمت کی توسیع کے متعلق ایک اعجازی نشان کا ذکر اس کتاب کی جلد سوم میں گذر چکا ہے۔ جناب نواب صاحب یو۔پی کے ضلع فرخ آباد کے قصبہ عثمان گنج کے اصل باشندہ اور افغانوں کے آفریدی قبیلہ کے ایک معزز فرد ہیں۔ اور ایک عرصہ سے حیدرآباد میں بسلسلۂ ملازمت اقامت گزیں

ہیں۔ آپ کی قانونی قابلیت مُسلّم ہے۔ قانون دان ہونے کے علاوہ آپ دینی علوم کے ماہر اخلاق فاضلہ میں نمونہ کے انسان اور مخلص خادمِ سلسلہ ہیں۔

۱۹۳۵ء کے قریب جب میں حیدرآباد میں تبلیغی و تربیتی اغراض کے ماتحت نواب صاحب محترم کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ تو ایک دن آپ نے ریاست کے معززین کو مدعو فرمایا۔ چنانچہ مہاراجہ سرکشن پرشاد وزیراعظم حیدرآباد اور بہت سے دوسرے وزراء و امراء دعوت میں شریک ہوئے جناب نواب صاحب نے سب معززین سے جن میں شاہی طبیب جناب حکیم مولوی مقصود علی صاحب بھی تھے۔ میرا تعارف کرایا۔ اور میرے متعلق یہ ذکر کیا۔ کہ میں پنجاب سے آیا ہوں اور قرآنی حقائق و معارف کے متعلق اچھی واقفیت رکھتا ہوں۔ اگر کوئی دوست قرآن کریم کے متعلق کوئی استفسار کرنا چاہیں۔ تو فرمالیں۔

ایک علمی سوال

اس موقعہ پر حکیم مولوی مقصود علی صاحب نے کھڑے ہوکر سوال کیا۔ کہ سُوْرَۃُ الرَّحْمٰن میں فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ کے تکرار میں کیا حکمت ہے۔ سب حاضرین نے اس استفسار پر خوشی کا اظہار کیا۔ خاکسار نے اللہ تعالیٰ کے حضور جواب کے لئے توجہ کی اور اس سوال کا جواب حاضرین کے سامنے پیش کیا۔ ذیل میں اس جواب کا خلاصہ تحریر کیا جاتا ہے:۔

میرا جواب

قرآن کریم خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور قانونِ قدرت اس کا فعل ہے۔ گویا قرآن کریم خدا تعالیٰ کی قولی کتاب ہے۔ اور قانونِ قدرت اس کی فعلی کتاب اور قول کی صداقت کے ثبوت کے لئے بہترین شہادت فعل سے ہی پیش کی جاسکتی ہے۔

جب ہم قرآن کریم کی قولی کتاب کے مقابل پر خدا تعالیٰ کی فعلی کتاب پر نگاہ ڈالتے ہیں۔ اور اس پر غور کرتے ہیں۔ تو ہمیں صفات و افعالِ الٰہیہ کے ظہور میں ہر آن تکرار کا سلسلہ نظر آتا ہے اور اگر اس تکرار کا فقدان فرض کیا جائے تو سلسلۂ موجودات کا فقدان لازم آتا ہے۔ اور فنا اور عدم کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر انسانی وجود کی تخلیق میں تکرار کے مسلسل نظارے سامنے آرہے ہیں۔ اور پھر انسانی جسم کے اندر بھی بالوں کا بار بار تکرار صفتِ خلق کے ذریعہ سے ظہور میں آیا ہے۔ ایسا ہی انسانی جسم میں دانتوں پسلیوں آنتوں اور انگلیوں وغیرہ کا بھی تکرار ہے۔ اسی طرح انسان کی ہر قوت اور حس اپنے وظیفہ کو تکرار کے ساتھ عمل میں لا رہی ہے۔ یہ تکرار بے فائدہ اور عبث نہیں۔ بلکہ اپنے اندر بے شمار

فوائد اور حسن کے پہلو رکھتا ہے۔ درختوں کے پتوں۔ پھولوں اور پھلوں کے تکرار سے یقیناً ان میں نفع اور خوبصورتی کی زیادتی ہوتی ہے۔ گلاب کے پھول کی ایک ایک پتی اپنے تکرار کی وجہ سے ہی خوشنما اور دلفریب نظر آتی ہے۔

پس جب خدا تعالےٰ کی فعلی کتاب میں تکرار سے انواع و اقسام کے محاسن پیدا ہوتے ہیں۔ اور جس جگہ کسی عضو یا حصہ میں تکرار نہیں پایا جاتا۔ اس کے فعل میں تکرار ضرور پایا جاتا ہے۔ مثلاً انسانی جسم میں بالوں اور دانتوں وغیرہ میں تکرار ہے۔ مگر منہ زبان، سر، دل اور جگر کے عضو میں تکرار نہیں پایا جاتا۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اعضاء کے افعال میں تکرار پایا جاتا ہے۔

"سورۃ رحمان" پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ کے الفاظ اکتیس دفعہ وارد ہوئے ہیں۔ یہ سورہ شریفہ ان آیات سے شروع ہوتی ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ ۝ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدٰنِ ۝ وَالسَّمَآءَ رَفَعَھَا وَوَضَعَ الْمِیْزَانَ اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ ۝ وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ وَالْاَرْضَ وَضَعَھَا لِلْاَنَامِ ۝ فِیْھَا فَاکِھَۃٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَکْمَامِ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّیْحَانُ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝

ان آیات سے ظاہر ہے کہ اس سورت کا آغاز خدا تعالےٰ کے صفاتی ناموں میں سے اسم الرَّحْمٰن سے فرمایا گیا ہے۔ اور رحمٰن کا افاضہ اس رحم اور رحمت کے فیوض سے تعلق رکھتا ہے جن کا ظہور بغیر کسی محنت۔ درخواست اور دعا کے خود بخود بلا کسی معاوضہ اور مبادلہ کے ہوتا ہے اور اگرچہ صفتِ رحمانیت کا ظہور انواع و اقسام کی مخلوقات میں ہو رہا ہے۔ لیکن اس سورۃ میں رحمانیت کے اس افاضہ کا ذکر خاص طور پر کیا گیا ہے۔ جس کا تعلق انسان سے ہے۔ اس افاضہ کے ذریعہ سے اسکو قانونِ شریعت کا علم دیکر اسے قانون کا حامل بنایا گیا ہے۔ تا ایک طرف اسے اللہ تعالےٰ کی کامل معرفت حاصل ہو۔ اور دوسری طرف مخلوقات کے ساتھ اس کے تمدنی، معاشرتی اور اخلاقی تعلقات متوازن و استوار ہوں۔ اور وہ خدا تعالےٰ کی کامل

محبت اور اطاعت اور عبادت سے اس کی خلافتِ کبریٰ کے منصبِ جلیل پر فائز ہو۔ اور مخلوق کا ہمدرد و محسن ہونے سے مخلوق کی نمائندگی اور نیابت میں خلافتِ صغریٰ کی عزت و برتری بھی حاصل کرے۔ اور آیت بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ کی رو سے اپنے خالق کا مسلم اور دلی فرمانبردار اور مخلوق کے لئے محسن اور دلی خیر خواہ بنے۔ انسان کو مخدوم العالمین ہونے کا شرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے۔ کہ وہ معبود العالمین خدا کو اس کی شانِ الوہیت کے ہر مرتبہ میں واحد لاشریک یقین کرے۔ اور اعتقادی اور عملی لحاظ سے اس یقین پر استوار ہو۔ اور انفسی اور آفاقی طور پر اللہ تعالٰے کی بے نظیر اور بے ہمتا ذات کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ ٹھہرائے۔

انسان کے کفر و شرک یا فسق و فجور میں مبتلا ہونے کا اصل باعث اس کی علم صحیح سے محرومی ہے۔ اور یہی جہالت کی ظلمت و تاریکی ہے۔ جس سے انسان اپنی ہوا و ہوس میں مبتلا ہو کر افراط و تفریط کی کجی اختیار کر لیتا ہے۔ اور اعتدال سے بھٹک جاتا ہے۔ پس انسان کو اعلٰے استعدادیں عطا کرنے کے لئے اللہ تعالٰے نے اسے اپنے رحمانی فیض سے علمِ صحیح اور اسکے حصول کے سامان عطا فرمائے۔ ایک طرف اسمیں علم حاصل کرنے کی قابلیت ودیعت کی۔ اور دوسری طرف معلّم کی حیثیت میں اسے قوت بیانیہ اور ملکۂ تقریر عطا کیا۔ یہ انسان کا ہی خاصہ ہے کہ وہ جو کچھ سیکھتا ہے۔ اپنی قوت بیانیہ سے ہزارہا دوسرے لوگوں کو سکھا سکتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالٰے کے انبیاء وحیِ الٰہی سے جو کچھ حاصل کرتے ہیں وہ دوسرے لوگوں کے سامنے بیان کر دیتے ہیں۔ اور اسی طرح وہ لوگ بھی علمِ صحیح سے شناسا ہو جاتے ہیں۔

سورۂ رحمان میں اللہ تعالٰے کی صفت رحمانیہ کے افاضات کو نمایاں طور پر پیش کیا گیا ہے۔ انسان کی ابتدائی ضروریات عمومی رنگ میں چھ سمجھی جاتی ہیں۔ یعنی ماکولات مشروبات۔ بول و براز۔ ہوا اور نیند۔ ان ضروریات کے پورا نہ ہونے پر انسان تکلیف محسوس کرتا ہے۔ بلکہ انسانی زندگی کا قیام ان چیزوں پر ہے۔ اور ان کی بار بار حاجت اور ضرورت پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ ہستی جو ان ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ابتدائی طور پر مسبب الاسباب ہے۔ ہر دم شکریہ کی مستحق ہے۔ اور اگر تمام اسبابِ زیست پر غور کیا جائے۔ خواہ وہ اسباب عناصر میں سے ہوں یا موالید میں سے۔ یا اجرام سماویہ میں سے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ مخلوقات کا یہ تمام سلسلہ اسی منبع سے نکلا ہے جو ذاتِ باری تعالٰے ہے۔ اور کائنات کی اصل علت اور

سبب ہے۔ انسان جوں جوں معرفت کی نگاہ سے ان چیزوں پر غور کرتا ہے۔ اس پر یہ راز منکشف ہوتا جاتا ہے کہ علل و معلولات کا تمام سلسلہ اللہ تعالےٰ کی ذات پر ہی منتہی ہوتا ہے۔ اور عالمین کا ذرّہ ذرّہ اللہ تعالےٰ کی ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت اور مالکیت کی شان کا آئینہ ہے۔

محجوب نگاہیں اللہ تعالےٰ کے فیوض کے بے پایاں سمندر کو اس طرح بھی دیکھ سکتی ہیں۔ کہ مثلاً ایک مخیر اور امیر آدمی لوگوں کو ایک عام ضیافت پر مدعو کرے۔ اور اپنے سینکڑوں خدام کے ذریعہ دستر خوان پر انواع و اقسام کے کھانے چُنے جانے کا انتظام کرے۔ اس وقت بے شک دستر خوان پر کھانا خدام کھلائینگے۔ اور مختلف نعماء سے مدعوین کو سیر کرینگے۔ اور بظاہر انہی کا احسان مہمانوں پر ہوگا۔ اور وہ قابلِ شکریہ بھی ہونگے۔ لیکن اگر اصل میزبان جو مہمانوں کو بلانے والا ہے دعوت کا انتظام نہ کرتا۔ اور ان سینکڑوں خدام کو کھانا کھلانے پر مقرر نہ کرتا تو کوئی مہمان بھی کھانا نہ کھا سکتا۔ اس صورت میں اگر ضیافت کھانے والے صرف خدام کا شکریہ ادا کر کے ہی چلے جائیں اور اصل محسن اور میزبان کا شکریہ نہ ادا کریں۔ تو یہ طریق یقیناً احسان شناسی کے منافی ہوگا۔

پس کامل درجہ معرفت کا یہ ہے کہ مخدوم اور خدّام۔ محسن اور احسانات۔ منعم اور نعماء میں فرق کو شناخت کیا جائے۔ اور ان فیوض کو بھی جو اللہ تعالےٰ کی صفتِ رحیمیت کے ماتحت حاصل ہوتے ہیں۔ اور جن کے حصول میں بہت سے درمیانی اسباب و وسائط اور کوشش اور جد و جہد کا دخل ہے اللہ تعالےٰ کی طرف سے یقین کیا جائے۔ اور اپنی نگاہ کو اسبابِ قریبہ سے آگے لیجا کر خالق الاسباب کی طرف اُٹھایا جائے۔

سورہ رحمان میں قرآنی علوم میں سے اس حصہ کی طرف جو روحانی فیوض سے تعلق رکھتا ہے خاص طور پر توجہ دلائی گئی ہے۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ اس میں آیت اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ میں شمسی اور قمری مہینوں کو بطور گنتی اور حساب کے ذریعہ کے پیش کیا گیا ہے۔ جس کی مزید تشریح سورۂ یونس کی آیت هو الذی جعل الشمس ضیاءً ..... الخ میں کی گئی ہے۔ قمری مہینے ۲۹ یا ۳۰ دن کے ہوتے ہیں۔ اور شمسی مہینہ میں ۳۰ یا ۳۱ دن ہوتے ہیں۔ گویا گنتی کے اعتبار سے مہینہ کی تکمیل ۳۱ کے ہندسے میں ہے۔ اور آیت فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ بھی اس سورۃ شریفہ میں ۳۱ بار دہرائی گئی ہے۔ یہ تعداد اس طرف اشارہ کرتی ہے

کہ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کے رحمانی فیوض کا جو انسان کو متواتر اور بار بار حاصل ہوتے ہیں۔
نمایاں طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ اور انسان کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ کہ وہ خدا جس نے اپنے رحمانی
افاضات سے یہ نعماء تمہارے لئے پیدا کی ہیں۔ جو تمہارا محسن آقا اور ربّ العالمین ہے اور
اس نے تمہارے لئے جہانوں کے ذرہ ذرہ کو بطور فیوضِ ربوبیّت تمہاری پرورش ترقی اور
تکمیل کے لئے لگا رکھا ہے۔ کیا اس کی نعمتوں کی ناشکرگزاری کروگے۔ اور ان کو جھٹلاؤ گے
یہ نعمتیں تمہیں ہر آن مستفید اور متمتع کر رہی ہیں۔ اور برکت اور فیوض کے ان دروازوں کے
بند ہونے سے تمہاری زندگی ایک لمحہ کے لئے بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ ان حالات میں تمہارا
ان نعمتوں کو جھٹلانا سراسر مجنونانہ فعل ہے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ کے بار بار کے تکرار سے اللہ تعالیٰ نے
انسان کی فطرت خوابیدہ کو بیدار کیا ہے۔ کیونکہ تکرار میں بھی ایک قوتِ مُؤثِّرہ پائی جاتی ہے
مُصفّٰی پانی کا کنواں یا چشمہ نکالنے کے لئے کبھی پانچ یا دس ہاتھ کھدوائی کرنی پڑتی ہے۔
کبھی پندرہ یا بیس ہاتھ کھدوائی کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح انسانی فطرت کو بیدار
کرنے کے لئے کبھی ایک دفعہ کی تلقین کافی ہو جاتی ہے۔ کبھی دو دفعہ اور کبھی بار بار تکرار کی
ضرورت پڑتی ہے*۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ شریفہ میں اس آیت کا اکتیس دفعہ تکرار کرکے ماہِ کامل کے
ایام کی طرح مکمل طور پر فطرت انسانی کو ابھارنے کا طریق اختیار کیا ہے۔ اور انسان کو
رحمانی فیوض کے ماتحت نعماء کے لئے شکر ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔

اس موقعہ پر میں نے **رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ** کی تشریح کرتے
ہوئے اس بات کا بھی ذکر کیا۔ کہ دو مشرقوں اور دو مغربوں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کی بعثتِ اولیٰ اور بعثتِ ثانیہ کے زمانہ کے مشرق اور مغرب کی طرف بھی اشارہ پایا
جاتا ہے۔

میرے اس جواب پر حکیم مقصود علی صاحب نے اطمینان اور دوسرے حاضرین نے

حاشیہ:- * دنیوی شاعر ادیب بھی نظم و نثر میں بعض فقرات اور اشعار یا مصرعوں کو بار
بار دہراتے ہیں۔ تاکہ کوئی خاص مضمون مؤثر رنگ میں ذہن نشین ہو جائے۔

مسرت کا اظہار کیا۔ اور مجلس کھانے کے لئے برخواست ہوئی۔ کھانے کے بعد نواب صاحب محترم کی کوٹھی کے برآمدہ میں مہاراجہ سرکشن پرشاد صاحب وزیراعظم نے سورۃ اَلَمۡ نَشۡرَحۡ کی آیت اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا میں تکرار اور العسر کو دونوں دفعہ الف۔ لام کے ساتھ اور یسر کو بغیر الف۔ لام کے ذکر کرنے کے متعلق بھی استفسار کیا۔ جس کا تفصیلی جواب خاکسار نے حاضرین مجلس کے سامنے عرض کیا (اس سوال کا جواب دوسری جگہ تحریر میں لایا جائیگا۔ خاکسار مرتب)*

محترم چوہدری محمد عبد اللہ خان صاحب کے متعلق ایک واقعہ

کئی سال کی بات ہے۔ کہ خاکسار ایک تبلیغی وفد کے ساتھ صوبہ اڑیسہ میں گیا۔ اس وفد میں میرے علاوہ مکرمی مولوی محمد سلیم صاحب فاضل، مکرمی مہاشہ محمد عمر صاحب فاضل سنسکرت اور گیانی عباد اللہ صاحب بھی شامل تھے۔ ہم کلکتہ سے ہو کر کٹک۔ بھدرک۔ کیرنگ۔ سونگرہ اور جگن ناتھ پوری وغیرہ مقامات میں گئے۔ اس سلسلۂ میں ہم جمشید پور اور ٹاٹا نگر (جہاں لوہے کا عظیم الشان کارخانہ ہے) بھی گئے۔ ان دنوں جناب چوہدری محمد عبد اللہ صاحب برادر جناب سر چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب بالقابہ اس کارخانہ میں افسر اعلےٰ تھے۔ آپ کے ہاں چند دن تک ہمارا قیام رہا۔ ٹاٹا نگر میں ہمارے لیکچروں کا بہت عمدہ انتظام کیا گیا۔

جناب چوہدری صاحب نے جو نہایت مخلص خادمِ سلسلۂ ہیں۔ بہت اخلاص اور محبت کا ثبوت دیا۔ لیکن یہ دیکھکر مجھے بہت دکھ ہوا کہ آپ کی ایک ٹانگ گھٹنا کے اندرونی طرف ایک عصبی ورم کے باعث شدید درد اور ورم میں مبتلا تھی۔ اور باوجود کئی سال علاج کرانے کے شفایابی کی کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی تھی۔ اس تکلیف کیوجہ سے بعض ڈاکٹروں نے ٹانگ کاٹنے کا مشورہ دیا تھا۔

چوہدری صاحب نے مجھ پر حسن ظن رکھتے ہوئے مجھے بار بار دعا کے لئے کہا۔ میں جمشید پور

حاشیہ:۔ * اس مجلس میں حضرت مولوی عبد الرحیم صاحب نیّر رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی موجود تھے*

کے قیام کے دوران میں بھی دعا کرتا رہا۔ اور جمشید پور سے روانگی کے وقت جب احباب جماعت جن میں جناب چوہدری صاحب بھی تھے ہمیں رخصت کرنے کے لئے سٹیشن پر موجود تھے۔ میں نے انکی صحت یابی کے لئے خاص طور پر دعا کی۔ اس دعا کا خاص موقعہ اس لئے بھی پیدا ہوا کہ چوہدری صاحب نے ہمارے قیام جمشید پور کے دوران میں بہت اخلاص اور محبت کا ثبوت دیا۔ اور پھر باوجود معذوری کے تکلیف اٹھا کر سٹیشن پر بھی الوداع کہنے کے لئے تشریف لائے۔ میری طبیعت اس حسنِ سلوک سے بہت متاثر ہوئی۔ اور دعا کرنے کی طرف خاص طور پر توجہ پیدا ہوئی چنانچہ میں نے اجتماعی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور احباب کو بھی دعا کے لئے خاص طور پر توجہ دلائی۔

ابھی دعا ہو ہی رہی تھی کہ مجھ پر کشفی حالت طاری ہو گئی۔ اور میں نے دیکھا کہ چوہدری محمد عبداللہ صاحب کی ٹانگ بالکل درست حالت میں ہے۔ دعا کا سلسلہ ختم ہونے پر میں نے اس کشف کا ذکر احباب کے سامنے کر دیا۔ اور اس بنا پر مکرم چوہدری صاحب کو خاص طور پر امید دلائی۔ کہ ہوسکتا ہے کہ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن خدا آپ پر فضل فرمائے۔ اور شفایابی کی کوئی صورت پیدا فرمائے۔

کچھ عرصہ کے بعد اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ سامان ہوا کہ جناب چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب (جو ان دنوں لندن میں تھے) نے چوہدری محمد عبداللہ خاں صاحب کو علاج کے لئے لندن بلایا۔ اور وہاں پر بفضلہ تعالےٰ آپ کا کامیاب علاج ہو گیا۔ اور حالتِ صحت میں آپ واپس تشریف لائے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذَالِكَ۔

احمدی جماعت خوش قسمت ہے کہ قبولیت دعا کے یہ شیریں اور تازہ پھل سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی برکت سے ان کو میسر ہیں۔ اور ان پر آسمانی فیوض کی بارشیں ہوتی رہتی ہیں۔

ایک مُنذر کشفی نظارہ

مَیں پشاور میں بسلسلۂ تبلیغ مقیم تھا کہ اچانک مجھے کشفی طور پر دکھایا گیا۔ کہ محترم نواب اکبر یار جنگ صاحب بہادر جج ہائیکورٹ حیدرآباد (جو میرے نہایت ہی مخلص احباب میں سے ہیں) کے مکان کو آگ کے شعلوں نے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اور آپکے

مکان کے متصل اور ساتھ کے صحن میں ایک بہت بڑی دیگ گوشت کی پک رہی ہے۔ جس کے نیچے گیلا ایندھن جل رہا ہے۔ اور بکثرت دھواں اُٹھ رہا ہے اور وہ گوشت پکتا نہیں بلکہ کافی وقت گذرنے کے باوجود کچا ہی معلوم ہوتا ہے۔ اس کے چند دن بعد مجھے حضرت نواب صاحب موصوف کی طرف سے خط ملا کہ ان کا لڑکا عبدالحمید سخت علیل ہے۔ اس کو شدید دردِ چشم اور دردِ سر کا عارضہ لاحق ہے۔ اور باوجود علاج معالجہ میں حتی المقدور کوشش کے صحت نہیں ہوتی۔ محترم نواب صاحب علاوہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت بابرکت میں درخواست ہائے دعا کرنے کے اس حقیر خادم کو بھی بار بار دعا کے لئے لکھتے رہے۔ میں نے نواب صاحب کے اخلاص و محبت کے پیشِ نظر بالالتزام دعائیں کیں۔ جب بھی زیادہ توجہ اور خشوع سے دعا کا موقعہ ملتا۔ اور مجھے گونہ تسلی ہوتی۔ اس کے نتیجہ میں عزیز کو عارضی افاقہ ہو جاتا۔ لیکن پھر حالت بیماری کی شدت کی طرف عود کر آتی۔

انہی دنوں میں مَیں نے رویاء میں دیکھا۔ کہ نواب صاحب موصوف کے ہاں ایک نلکا ہے جس سے صاف و شفاف پانی نکل رہا ہے۔ اس کے بعد مجھے ایک دوسری رویاء دکھائی گئی۔ جس میں مَیں نے دیکھا کہ محترم نواب صاحب کی بیگم صاحبہ ماتمی لباس پہنے ہوئے چھوٹے قد و قامت کے ساتھ غمزدہ حالت میں ہیں۔ اور ایک خراب و خستہ چارپائی پر سکڑ کر لیٹی ہوئی ہیں۔ اور نواب صاحب کے مکان کے ارد گرد ایک لوہے کی باڑ ہے۔ جس کے اندر کی طرف ایک جگہ مَیں کرسی پر بیٹھا ہوا ہوں۔ اس لوہے کی باڑ کے باہر کی طرف عزیز عبدالحمید آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت اس کا جسم نہایت تندرست اور توانا نظر آتا ہے۔ اسے اس حالت میں دیکھ کر میں بہت تعجب کرتا ہوں۔ کہ وہ تو بہت بیمار سنا جاتا تھا۔ لیکن اب تو بالکل تندرست اور مضبوط نظر آتا ہے۔

اس کے چند دن بعد مجھے اطلاع ملی کہ عزیز عبدالحمید فوت ہو گیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مجھے اپنے خواب کی تعبیر یہ معلوم ہوئی کہ نلکے کے مصفّٰی پانی کے نواب صاحب کے ہاں چلنے سے یہ مراد تھی۔ کہ نواب صاحب اور ان کے گھر والوں کو عبدالحمید کی شدید علالت اور وفات کا ابتلاء پیش آئیگا۔ اور اس ابتلاء اور تقدیر مبرم کے امتحان کو صبر سے برداشت کرنے سے ان کو روحانی فائدہ تطہیر اور تقویت ایمانی نصیب ہوگی۔ اور عبدالحمید صاحب کو

لوہے کی باڑ سے باہر کی طرف تندرست و توانا دیکھنے سے یہ مراد تھی۔ کہ وہ قید حیات اور عنصری قفس سے آزاد ہو کر اس بیماری اور کمزوری سے نجات پا لینگے۔

تعبیر کی کتابوں میں اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے بھی یہ لکھا ہے کہ مریض کو حالتِ صحت میں دیکھنے سے بعض دفعہ بجائے صحت کے اس کی وفات مراد ہوتی ہے۔ کیونکہ وفات کے ذریعہ بھی انسان بالخصوص ایک نیک اور پاکباز انسان اپنی جملہ بیماریوں اور اسقام سے نجات پا لیتا ہے۔

میرا اپنا بھی تجربہ ہے کہ خواب میں کسی بیمار کو صحت یاب دیکھنے سے بعض دفعہ اس کی موت بھی مراد ہوتی ہے چنانچہ ایکدن میری اہلیہ کی بڑی ہمشیرہ مکرمہ رابعہ بی بی صاحبہ رو سخت بیمار ہوگئیں۔ بیماری نے طول پکڑا۔ اور وہ بہت لاغر اور کمزور ہوگئیں۔ میں نے حالتِ سفر میں خواب میں دیکھا کہ ہمشیرہ صاحبہ بہت فربہ اور مضبوط اور صحت مند ہیں۔ ابھی دنوں مجھے بذریعہ خط گھر سے اطلاع ملی کہ ہمشیرہ صاحبہ وفات پا گئی ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کے درجات بلند کرے اور اعلےٰ علیّین میں جگہ دے۔ آمین

مکرم خادم صاحب گجراتی کے متعلق کشفی نظارہ

خواب میں مریض کو تندرست و توانا دیکھنے کی تعبیر صحت بھی ہوتی ہے۔ ۱۹۴۵ء میں جب خاکسار واقفینِ تحریک جدید کی تعلیم کے سلسلہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت ڈلہوزی میں مقیم تھا۔ تو عزیزی مکرم ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم گجراتی کی شدید علالت کی اطلاع اخبار میں شائع ہوئی۔ خادم صاحب سلسلہ کے بہترین خدام میں سے ہیں بہت اعلےٰ مناظر ہیں۔ اور بدگو اور بدزبان دشمنوں کو مسکت جواب دینے میں مہارت رکھتے ہیں۔ سلسلہ کے علمی ذخائر اور معلومات کو آپ نے اپنی مشہور تبلیغی پاکٹ بک میں جمع کر کے سلسلہ کی اہم خدمت سرانجام دی ہے۔ میں ان کے اخلاص خدمات اور نفع مند وجود کا خیال کرتے ہوئے ان کی شفایابی کے لئے بہت توجہ سے دعا کرتا رہا۔

ایکدن اخبار الفضل میں خادم صاحب کی نازک حالت کا بیان شائع ہوا۔ تب میں نے اس خیال سے کہ یہ نوجوان سلسلۂ حقہ کے بہترین خدام میں سے ہے۔ اور اچھا کام

کرنے والا ہے۔ اور سلسلہ کو اس وقت ایسے خدام کی بہت ضرورت ہے۔ ان کی صحت کیلئے بہت تضرع سے دعا کی۔

تہجد کے وقت جب میں دعا کر رہا تھا۔ تو مجھ پر کشفی حالت طاری ہو گئی۔ اور میں نے دیکھا کہ عزیز مکرم خادم صاحب نہایت ہی عمدہ صحت کی حالت میں میرے سامنے آ گئے ہیں اور مجھ سے بہ لب تبسم ہنس ہنس کر باتیں کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے صبح اٹھ کر ان کی خدمت میں ایک اطلاعی کارڈ لکھ دیا۔ اس میں کچھ دعائیہ شعر بھی لکھے۔ اور کشف سے اطلاع دیتے ہوئے صحت کی امید دلائی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے بعد ان کو یوماً فیوماً صحت ہوتی گئی۔ اور پھر قادیان میں پوری صحت کے بعد مجھے ملے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ

اسی طرح غالباً ۱۹۴۹ء میں جب میں پشاور میں مقیم تھا۔ عزیز خادم صاحب کی بیماری کی اطلاع اخبار میں شائع ہوئی۔ ایک دن دعا کرتے ہوئے میں نے اس خیال سے کہ میں بوجہ ضعیف العمری کے اب زیادہ کام نہیں کر سکتا۔ لیکن عزیز خادم صاحب جوان ہمت اور سلسلہ کے لئے مفید وجود ہیں۔ اس لئے میری زندگی کے بقیہ ایام بھی خادم صاحب کو دیدیئے جائیں۔ تا کہ وہ زیادہ سے زیادہ خدماتِ دینیہ بجا لا سکیں۔ (اہل بیت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں سے اگر کوئی مقدس وجود علیل ہوں تو میں دعائے صحت کرتے ہوئے اکثر اسی طریق کو اختیار کرتا ہوں۔ اور اس امر کا واسطہ اللہ تعالیٰ کے حضور دیتا ہوں کہ اگر اس کی عام تقدیر میں صحتیابی ممکن نہیں۔ تو اس حقیر غلام کے بقیہ ایامِ زندگی ان کو دیکر صحت عطا فرمائی جائے۔ اور ہمارا سب کچھ دراصل انہی پاک وجودوں کی برکت سے ہے) اس موقعہ پر بھی پُر سوز دعا کرتے ہوئے میں نے کشفی طور پر خادم صاحب کو بالکل صحت مند اور تندرست دیکھا۔ اور اس کشفی بشارت سے صبح اُٹھ کر ان کو اطلاع دیدی۔ چنانچہ بزرگانِ سلسلہ خصوصاً سیدنا حضرت امیر المومنین المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعواتِ خاصہ سے خدا تعالیٰ کا فضل نازل ہوا اور خادم صاحب تھوڑے ہی دنوں میں بالکل شفایاب ہو گئے۔ اور اس کے بعد جلسہ سالانہ ربوہ میں سٹیج پر صحت کی حالت میں مجھے ملے۔ میری طبیعت آپ کو بحالت صحت دیکھکر بہت ہی مسرور ہوئی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ وَالشُّكْرُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

نواب احمد نواز جنگ صاحب کے متعلق واقعہ

غالباً ۱۹۵۰ء کے اپریل کے مہینے میں محترم نواب احمد نواز جنگ صاحب (جو حضرت سیٹھ عبداللہ

اللہ دین صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں) کے متعلق اطلاع شائع ہوئی کہ ان کو سرکار کی طرف سے حراست میں لے لیا گیا ہے۔ یہ خبر پڑھکر مجھے خاص طور پر دعا کے لئے تحریک ہوئی۔ بالخصوص اس لئے بھی کہ نواب صاحب حضرت سیٹھ صاحب کے بھائی ہیں۔ اور سیٹھ صاحب اپنے اخلاص ' تقوےٰ اور دینی خدمات کی وجہ سے سلسلہ کے ایک ممتاز رکن ہیں۔ میں نے متواتر کئی دن تک نواب صاحب موصوف کے لئے دعا کی۔ اور بوجہ تعلق محبت اور ہمدردانہ شفقت کے مجھے دعا کی اچھی توفیق میسر آگئی ۔

مئی کے پہلے ہفتہ میں میں نے کشفی طور پر دیکھا۔ کہ جناب سیٹھ عبداللہ اللہ دین صاحب مع جناب نواب اکبر یار جنگ صاحب کے میرے سامنے کھڑے ہیں۔ اور میں ان کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہوں کہ نواب احمد نواز جنگ اور ان کے صاحبزادہ (ان کے صاحبزادے بھی ان کے ساتھ ہی زیر حراست تھے) کے لئے دعا کی گئی ہے۔ وہ عنقریب رہا کر دیئے جائینگے۔ میں نے دوسرے دن اس کشف سے پشاور میں کئی دوستوں کو اطلاع بھی دیدی۔

چنانچہ ۱۸ مئی کے الفضل میں عزیزہ مکرمہ زینب حسن صاحبہ برادر زادی نواب احمد نواز جنگ صاحب کی طرف سے نواب صاحب کی رہائی کی اطلاع شائع ہوئی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ

یہ اللہ تعالےٰ کا خاص فضل و احسان ہے کہ اس نے اپنے اس عبد حقیر کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے مقدس خلفاء کے افاضہ سے یہ غیبی اطلاع دے کر نوازا فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

قبولیتِ دُعا کے متعلق میرا تجربہ

خاکسار حقیر خادم سلسلہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ وارضاہ کے ارشاد کے ماتحت جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیم و تربیت اور تبلیغ کے لئے مامور ہو کر لاہور میں مقیم ہوا ۔ ابتداء میں میرے قیام کا انتظام ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے اپنے مکان پر کرایا جو کہ نیلا گنبد کی سڑک کے کنارہ پر واقع ہے۔ علاوہ عام درس کے خواجہ کمال الدین صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مجھ سے قرآن کریم اور بعض کتب دینیہ متفرق اوقات میں پڑھتے۔ اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب صحیح بخاری پڑھتے۔ احمدیہ بلڈنگس کی مسجد میں باجماعت نماز ادا کی جاتی۔ اور نماز عصر یا مغرب کے بعد درس قرآن کریم دیا جاتا ۔

ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب ابتداً میں میرے متعلق بہت حسنِ ظن رکھتے تھے۔ اور اکثر مجھ سے دعائیں کراتے تھے۔ اور جب میں بعض امور کے متعلق الہام۔ کشف یا رؤیا کے ذریعہ کوئی اطلاع ان کو دیتا اور وہ اسی طرح پوری ہو جاتی۔ تو وہ بہت تعجب کا اظہار کرتے جس کے جواب میں مَیں یہی کہتا کہ اس میں میری کوئی خوبی نہیں۔ بلکہ یہ سب کچھ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی روحانی برکات اور قوّتِ قدسیّہ کا نتیجہ ہے ؎

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اسی طرح خواجہ کمال الدین صاحب اور مرزا یعقوب بیگ صاحب بھی حسنِ ظن رکھتے تھے اور اکثر دعا کے لئے کہتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جب میں خاص توجہ سے دعا کرتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے جواب مل جاتا۔ کہ یہ کام ہو جائے گا۔ یا اس طرح ہو جائے گا۔ یا تقدیر مبرم کی وجہ سے اس کا ہونا ممکن نہیں۔

اور میرا یہ ایمان ہے اور مَیں ایک لمبے تجربہ سے اس عقیدہ پر قائم ہوں کہ دعا کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضرور ملتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور چالیس دن تک متواتر توجہ سے دعا کرنے سے ضرور ہی جواب ملتا ہے۔ خواہ جواب اُس کی رحمت کے نشان کے طور پر اثبات میں ملے۔ یا حکمت کے نشان کے طور پر نفی میں ملے۔ اور قرآن کریم میں اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اور اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ کا وعدہ بالکل سچا اور کلام واثق ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے جو طریق استخارہ سکھایا اس پر عمل کرنے سے یقیناً جواب مل جاتا ہے۔ اور بسا اوقات جن لوگوں پر یہ فیضان بند ہو ان پر بھی الہام کشف یا رؤیائے صالحہ کا فیضان دعائے استخارہ کی برکت سے کھل جاتا ہے۔

فیضانِ خداوندی

مَیں اِس بارہ میں خود صاحبِ تجربہ ہوں۔ کیونکہ میں وہ ہوں کہ باوجود صدہا کمزوریوں۔ کوتاہیوں اور غفلتوں کے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے فیوض سے مجھے یہ برکت بھی عطا ہوئی ہے۔ کہ میں نے بارہا اللہ تعالیٰ کی قدّوس ذات کو دیکھا اور اس کے دیدار کے علاوہ اس کے کلام کو بھی سنا۔ اور بارہا اس شیریں اور زندگی بخش کلام کو سنا۔ اور پھر اس کے ملائکہ کو دیکھا۔ اور ان کے کلام کو بھی سنا۔ اور خدا تعالیٰ کے کئی اولوالعزم نبیوں کو دیکھا۔ اور اُن کے کلام کو سنا۔ اور ان سے ملاقات کی۔ بلکہ حضرت سرورِ کائنات فخرِ موجودات

حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی بارہا زیارت نصیب ہوئی۔ اور حضور کا مقدس کلام سنا

مَیں نے عالم ملکوت کی سیر بھی کی۔ اور مجھے فرش سے عرش تک جانے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ بلکہ دائرہ خلق سے اوپر اور وراء الوراء جسے لامکان کہتے ہیں وہ بھی میری سیرگاہ میں شامل کیا گیا۔ لیکن باوجود اس بلند پروازی کے عالم لاہوت کے بحر محیط اور عمیق سے جو کچھ مجھے ملا وہ ایک قطرہ سے بھی کروڑوں درجہ کم محسوس ہوا۔

مَیں دعاؤں کا سلسلہ اس حد تک جاری رکھنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے مجھے دعا کا جواب مل جائے۔ اور میرے نزدیک دعا کے لئے یہی حد ہے۔ کہ جب تک جواب نہ ملے دعا کا سلسلہ جاری رکھا جائے۔

مسلمانوں ہاں حقیقی اسلام کے ماننے والوں پر یہ خدا تعالےٰ کا عظیم الشان فضل ہے اس نے سیدنا و مولٰنا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور نائب الرسولؐ حضرت احمدؑ علیہ السلام کے افاضات اور برکات سے ان کو قبولیت دعا کی نعمتِ عظمےٰ عطا فرمائی۔ جو لوگ اس نعمت کو نہیں سمجھتے۔ اور اس کی قدر نہیں کرتے کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ امت محمدیہ کے افراد اسرائیلی مردوں اور عورتوں سے بھی گئے گذرے ہیں مگر اسرائیلیوں کو تو اللہ تعالےٰ کا مکالمہ مخاطبہ ہوا۔ لیکن امتِ محمدیہ جیسی خیرِ امت اس سے محروم ہے۔

پس یہ نہایت ہی ضروری ہے کہ دعاؤں کی عادت ڈالی جائے۔ اور اس سلسلہ کو کبھی منقطع نہ کیا جائے۔ دعاؤں کے ذریعہ سے ہی اللہ تعالےٰ اپنے بندے کی طرف خاص رحمت اور رأفت سے متوجہ ہوتا ہے۔ اس تعلق میں مجھے اللہ تعالےٰ کی صفتِ رحمانیت کے وسیع ترین بلا مبادلہ اور بلا معاوضہ فیوض کی بارشوں پر غور کرنے سے بہت ہی فائدہ ہوا۔ جو محسن اور فیاض ہستی از خود ہمارے وجود کے ذرہ ذرہ کو اور اس کے ہر عضو اور ہر قوت اور ہر حس کو پیدا کر کے اس کے قیام و بقا کے انتظام کے لئے تمام عالمین کو ہمارے تعاون میں لگائے ہوئے ہے۔ اور ہر لمحہ اور ہر آن اپنی رحمتوں کی بارشیں ہمارے اوپر برسا رہی ہے۔ اس کے متعلق یہ سوءظن کہ اس کو ہماری کیا پرواہ ہے۔ اور وہ ہماری التجائیں کیونکر سنے گی۔ ایک شیطانی وسوسہ ہے۔ بے شک خدا تعالےٰ غنی ہے۔ اور اس کو کسی کی پرواہ نہیں۔ لیکن وہ خاص فیاضانہ اور محسنانہ شان رکھتا ہے۔ اور اس میں بخل کا کوئی شائبہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اسلامی تعلیم

کی رو سے یعنی اَلْبَخِیْلُ عَدُوُّاللہِ کے ارشاد کے ماتحت بخل محسن خدا کی شان نہیں۔ بلکہ اس کے دشمنوں کا طریق ہے۔

ڈاکٹر سیّد محمّد حسین صاحب کے بچّہ کو معجزانہ شفا

مَیں سطورِ بالا میں ڈاکٹر سیّد محمّد حسین شاہ صاحب کے متعلق ذکر کر رہا تھا کہ ان کو مجھ پر ابتداء میں حسنِ ظن تھا۔ بلکہ قبولیتِ دعا کے متعدد واقعات دیکھکر ان کی اہلیہ صاحبہ بھی جو شیعہ مذہب رکھتی تھیں مجھ پر حسنِ ظنی کرتی تھیں۔ اور اکثر دعا کے لئے کہتی تھیں۔ ایک دفعہ ان کا چھوٹا لڑکا بشیر حسین بعمر چھ سات سال سخت بیمار ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب خود بھی خاص توجہ سے اس کا علاج کرتے۔ اور دوسرے ماہر ڈاکٹروں اور طبیبوں سے بھی اس کے علاج کے لئے مشورہ کرتے تھے۔ لیکن بچّہ کی بیماری دن بدن بڑھتی چلی گئی۔ یہانتک کہ ایک دن اس کی حالت اس قدر نازک ہو گئی کہ ڈاکٹر صاحب اس کی صحت سے بالکل مایوس ہو گئے۔ اور یہ دیکھتے ہوئے کہ اس کا وقتِ نزاع آپہنچا ہے۔ گورکنوں کو قبر کھودنے کے لئے کہنے کے واسطے اور دوسرے انتظامات کے لئے باہر چلے گئے۔

اِس نازک حالت میں ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ نے بڑے عجز و انکسار اور چشمِ اشکبار سے مجھے بچّہ کے لئے دعا کے واسطے کہا۔ میں ان کے الحاح اور عاجزی اور بچہ کی نازک حالت سے بہت متأثر ہوا اور میں نے پوچھا کہ یہ رونے کی آواز کہاں سے آرہی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ بعض رشتہ دار عورتیں اللہ بشیر کی مایوس کن حالت کے پیشِ نظر اظہار غم و الم کر رہی ہیں۔

میں نے کہا۔ کہ میں دعا کرتا ہوں۔ لیکن اس شرط پر کہ آپ سب بشیر کی چارپائی کے پاس سے دوسرے کمرے میں چلی جائیں۔ اور بجائے رونے کے اللہ تعالےٰ کے حضور دعا میں لگ جائیں۔ اور بشیر حسین کی چارپائی کے پاس جائے نماز بچھا دیا جائے۔ تا میں نماز اور دعا میں مشغول ہو جاؤں۔ والدہ صاحبہ بشیر حسین نے اس کی تعمیل کی۔ مجھے اس وقت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان فرمودہ قبولیتِ دعا کا گر یاد آگیا۔ اور میں کمرہ سے باہر نکل کر کیلیانوالی سڑک کے کنارے جا کھڑا ہوا۔ اور ایک ضعیف اور بوڑھی غریب عورت کو جو وہاں سے گذر رہی تھی آواز دیکر بلایا۔ اور اس کی جھولی میں ایک روپیہ ڈالتے ہوئے اسے صدقہ کو قبول کرنے اور

مریض کے لئے جن کے واسطے صدقہ دیا تھا دعا کرنے کے لئے درخواست کی۔

اسکے بعد میں خود مریض کے کمرہ میں واپس آکر نماز و دعا میں مشغول ہوگیا۔ اور سورہ فاتحہ کے لفظ لفظ کو خدا تعالےٰ کی خاص توفیق سے حصولِ شفاء کے لئے رقت اور تضرع سے پڑھا۔ اس وقت میری آنکھیں اشکبار اور دل رقت اور جوش سے بھرا ہوا تھا۔ اور ساتھ ہی مجھے محسوس ہو رہا تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنی شانِ کریمانہ کا ضرور جلوہ دکھائے گا۔ پہلی رکعت میں میں نے سورہ یٰسین پڑھی۔ اور رکوع و سجود میں بھی دعا کرتا رہا جب میں ابھی سجدہ میں ہی تھا۔ کہ بشیر حسین چارپائی پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا کہ میرے شاہ جی کہاں ہیں۔ میری اماں کہاں ہے۔ میں نے اس کی آواز سے سمجھ لیا کہ دعا کا تیر نشانہ پر لگ چکا ہے۔ اور بقیہ نماز اختصار سے پڑھ کر سلام پھیرا۔

میں نے بشیر حسین سے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے پانی پینا ہے۔ اتنے میں بشیر کی والدہ آئیں۔ اور کمرے کے باہر سے ہی کہنے لگیں کہ مولوی صاحب! آپ کس سے باتیں کر رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ اندر آکر دیکھو۔ جب وہ پردہ کر کے کمرہ میں آئیں تو کیا دیکھتی ہیں۔ کہ عزیز بشیر چارپائی پر بیٹھا ہے۔ اور پانی مانگ رہا ہے۔ تب انہوں نے اللہ تعالےٰ کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور بچے کو پانی پلایا۔

ابھی چند منٹ ہی گذرے تھے کہ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب بھی آگئے۔ اور یہ نظارہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ جب گھر والوں نے پوچھا کہ کہاں گئے تھے۔ تو قبر کے انتظام کا راز تو دل میں رکھا۔ اور خدا تعالےٰ کا شکریہ ادا کیا۔

والدہ صاحبہ بشیر حسین نے ڈاکٹر صاحب کو کہا کہ آپ کی ڈاکٹری کا امتحان کر لیا ہے۔ جو کچھ اہل اللہ کی دعائیں کر سکتی ہیں وہ ماہر فن ڈاکٹروں اور طبیبوں سے نہیں ہو سکتا۔

افسوس ہے کہ خلافتِ ثانیہ کے عہدِ سعادت میں ڈاکٹر صاحب اور ان کے دوسرے ساتھی عداوت سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ کے باعث خلافت کے ساتھ وابستگی سے محروم ہو گئے۔ ان واقعات کا تفصیلی ذکر میں دوسرے مقام پر تحریر کر چکا ہوں۔ خلافت جماعت کے لئے ایک نعمتِ عظمیٰ ہے۔ اور اس کے ساتھ خدا تعالےٰ کی خاص برکتیں اور انعامات وابستہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں ان کا مورد بنائے۔ اور شمعِ خلافتِ حقہ احمدیہ کے اردگرد پروانوں کی طرح قربانی دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

کامیابی کے گُر

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایک دفعہ بعد نماز عصر قرآن کریم کا درس فرما رہے تھے۔ آپ نے سورۂ بقرہ کے پہلے رکوع کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ قرآن کریم سب کا سب ہی اپنے اندر فیوض و انوار کے خزانے رکھتا ہے۔ اور اس کے عجائبات کی کوئی حد نہیں لیکن افسوس ہے کہ مسلمان اپنی ناداری اور بے کسی کا ازالہ اِدھر اُدھر سے تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ اور قرآن کریم کے بیان فرمودہ اصولوں کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

سورۂ بقرہ کے پہلے رکوع میں کامیابی اور فلاح حاصل کرنے کے لئے تین امور پیش کئے گئے ہیں۔ اسمیں متقیوں کے لئے مُفْلِحُوْنَ یعنی "کامیابی حاصل کرنے والے لوگ" کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اور متقیوں کی تین صفات بیان کی گئی ہیں۔ اوّل یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ یعنی جب وہ کسی کام کو شروع کرتے ہیں۔ تو اس کے انجام کے متعلق تذبذب اور شک میں نہیں ہوتے۔ بلکہ یقین رکھتے ہیں۔ اور اس پر بصیرت سے قائم ہوتے ہیں۔ کہ انجام کار وہ کامیاب و بامراد ہو جائینگے

دوسری صفت یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ ہے۔ یعنی وہ کامیابی حاصل کرنے کے لئے صرف اپنی کوشش اور جد و جہد پر انحصار نہیں کرتے۔ بلکہ قادر مطلق اور مسبب الاسباب خدا کے آستانۂ الوہیت پر جھکتے ہیں۔ اور مقصد برآری کے لئے اسکی تائید و نصرت کے طلب گار ہوتے ہیں۔ اور وہ رحیم و کریم خدا جس نے اپنی شان اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَ یَکْشِفُ السُّوْٓءَ کے الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔ یعنی خدا تعالےٰ ہی وہ قدوس و رحیم ہستی ہے کہ جب کوئی مصیبت زدہ اور مضطر انسان اپنی تکلیف کا اظہار اس کے سامنے کرتا ہے تو وہ اس کی التجا کو سنتا اور جواب دیتا ہے۔ اور اس کی تکلیف اور مشکل کو دُور کر کے اسکو کامیابی کے دروازہ کی طرف لے آتا ہے۔ ایسے متقیوں کو ضرور کامیابی عطا فرماتا ہے۔

تیسری صفت کامیاب ہونے والے متقیوں کی وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ بیان فرمائی گئی ہے۔ یعنی جو کچھ مال و دولت وغیرہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو دی ہے اس میں سے خدا تعالےٰ کے لئے خرچ کرے۔ خصوصاً غرباء اور محتاجوں کو صدقات اور خیرات کے طور پر حسب توفیق کچھ دے اگر مشکلات انسان کے بعض گناہوں کیوجہ سے آئی ہیں۔ تو حسب ارشاد اَلصَّدَقَۃُ تُطْفِیُٔ غَضَبَ الرَّبِّ (صدقات اللہ تعالےٰ کے غضب کی آگ کو بجھا دیتے ہیں۔) انسان جب اللہ تعالےٰ

کی مخلوق پر رحم کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ جو ارحم الراحمین ہے۔ وہ بھی اس پر رجوع برحمت کر کے اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ اس کی مصیبت اور دُکھ دور ہو جائینگے۔ اور وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جائے گا۔

اس سورہ شریفہ میں اور بھی بہت سے گُر کامیابی کے فرمائے گئے ہیں۔ جن کی تشریح حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ میں نے ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب کے لڑکے کی بیماری کے وقت انہیں تین باتوں کو مدّ نظر رکھا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اس لئے اس جگہ انہی کا ذکر کر دیا ہے۔ کامیابی حاصل کرنے کے ان اصولوں پر عمل کر کے میں نے بارہا فائدہ اٹھایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بہت سی مشکلات سے نجات دی ہے۔ اور مقاصد کے حصول میں کامیابی بخشی ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بیعت حضرت اقدس علیہ السّلام

جب میں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام کی بیعت کی تو اس سے پہلے میری حالت بہت مجبورانہ تھی۔ اور میں علم کی کمی اور نفس امارہ کی تاریکیوں میں سرگرداں تھا۔ اور تاریک تصوّرات اور پُر ظلمت تخیّلات کے دائرہ کے اندر میرے احساسات کی رَو چلتی تھی۔

حضرت اقدس علیہ السّلام نے بیعت لیتے وقت مجھے کلمہ شہادت پڑھایا۔ اور پھر تین دفعہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ کا تکرار فرمایا۔ اس کے بعد دعا رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ اور اس کا ترجمہ دو دفعہ پڑھوایا۔ ترجمہ حضور اقدس نے ان الفاظ میں فرمایا:-

"اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں پس میرے گناہ بخش کہ تیرے سوا کوئی گناہ بخشنے والا نہیں۔"

بیعت کے بعد حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسّلام بالعموم ان الفاظ میں بیعت کنندگان کے لئے دعا فرماتے:-

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَثَبِّتْهُمْ عَلَى الْاِيْمَانِ

یعنی اے اللہ ان بیعت کرنے والوں کو بخش دے اور ان پر رحم فرما۔ اور ان کو ایمان میں ثابت قدمی

عطا فرما۔ آمین

بیعت کے بعد سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام کی توجہاتِ کریمانہ، دعوات خاصہ اور انفاسِ قدسیہ کی برکت سے میری مجوبانہ حالت اصلاح پذیر ہوتی گئی۔ اور میری حالت جو مردہ زمین کی طرح تھی۔ آسمانی بارش سے اس میں قوت نامیہ پیدا ہو گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھ حقیر پر اپنے فضل و کرم اور نور و برکت کی بے شمار بارشیں نازل کیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی نَوَالِہٖ

بلدۂ سہسرام میں توحیدِ الٰہی پر تقریر

ایک مرتبہ کی بات ہے کہ ایک تبلیغی وفد جو حضرت علامہ مولوی محمد سرور شاہ صاحب رض و حضرت علامہ حافظ روشن علی صاحب رض اور خاکسار پر مشتمل تھا۔ مختلف مقامات سے گذرتے ہوئے سہسرام شہر میں پہونچا۔ اس شہر میں شیر شاہ سوری کا عظیم الشان مقبرہ ہے۔ شاہی مسجد میں ہماری تقریروں کا انتظام کیا گیا۔ مجھے توحید باری تعالیٰ کے موضوع پر تقریر کرنے کے لئے ارشاد فرمایا گیا۔

میں نے آیت فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا۔ یعنی "خدا تعالیٰ کو اس طرح یاد کرو جس طرح تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی بڑھکر اللہ تعالیٰ کے لئے غیرت کا جذبہ رکھتے ہوئے اس کا ذکر کیا کرو" سے استدلال کرتے ہوئے تفصیل سے بیان کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کا مسئلہ سمجھانے کے لئے باپ اور بیٹے کے رشتہ کی مثال بیان کی ہے بیٹا ہمیشہ موحد ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے لئے ایک ہی باپ میں اپنی اور اپنی ماں کی عزت سمجھتا ہے۔ اور اپنے باپ کے ساتھ کسی کے شریک ٹھہرانے کو اپنے لئے اور اپنی والدہ کے لئے باعثِ توہین اور ہتک سمجھتا ہے۔ اسی طرح عورت کے لئے شوہر بھی ایک ہی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ کے ارشاد میں اسی طرح کی غیرت اپنے متعلق پیش کی ہے۔ کہ انسان جس طرح اپنے باپ کو واحد قرار دینے میں اپنی عزت سمجھتا ہے۔ اسی طرح وہ اپنے اللہ کو بھی ایک ہی قرار دے۔ اور اس کی توحید میں ہی اپنی سب عزت سمجھے۔ بلکہ باپ سے بھی بڑھکر اپنے خدا کی توحید کے لئے غیرت دکھانے والا ہو۔ کیونکہ باپ مخلوق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ اور باپ کے متعلق شرک کو جس طرح گندی گالی اور قابل نفرت اور کراہت سمجھتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کو بھی قابل نفرت اور

کراہت یقین کرے۔

اور جس طرح شوہر والی عورت کے لئے کسی غیر آدمی سے تعلق قائم کرنا یا زنا کرنا شوہر کے نزدیک قابلِ برداشت اور قابلِ عفو جرم نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی شرک کو ناقابلِ مغفرت گناہ قرار دیتا ہے۔ کیونکہ جس طرح عورت کے لئے شوہر ایک ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح عبد (انسان) کے لئے معبود خدا ایک ہی ہے۔

اس مسئلہ کو میں نے قرآنی آیات واحادیث سے تشریح کے ساتھ بیان کیا۔ جو خدا تعالیٰ کے فضل سے حاضرینِ مجلس کے لئے مسرت کا باعث ہوا۔

شہر اٹاوہ میں

اسی طرح سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ سعادت میں علماء کی طرف سے اٹاوہ میں کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھی منتظمین نے احمدیہ جماعت کا وفد بھیجنے کی درخواست کی۔ حضور نے اس تقریب میں شمولیت کے لئے خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم۔ ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب مرحوم، شیخ محمد تیمور صاحب اور خاکسار کو ارشاد فرمایا۔ اس موقعہ پر ہندوستان کے طول و عرض سے علماء کا عظیم الشان اجتماع ہوا۔ دہلی سے جناب مولوی عبدالحق صاحب مؤلف تفسیر حقانی بنارس سے جناب مولوی ابوالقاسم صاحب اور لکھنؤ سے جناب سید سجاد حسین صاحب مجتہد العصر مشہور علماء میں سے شاملِ جلسہ ہوئے۔

پہلا اجلاس جناب صاحبِ تفسیرِ حقانی کی زیرِ صدارت ہوا۔ اور اس میں مطبوعہ پروگرام کے ماتحت میری تقریر "توحیدِ الٰہی" کے موضوع پر رکھی گئی۔ میں نے اس وقت جو تقریر کی اس کا کچھ خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

۱۔ دنیا میں جب سے انسان پیدا ہوا ہے۔ اور تعلیم و تعلّم کے ذریعہ سے اور انبیاءِ کرام کی وحی کے ذریعہ سے اس کی رہنمائی کی گئی ہے۔ باوجود صدہا قسم کے اختلافات کے خدا تعالیٰ کی ہستی اور توحید کے عقیدہ کے متعلق اصولی طور پر اتفاق پایا جاتا ہے۔ اور تاریخی طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی اور رسول خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کی توحید کی تعلیم کو مقدم رکھتا رہا ہے۔ اور جب بھی اس عقیدہ میں نقص اور فساد پیدا ہوا خدا تعالیٰ کے انبیاء بطور مصلح کے مبعوث ہوتے رہے۔ دہریت اور شرک کا قلع قمع کرتے رہے۔ اور لوگوں کو صراطِ مستقیم کی طرف

رہنمائی کرتے رہے۔

۲۔ **دہریت** کا عقیدہ تکبر۔ غرور خودروی اور خود پسندی سے پیدا ہوتا ہے۔ اور شرک کا عقیدہ مخلوق کی بے جا محبت۔ عدمِ معرفت اور جہالت کی تاریکی سے پیدا ہوتا ہے

قرآن کریم میں دہریت کا نمونہ نمرود اور فرعونِ مصر کے ذکر سے پیش کیا گیا ہے۔ اور شرک کا نمونہ قومِ نوح۔ قومِ عاد اور مشرکانِ مکہ و عرب کے ذکر سے پیش کیا گیا ہے۔

۳۔ **توحید** کی تعلیم کو خدا تعالےٰ کے نبی علاوہ علمی دلائل اور عقلی استدلالات کے بشیر اور نذیر کی حیثیت میں تبشیری اور انذاری نشانات کے ذریعہ بھی لوگوں کو دیتے اور مومنوں کے ایمانوں کو زندہ خدا کی ہستی کے متعلق مضبوط کرتے۔ اور منکروں اور کافروں پر انذاری نشانات سے اتمامِ حجت کرتے ہیں۔ اس طرح مومن اور کافر میں فرق قائم ہو جاتا ہے۔ اور مومن کامل توحید پر قائم ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح توحیدِ الٰہی دنیا میں پھیلتی ہے۔

قومِ نوح، قومِ ہود، قومِ صالح، قومِ لوط اور فرعونیوں کو اتمامِ حجت کے بعد ہی ہلاک کیا گیا۔ وہ فرعون جو اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى اور لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِىْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ کے بلند بانگ دعاوی کرتا تھا۔ اور تکبر اور غرور سے سرشار تھا۔ اس پر حضرت موسےٰ علیہ السلام نے معجزات وآیاتِ بیّنات کے ذریعہ سے اتمامِ حجت کی۔ اور جب اس نے پھر بھی سرکشی دکھائی۔ تو طوفانِ آب اس پر مسلّط کیا گیا۔ جس کی شدت اور تباہی کو سامنے دیکھتے ہوئے جب وہ غرق ہونے لگا۔ تو اس وقت خدا تعالےٰ کی توحید جو اس سے پہلے اس کو سمجھ نہ آتی تھی سمجھ آنے لگی۔ اور اس کی فطرت کی گہرائی سے یہ آواز نکلی۔ کہ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ یعنی میں ایمان لاتا ہوں کہ اس خدا کے سوا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔ اور کوئی معبود نہیں۔ گویا اس وقت جب موت اس کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھی اس نے اقرار کیا کہ میں خدا ہوں۔ نہ میرے سوا مخلوق سے کوئی اور خدا ہے۔ ہاں سچا خدا وہ قدوس ہستی ہے جس پر بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ ایمان لائے ہیں۔ اور میں اس پر ایمان لاتا ہوں۔ تاکہ اس موت اور عذاب سے نجات پا سکوں۔

وہ اگرچہ غرق ہونے سے بچ نہ سکا۔ اور مع اپنے لشکر کے غرق ہو گیا۔ لیکن اس کے جسم کو نشانِ عبرت کے طور پر اب تک محفوظ رکھا گیا۔ تاکہ یہ ظاہر ہو۔ کہ جس خدا کو حضرت مو

علیہ السّلام نے پیش کیا تھا۔وہی سچا اور اکیلا خدا ہے۔ اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا اس کی خدائی میں شریک نہیں۔اسی طرح حضرت سرور کائنات فخر موجودات محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم مشرکین مکہ اور عرب کے لئے توحید کا پیغام لائے۔اور معجزات اور آسمانی نشانوں سے آخر عرب کی اصنام پرستی ختم ہوئی۔اور بت پرست تائب ہو کر خدا پرست بن گئے۔اور مثیل موسیٰؑ کے ذریعہ سے توحید کا صحیح عقیدہ پہلے عرب میں اور پھر وہاں سے اکناف عالم میں قائم اور شائع ہوا۔

۴۔ان امور پیش کردہ کے علاوہ فاکسار نے آیت فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَاءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا سے توحید کا وہ استدلال پیش کیا جس کا بیان بلدہ سہسرام کے واقعہ کے ضمن میں گذر چکا ہے۔اس وقت اللہ تعالےٰ کی توفیق سے سامعین پر اس قدر اثر ہوا کہ جب صاحب صدر نے میرے وقت کے اختتام کا اعلان کیا۔تو کئی علماء حاضرین میں سے کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے۔کہ ابھی اس تقریر کو بند نہ کیا جائے۔جب صدر صاحب نے طے شدہ پروگرام کے مطابق مزید وقت دینے سے معذوری ظاہر کی تو علامہ سجاد حسین صاحب مجتہد لکھنؤ نے کھڑے ہو کر کہا۔کہ اگر ان کا وقت ختم ہو چکا ہے تو میں ان کو اپنا وقت دیتا ہوں۔اس تقریر کو بند نہ فرمائیے گا۔لیکن صدر صاحب نے کہا کہ اس وقت شائع شدہ پروگرام پر عمل کرنا ہے۔اگر ممکن ہو سکا تو یہ تقریر کسی دوسرے وقت میں بھی سنی جا سکتی ہے اس پر لوگ خاموش ہو گئے

جناب مولوی عبدالحق صاحب مفسر تفسیر حقانی نے کہا کہ جو تفسیر آیت فاذکروا اللہ کذکرکم......الخ کی آج احمدی مولوی صاحب نے کی ہے وہ اس سے پہلے میں نے پڑھی یا سنی نہیں۔کئی علماء نے میرا ایڈریس نوٹ کیا۔اور خواہش ظاہر کی کہ اگر ہم آپ کو اپنے ہاں جلسوں پر بلائیں تو آپ ضرور آئیں۔

حضرت سید صادق حسین صاحب رضؓ جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام کے صحابہ میں سے تھے۔اور سادات کے مشہور خاندان کے علاوہ اہل علم اور اطبار کی اولاد میں سے ایک معزز بزرگ تھے۔اور سلسلہ کے ساتھ نہایت اخلاص رکھتے تھے۔اور انہی کے گھر ہمارا وفد ٹھہرا ہوا تھا۔بہت ہی محظوظ ہوئے اور بار بار مسرت کا اظہار فرماتے اور احمدیت کی روشنی میں بیان کردہ مسائل کی فوقیت پر شاداں و فرحاں ہوتے۔فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ

مسِّ شیطان سے حفاظت

ایک دفعہ یہ حقیر خادم بارگاہِ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر تھا اور حضور کے اصحاب کبار حضرت مولانا نورالدین صاحب رضؓ و حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضؓ و جناب مولوی محمد احسن صاحب وغیرہم بھی موجود تھے۔ اور احادیثِ نبوی کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ اس دوران میں بخاری کی کتاب التفسیر کی اس حدیث کا ذکر آیا کہ جو مَامِنْ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ اِلَّا وَالشَّيْطَانُ يَمَسُّهٗ حِيْنَ يُوْلَدُ...... ان کے الفاظ میں مذکور ہے۔ یعنی جو کوئی نومولود پیدا ہوتا ہے اس کو بوقتِ پیدائش شیطان مسّ کرتا ہے جس سے وہ چیخ مارتا ہے۔ سوائے مریم اور اس کے بیٹے کے۔

حضرت اقدس علیہ السلام نے اس کے متعلق فرمایا کہ اس حدیث کے الفاظ کو اگر حقیقت پر محمول کیا جائے۔ اور حضرت مریم اور ابنِ مریم علیہما السلام کو مسِّ شیطان سے پاک سمجھا جائے تو اس سے بہت بڑی قباحت لازم آتی ہے۔ اور تمام انبیاء معصومین خصوصًا سید المعصومین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک لازم آتی ہے۔ اور ان کی مقدس و مطہر ذات پر سخت حملہ ہوتا ہے۔ پس ہم اس حدیث کو ظاہری معنوں میں ہرگز قبول نہیں کر سکتے

حضور اقدس نے اس حدیث کی صحیح تاویل اور تشریح اس طرح فرمائی کہ اس حدیث میں مریم اور ابنِ مریم علیہما السلام کے الفاظ استعارۃً وصفی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ اور ہر وہ مقدس ہستی جو مریم اور ابنِ مریم کی صفات رکھتی ہے اور ان وجودوں کی مثیل ہے۔ وہ مسِّ شیطان سے پاک اور محفوظ ہے۔ اور قرآن کریم کی نصوصِ صریحہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ سورہ بنی اسرائیل کی آیت اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ میں اللہ تعالےٰ نے اپنے خاص بندوں انبیاء و رسل اور صدیقین، شہداء اور صالحین کو شیطان کے تسلّط سے محفوظ قرار دیا ہے۔ اور دوسری جگہ جہاں حکایۃً شیطان کے قول کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ وہاں بھی اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ کا استثنا ہے۔ یعنی مخلص بندے شیطان کے تصرف و تسلّط سے محفوظ رہینگے۔

اس تعلق میں حضرت اقدس علیہ السلام نے بعض مفسرین کے قول کو بھی بطور استشہاد کے فرمایا۔ چنانچہ علامہ زمخشری کی تفسیر کا حوالہ دیا۔ اور ان کی بیان کردہ تاویل کا ذکر فرمایا۔

حضور علیہ السلام نے مولوی محمد احسن صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ اسکے متعلق ایک رسالہ بھی لکھنا چاہیئے۔ چنانچہ جناب مولوی صاحب نے حضور اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کی تعمیل میں اس موضوع پر ایک رسالہ تصنیف کر کے شائع کیا۔ حضرت اقدس علیہ السلام کی اس مجلس میں خاکسار کو بھی حاضری کی توفیق ملی۔ اس لئے اس واقعہ کا ذکر کر دیا ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذَالِكَ

فیروز پور میں عیسائیوں سے بحث

ایک دفعہ خاکسار تبلیغی سلسلہ میں فیروزپور شہر میں مقیم تھا۔ کہ وہاں عیسائیوں نے ایک جلسہ منعقد کیا۔ اس جلسہ میں ملک کے مشہور پادریوں کا اجتماع ہوا۔ پادری عبدالحق صاحب جو دراصل موضع چوانیاں (متصل مدرسہ چٹھہ) ضلع گوجرانوالہ کی مسجد کے ملاں محمد حیات صاحب کے لڑکے ہیں۔ اور ایک ناپسندیدہ فعل کے نتیجہ میں وطن چھوڑ کر چلے گئے۔ اور عیسائی ہو کر ان کے مشہور مناد بنے۔ انھوں نے اس موقعہ پر غیر احمدی علمائے اسلام کو چیلنج دیا کہ وہ ان سے قرآن کریم اور بائیبل کی الہامی تعلیم کے متعلق بحث کر لیں۔ باوجود بار بار کے چیلنج کے غیر احمدی علماء کو ان کے مقابلہ کی جرأت نہ ہوتی۔ اور انہوں نے بحث سے اعراض کیا۔ آخر مجمع کے سب مسلمانوں نے اسلام کی طرف سے مقابلہ کرنے کے لئے مجھ سے خواہش کی۔ اور مجھے بحث کے لئے اپنا نمائندہ مقرر کیا۔ لیکن پادری صاحب نے مجھ سے تبادلہ خیالات کرنے سے انکار کر دیا۔ آخر بہت حیص بیص کے بعد اور لوگوں کے مجبور کرنے پر پادری صاحب بحث کے لئے تیار ہو گئے میں نے ان کی تقریر پر جو قرآن کریم کے بالمقابل انجیل کی الہامی کتاب اور الہامی تعلیم کے متعلق تھی۔ علاوہ اور باتوں کے یہ اعتراض کئے کہ اگر انجیل کی تعلیم الہامی ہے تو یہ الہامی تعلیم کس کی طرف سے نازل ہوئی ہے آیا تثلیث کے مجموعہ کی طرف سے یا اقنوم ثلثہ میں سے کسی ایک فرد کی طرف سے۔ اور یہ امتیاز کس طرح کیا جائے کہ یہ الہامی تعلیم باپ نے اتاری ہے یا بیٹے نے یا روح القدس نے یا تینوں نے یا دو نے یا ایک نے۔ پھر یہ امر کس طرح شناخت کیا جائے کہ یہ تعلیم فلاں کی طرف سے نازل ہوئی تھی۔ اور فلاں کی طرف سے نازل نہ ہوئی تھی۔

ان سوالات کو سنکر پادری عبدالحق صاحب سخت گھبرا گئے۔ اور بجائے جواب دینے کے غیر احمدی علماء کو کہنے لگے کہ میں نے اشتہار اور منادی میں قادیانی علماء کو مخاطب نہیں کیا۔ بلکہ

مسلمان علماء کو مخاطب کیا ہے۔ اور چونکہ مسلمان علماء میرے مقابل پر نہیں آئے۔ اس لئے وہ شکست خوردہ اور بھگوڑے ہیں۔ اور فتح اور غلبہ مجھے نصیب ہوا ہے۔ لہٰذا اب بحث کی ضرورت نہیں۔ جلسہ برخواست کیا جاتا ہے۔

ہم نے بارہا یہ تجربہ کیا ہے کہ عیسائی احمدیوں کے مقابل پر آنے سے گھبراتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے غیر احمدی علماء اپنے گندا اور زنگ آلود دلائل کے ساتھ عیسائیوں کے مقابل پر آنے سے گریز کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی جماعت کے پاس سیدنا حضرت مسیح محمدی کے اسلحہ خانہ کے تیز و تند ہتھیار ہیں۔ اور کسی بڑے سے بڑے عیسائی پادری کو یہ جرأت نہیں کہ وہ اس آسمانی میگزین کے ہتھیاروں کا مقابلہ کر سکے۔ اس زمانہ میں یہ باطل شکن دلائل صرف اور صرف سیدنا حضرت مسیح محمدی علیہ السّلام کے خدام کو عطا کئے گئے ہیں۔ اور عیسائی اور دوسرے معاندینِ اسلام پر روز مقابلہ کے میدان میں پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ اور وہ دن دور نہیں جب اسلام کا سورج ایک دفعہ پھر اپنی درخشاں روشنی سے اکناف عالم کو منور کریگا ؎

اِنَّ الصَّلِیْبَ سَیُکْسَرُنْ وَیُدَقَّقَنْ
جَاءَ الْجِیَادُ وَزَہَقَ وَقْتُ اَنَانِہِمْ

سری کرشن جی کے سوانح پر تقریر

سنہ ۱۹۴۱ء میں خاکسار مع عزیز مکرم مولوی محمد الدین صاحب مبلغ البانیہ سرینگر گیا۔ ان دنوں کشمیری پنڈتوں نے سری نگر میں سری کرشن جی کے متعلق ایک جلسہ کا انعقاد کیا۔ جس میں علاوہ ہندوؤں کے دوسرے مذاہب کے علماء کو بھی تقریر کرنے کی دعوت دی۔ احمدیہ جماعت کی طرف سے خاکسار تقریر کے لئے مقرر ہوا۔ لیکن غیر احمدی علماء کی طرف سے کوئی تقریر نہ ہوئی۔

جلسہ کے منتظمین نے پروگرام اس طرح وضع کیا۔ کہ غیر مذاہب کے مقرّرین کی تقاریر پہلے رکھی گئیں۔ تاکہ ان تقاریر میں اگر کوئی حصہ قابلِ اعتراض یا لائق جواب ہو تو بعد میں سناتنی ہندوؤں کی طرف سے اس کا جواب دیا جا سکے۔

میری تقریر سب سے پہلے رکھی گئی۔ جب میں اپنی نشستگاہ سے اٹھکر سٹیج کی طرف گیا۔ تو میری سادگی لباس کو دیکھ کر منتظمین جلسہ نے بہت فکر محسوس کیا۔ کیونکہ مسلمانوں میں سے صرف میری ہی تقریر تھی۔ اور میری وضع قطع سے بظاہر جلسہ کی کامیابی نظر نہ آتی تھی۔

میں نے سٹیج پر پہنچ کر اونچی آواز سے کلمہ شہادت اور سورہ فاتحہ پڑھکر اپنی تقریر شروع کی۔ شروع میں بعض تمہیدی باتیں بیان کیں۔ اور پھر کرشن جی مہاراج کے سوانح حیات کے ظاہری واقعات کے متعلق جو اعتراض کی صورت پیدا ہوتی ہے اس کے جواب دیئے۔

مثلاً یہ بتایا کہ کرشن جی ایشور کے مقدس اوتار اور مقدس ہستی تھے۔ ان کی طرف بعض باتیں منسوب کر کے جو اعتراض ان کی ذات اور اخلاق پر کئے جاتے ہیں۔ وہ حقیقتاً قابلِ اعتراض نہیں۔ محجوب نگاہیں ان کو قابلِ اعتراض سمجھتی ہیں۔ دراصل ایسے واقعات اپنے اندر معرفت اور حکمت رکھتے ہیں۔ کرشن جی مہاراج کا گائیوں کو چرانا اور بنسری بجانے کا یہ مطلب ہے۔ کہ گائیوں سے مراد مفید۔ کار آمد اور غریب طبع لوگ ہیں۔ اور کرشن جی ایسے لوگوں کی رکھشا کیا کرتے تھے۔ اور ان کی پرورش کی وجہ سے گوپال کہلاتے ہیں۔

کرشن جی کی بنسری سے مراد ان کی الہامی کتاب گیتا ہے۔ اور بنسری بجانے سے مراد اللہ تعالیٰ کا کلامِ معرفت لوگوں کو سنانا ہے۔ گیتا کا لفظ گیت سے ہی ہے۔ یعنی ایسا کلام جو سریلی آواز سے گایا جاتا ہے۔ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کی الہامی کتاب کا نام زبور رکھا گیا ہے اور زبور اور گیتا کا ایک ہی مفہوم ہے۔ در قرآن کریم میں آیت مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى میں اسی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ جس طرح بنسری میں سے وہی سُر نکلتی ہے جو بنسری بجانے والا نکالتا ہے۔ اسی طرح خدا کے نبی وہی کلام کرتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ ان کی زبان پر جاری کرتا ہے۔ اور اپنی وحی سے ان کو تعلیم کرتا ہے۔ اسی مضمون کو حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مثنوی میں اس طرح ادا کیا ہے کہ ؎

بشنو از نے چوں حکایت مے کند

واز جدائیہا شکایت مے کند

یعنی خدا کے اوتار اس کی بنسری ہوتے ہیں۔ جن میں خدا تعالیٰ اپنی آواز پھونکتا ہے تا جو لوگ خدا کے وصال کے طالب ہیں اس کی آواز کو سُن کر اس کی طرف چلے آئیں۔ اور ہجر اور جدائی کی تکلیف سے بچ جائیں۔

کرشن جی مہاراج کی گوپیوں کے متعلق میں نے یہ بیان کیا۔ کہ یہ اعتراض بھی سطحی خیال کے لوگ کرتے ہیں۔ کہ کرشن جی مہاراج نے بڑی تعداد میں گوپیاں رکھی ہوئی تھیں۔ حالانکہ یہ استعارہ کی زبان ہے۔ ہر نبی اور پیشوا اپنے ماننے والوں پر اثر ڈالتا ہے۔ اور اس کی جماعت

کے افراد اس کا اثر قبول کرتے ہیں۔ اور اس افاضہ اور استفاضہ کو استعارہ کی زبان میں مختلف الفاظ میں ادا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں حضرت داؤد علیہ السلام کی جماعت کو دنبیاں قرار دیا گیا ہے۔ اور حضرت مسیح کو انجیل میں خدا کا برّہ اور قوم اسرائیل کو اس کی بھیڑیں کہا گیا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو سورہ تحریم میں استعارۃً شوہر کی مثال سے اور تمام مومنوں کو عورتوں کی مثال سے ذکر کیا گیا ہے۔ پس گوپیاں آپ کے مخلص مومنین ہی تھے۔ جو ہر دم آپ کے نور و برکت سے استفادہ کر رہے تھے۔

اور یہ واقعہ جو سری کرشن جی کے سوانح میں مذکور ہے۔ کہ آپ گوپیوں کے نہاتے وقت ان کے کپڑے اٹھا کر درخت پر چڑھ گئے اس میں بھی ایک عارفانہ حقیقت بیان کی گئی ہے کرشن جی نے اپنے مریدوں کو یہ سمجھایا کہ تمہارا اصل لباس جس سے گناہوں کو ڈھانپا جا سکتا ہے۔ وہ تقوےٰ اور نیکی کا لباس ہے۔ جو آسمان سے خدا تعالےٰ کے اوتار کے ذریعہ سے نازل ہوتا ہے خود بخود تمہارے لئے ممکن نہیں۔ کہ تم اس کو حاصل اور اختیار کر سکو۔

قرآن کریم میں بھی "لباس التقوےٰ" کا محاورہ استعمال کیا گیا ہے۔ اور ذالِكَ خَيْرٌ کے الفاظ میں اسکی خوبی کا اظہار کیا گیا ہے۔ اور اس واقعہ میں پانی میں نہانے کا جو ذکر ہے۔ اس میں یہ حقیقت ہے کہ جس طرح پانی بدن کی ظاہری میل کچیل کو صاف کرتا ہے۔ اس طرح روحانی پانی یعنی کلام الہٰی اور وحی آسمانی قلوب اور باطنی کدورت کو پاک و صاف کرتی ہے۔ اور یہ پانی خدا کے اوتار یعنی نبی کے ذریعہ سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ گویا اس واقعہ کے ذریعہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ گناہوں کو ڈھانکنے والا لباس تقوےٰ اور گناہوں سے پاک کرنے والا آبِ حیات دونوں خدا تعالےٰ کے اوتاروں کے ذریعہ ملتے ہیں۔

یہ الزام جو سری کرشن جی پر لگایا جاتا ہے کہ گویا آپ نے مکھن چرایا۔ یہ آپ کے مخالفین کی طرف سے جو ویدوں کے ماننے والے تھے لگایا گیا ہے۔ اور یہ بھی ایک مذہبی استعارہ ہے۔ جس کی رُو سے اس علم کو جو خدا تعالےٰ کی کتاب شریعت سے ملتا ہے۔ دودھ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور "طریقت" کی مثال دہی سے دیتے ہیں۔ اسی طرح "حقیقت" مکھن اور "معرفت" خالص گھی کہلاتی ہے۔ اور یہ سب دودھ سے ہی حاصل ہوتے ہیں جس طرح طریقت۔ حقیقت اور معرفت سب شریعت سے ہی ملتی ہیں۔

جب کرشن جی مہاراج نے ویدوں کی تعلیم کا خلاصہ گیتا کی شکل میں پیش کیا۔ تو وید

کے پنڈتوں نے کہا کہ گیتا کا اعلےٰ عرفانی کلام جو لوگوں کو دلپسند اور دلکش معلوم ہوتا ہے۔ اور لوگ ویدوں کو چھوڑ کر گیتا کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ یہ دراصل ویدوں کا مکھن ہی ہے۔ جو ویدوں سے چرا کر لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ اس طرح کرشن جی پر مکھن چرانے کا الزام عاید کیا گیا۔ لیکن اس سے مراد ظاہری مکھن کی چوری نہ تھی۔ بلکہ ویدوں کی تعلیم کو اخذ کر کے گیتا میں شامل کرنا تھا۔

کرشن جی کو رُدّر گوپال کے صفاتی نام بھی دیئے گئے ہیں۔ ردّر کے معنے سوروں کو قتل کرنے والا۔ اور گوپال کے معنے گئوؤں کی پالنا اور رکھشا کرنے والا ہیں۔ ان الفاظ سے بدوں اور بُرے لوگوں کا نشٹ کرنے والا۔ اور نیک اور فائدہ مند وجودوں کی حفاظت اور پرورش کرنے والا مراد ہے۔ اور گیتا میں کرشن جی نے ایک پیشگوئی بھی فرمائی ہے۔ کہ جب دھرم کی نیستی اور ادھرم کا دَور دورہ ہوتا ہے۔ تو میں اوتار لیتا ہوں۔ اصل شلوک کا ترجمہ علامہ فیضی (جو بادشاہ اکبر کے درباری شاعر تھے) نے فارسی کے اس شعر میں کیا ہے۔ ؎

چو بنیادِ دیں سُست گردد بسے
نمائیم خود را بشکلِ کسے

جس طرح کرشن جی مہاراج نے پہلی دفعہ اصالتاً اس دنیا میں آ کر نیکوں کی رکھشا اور بدوں کا ناش کیا ہے۔ اور صحیح دھرم کو قائم کیا ہے۔ اسی طرح اس زمانہ میں جب ادھرم اور پاپ کی گھٹائیں دنیا پر چھائی ہوئی ہیں۔ کرشن جی صفاتی طور پر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رُوپ میں قادیان میں تشریف لائے۔ اور گیتا میں مذکور وعدہ پورا ہوا۔

کرشن جی مہاراج کے بروز اور مثیل بھی وہی کام کر رہے ہیں۔ جو کرشن جی خود کیا کرتے تھے اور ان کے ذریعہ سے پرماتما کا سچا دھرم دنیا میں قائم ہو رہا ہے۔ اور پاپ اور ادھرم مٹ رہے ہیں۔

یہ تقریر خدا تعالےٰ کی خاص تائید و نصرت سے بہت مقبول ہوئی اور حاضرین نے دوران تقریر میں بار بار چیئرز دیئے اور مسرت کا اظہار کیا۔ اور وہ لوگ جو میری سادہ وضع اور لباس کو دیکھکر مایوسی کا اظہار کر رہے تھے۔ احمدیہ جماعت کے ایک حقیر خادم کی کامیاب تقریر سے حیرت میں آ گئے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۰

ایک مژدہ

بعض اوقات ایک معمولی سی بات بہت بڑے فضل کا باعث بن جاتی ہے۔ ۱۹۲۰ء میں خاکسار لاہور سے مرکز مقدس میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں اپنے ساتھ مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبائعین کا ایک ٹریکٹ بھی لے آیا۔ جو ان دنوں تازہ شائع ہوا تھا۔ اور حضور ایدہ اللہ تعالٰی کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ کہ اب اس ٹریکٹ کا جواب بھی طبع ہونے پر لے جائیں۔ اور مولوی محمد علی صاحب کو پہنچا دیں۔ چنانچہ حضور نے اس ٹریکٹ کے جواب میں اپنی گراں قدر کتاب "حقیقۃ النبوۃ" تصنیف فرمائی۔ اور طبع کروا کر مجھے مولوی محمد علی صاحب کو پہنچانے کے لئے دی۔ اس کتاب کو جب خاکسار نے کھول کر دیکھا تو صفحہ ۹ پر اس عاجز حقیر خادم کا نام بھی ٹریکٹ لانے کے متعلق میں مذکور تھا۔ اور حضور نے ازراہ نوازش کریمانہ خاکسار کے نام کے ساتھ "حِبّی فِی اللّٰہ" کے الفاظ تحریر فرمائے تھے۔ اس عاجز کے لئے تو "مُحِبّی فِی اللّٰہ" کے الفاظ بھی حد درجہ کی مسرت اور عزت کا باعث تھے۔ لیکن جب میں نے حِبّی فِی اللّٰہ کے الفاظ اپنے نام کے ساتھ لکھے ہوئے دیکھے تو میرے قلب نے انتہائی خوشی اور مسرت محسوس کی۔ اور اب تک میں ان الفاظ کو خوشی اور مسرت کا موجب سمجھتا ہوں۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالٰی نے کہا۔

اِنِّیْ مَعَکَ وَمَعَ اَھْلِکَ وَمَعَ مَنْ اَحَبَّکَ یعنی میری معیت تجھے حاصل ہے اور تیرے اہل کو حاصل ہے۔ اور اس خوش نصیب شخص کو بھی حاصل ہے۔ جو تیرے ساتھ محبت رکھتا ہے۔

اس کلام الٰہی سے جب مُحِبّی فِی اللّٰہ کے الفاظ کے مستحق اشخاص کو بھی اللہ تعالٰی کی معیت حاصل ہے تو حِبّی فِی اللّٰہ کے مستحقین کیلئے بدرجۂ اولٰے معیت کا استحقاق ہے۔ اللہ تعالٰی محض اپنے فضل سے اس معیت خاصہ کی برکات مختصہ سے علاوہ جماعت کے مخلصین محبین کے اس خاکپائے مقدسین کو بھی نوازے۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام یہ بھی ہے۔ کہ اَلْاَرْضُ وَالسَّمَآءُ مَعَکَ کَمَا ھُوَ مَعِیْ یعنی زمین اور آسمان اسی طرح تیری معیت میں ہیں۔ جس طرح وہ میرے ساتھ ہیں۔

اس الہام کو جب اس سے پہلے ذکر کردہ الہام کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے تو حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صادق محبین کے لئے بہت ہی عظیم الشان مژدہ نظر آتا ہے

گویا آسمان اور زمین کی نصرتیں اور برکتیں اور فیوض و خزائن جس طرح اللہ تعالیٰ کی معیت میں ہیں۔ اسی طرح حضرت اقدس علیہ السلام۔ آپ کے مقدس اہل بیت اور آپ کے محبین کے ساتھ وابستہ ہیں۔ موجودہ دور میں محبان حضرت مسیح الاسلام کے لئے یہ عظیم الشان مژدہ ہے جس پر جتنا بھی اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا جائے کم ہے۔

اِس الہام میں محبوں کا نمبر تیسرا رکھا گیا ہے۔ اور اسمیں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ معیت دراصل وہی ہے جو دلی خلوص اور محبت کے تعلق سے ہو۔ ورنہ ایک دشمن بھی ظاہری اعتبار سے معیت اختیار کر سکتا ہے۔ اور پہلو نشین ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ نفس امارہ کی معیت بجائے نفع رساں ہونے کے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ اصل معیت محبت کے تعلق پر موقوف ہے خواہ مُحب محبوب سے بظاہر ہزاروں کوس دور ہو۔ پھر بھی قریب ہی محسوس ہوتا ہے۔ اور ہر وقت اپنے محبوب کے رنگ میں رنگین اور اس کی محبت کے نشہ میں سرشار رہتا ہے۔ ؎

دینِ عاشق دینِ معشوق است و بس
عشقِ خالق دینِ مخلوق است و بس

حضرت اقدس علیہ السلام کی بارگاہ میں نظم خوانی

کرم دین والے مقدمہ میں جب سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جہلم تشریف لے گئے۔ تو اس موقعہ پر خاکسار کو بھی حضور اقدس کی بارگاہ میں جہلم حاضر ہونے کی توفیق ملی حضور علیہ السلام کی ایک مجلس میں حضرت مولوی محمد علی صاحب نے جو پنجابی کے شاعر تھے۔ اپنی ایک نظم جو کافیوں کے طرز پر کہی گئی تھی۔ سنائی۔ اس نظم میں یہ فقرہ تکرار کے ساتھ آتا تھا

وے مالکا سچیاں نال رلائیں۔

یعنی اے ہمارے مالک و آقا خدا ہمیں سچے لوگوں کے ساتھ ملانا اس نظم کے پڑھنے کے بعد میں نے حضرت مولوی صاحب سے عرض کیا کہ آپ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت اقدس علیہ السلام کی بیعت کر کے سچے لوگوں کے ساتھ مل چکے ہیں۔ اِس صورت میں اس دعائیہ فقرے کی ضرورت نہیں۔ کیا آپ کو کوئی شبہ معلوم ہوتا ہے۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ آپ کے خیال میں کس طرح لکھنا چاہیئے۔ میں نے عرض کیا کہ ایک احمدی کو جو ایمان کی نعمت سے سرشار ہو چکا ہے۔ یہ اعلان کرنا چاہیئے۔ کہ مسیح موعود اور امام مہدی آچکے ہیں۔ میں سب لوگوں کو

بشارت دیتا ہوں کہ آؤ اور اس موعود کو قبول کرو۔

اسکے بعد مَیں نے وہاں جہلم میں ہی اس مضمون کو مدِّنظر رکھکر ایک نظم لکھی۔ اور ۱۹۰۳ء میں قادیان مقدس میں سیدنا حضرت اقدس علیہ السّلام کے حضور بعد نماز مغرب سنائی۔ اس میں مندرجہ ذیل مصرعہ کا تکرار ہوتا تھا۔

آیا نی آیا مہدی عیسیٰ محمدی آیا

اور غالبًا ایک بند اس طرح تھا:۔

باپ تے دادے ساڈے چنگ چنگیرے
مہدی اڈیکدیاں لدے سویرے
عیسےٰ نوں تکدے گئے بھلیرے
کسے ایہہ وقت نہ پایا
آیا نی آیا مہدی عیسےٰ محمّدی آیا

جب خاکسار نے یہ نظم سنائی تو اس مجلس میں حضور اقدس علیہ السّلام کے قریب حضرت مولانا نور الدین رضؓ صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ۔ حضرت مولوی فضل دین صاحب بھیروی وغیرہم بزرگانِ سلسلہ بھی موجود تھے۔ نظم سنانے کے بعد حضرت منشی محمد افضل صاحب رضؓ ایڈیٹر اخبار البدر نے وہ نظم مجھ سے لے کر کامن احمدیؓ کے نام سے شائع کردی۔ اور دیہات میں احمدی مستورات اور لڑکیاں ایک عرصہ تک اس کو گاکر پڑھتی رہیں۔ اور اس سے تبلیغی فائدہ پہنچتا رہا۔

خدا تعالےٰ کے الہام

بعض دفعہ خدا تعالےٰ اپنی حکمت کے ماتحت گذشتہ زمانہ کے معروف اشعار، مصرعے مقولے بطور الہام نازل فرما دیتا ہے۔ قرآن کریم کی آیت اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ کے متعلق عیسائیوں نے بے سمجھی سے اس وجہ سے اعتراض کیا ہے کہ یہ کسی سابقہ زمانے کے شاعر کے کلام کا حصہ ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر خدا تعالےٰ نے کئی الہامات ایسے نازل فرمائے ہیں جو کسی گذشتہ شاعر یا بزرگ کے کلمات کا حصہ ہیں۔ مثلاً حضور اقدس علیہ السّلام کا الہام

عَفَتِ الدِّیَارُ مَحَلُّهَا فَمَقَامُهَا مشہور شاعر لبید کے ایک قصیدہ کا جو سبع معلقات میں شامل ہے کا مصرعہ ہے۔

اسی طرح حضرت مولوی نظامی گنجوی کی کتاب خسرو شیریں کا ایک شعر ہے ۔ ؎

بدیں امید ہائے شاخ در شاخ
کرم ہائے تو مارا کرد گستاخ

اس شعر کا دوسرا مصرعہ حضرت اقدس علیہ السّلام کو الہام ہوا حضرت شیخ سعدی کے مندرجہ ذیل اشعار بھی حضور پر الہاماً نازل فرمائے گئے ؎

۱:۔ دلم مے بلرزد چو یاد آورم
مناجاتِ شوریدہ اندر حرم (بوستاں)

۲:۔ سرانجام جاہل جہنم بود
کہ جاہل نکو عاقبت کم بود

۳:۔ مکن تکیہ برعمر ناپائیدار
مباش ایمن از بازیٔ روزگار (پند نامہ کریما)

اسی طرح حضرت امیر خسرو کا شعر ؎

دبدبۂ خسرویم شد بلند
زلزلہ در گورِ نظامی فگند

(مطلع الانوار)

بھی حضرت اقدس علیہ السّلام کے الہامات میں شامل ہوا۔ نیز حضرت نظامی گنجوی کا منظوم کلام

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حسابِ کم و بیش را

بھی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو الہام ہوا۔

میں نے اوپر کی مثالیں اس لئے تحریر کی ہیں ۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ گذشتہ کلام کو کبھی کبھی اپنے الہام میں شامل فرما لیتا ہے ۔ اور یہ سنتِ الٰہی انبیاء کے ساتھ مخصوص نہیں ۔ بلکہ ان کے ماننے والوں اور پیروؤں کے ساتھ بھی بعض دفعہ اللہ تعالیٰ اپنی اس سنت

کو اختیار کرلیتا ہے۔ چنانچہ خاکسار نے اوپر اپنی جس نظم کا ذکر کیا ہے۔ اس کے متعلق یہ واقعہ ہوا کہ جب میرے رشتہ داروں اور گاؤں والوں نے میری بیعت کے بعد سخت مخالفت کی اور بار بار یہ اعتراض کیا کہ اگر حضرت مرزا صاحب علیہ السّلام امام مہدی اور سچے ہیں۔ تو حضرت "میاں علم دین صاحب" (جو میرے چچا تھے۔ اور جن کے متعلق کئی واقعات پہلی جلدوں میں مرقوم ہو چکے ہیں) کو خدا تعالیٰ نے کیوں نہیں بتایا۔ کیا اس کی اطلاع میاں غلام رسول کو ہی ملنی تھی چنانچہ میں نے قبولِ حق میں حضرت میاں علم دین صاحب کے وجود کو روک محسوس کرتے ہوئے ان کے لئے متواتر دعا کی۔ اور ان سے مختلف مسائل پر گفتگو بھی کرتا رہا۔ آخر انہوں نے استخارہ کیا اور اللہ تعالیٰ اور حضرت سیّدنا و مولنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام کی سچائی پر آگاہ کیا۔ اور انہوں نے بیعت کر لی۔

بیعت کے بعد ان کو میری نظم کا تکراری مصرعہ یعنی ؎

"زبانی آیا مہدی عیسے محمدی آیا"

الہام ہوا۔ جس کا ذکر انہوں نے عام لوگوں میں فرمایا۔ اور ان کے بیعت نہ کرنے کی وجہ سے جو روک تھی اللہ تعالیٰ نے اسکو اٹھا دیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ

ہم کون ہیں (نظم)

مندرجہ ذیل نظم خاکسار نے فارسی میں پشاور میں کہی تھی۔ جو اخبار الفضل ۱۹۳۷ء میں بھی شائع ہو گئی تھی۔ جناب چوہدری سر محمد ظفر اللہ خانصاحب بالقابہ کو یہ نظم بہت پسند آئی۔ اور ایک دفعہ قادیان میں انہوں نے اپنی کوٹھی پر مجھے یہ نظم زبانی سنائی۔ جو انہوں نے حفظ کی ہوئی تھی۔ جب مخالفین نے بار بار چیلنج دیا اور احمدیت کی تخفیف اور تذلیل کی کوشش کی۔ تو میں نے احمدیت کی شان کے اظہار کے لئے یہ نظم کہی تھی۔

ما نفخۂ صُوریم بصد شورشِ محشر | ما جلوۂ طُوریم بصد منظرِ موسےٰ
ما نعدِ اثر از دمِ اعجاز مسیحیم | ما مُحیئ اصحابِ قبوریم چو عیسےٰ
ما از پئے احیاءِ جہاں جان نثاریم | ما جانِ جہانیم و فدائیم بہ احیاء
ما از پئے ایں دورِ جدید ہم اسلامے | ما دستِ قضائیم بہ تعمیرِ بناہا
آں رسمِ قتیلانِ محبت کہ کہن گشت | ما تازہ کنیم از سرِ نو دار و رسن را

آں منزلِ خونبار کہ شد مقتلِ عشاق
از مقصدِ ما ہست بصد جوشِ تمنا

از بہرِ رخے غازہ ز خونابۂ عشق است
زانست کہ سر بردمِ تیغ است قلم را

ہر جا کہ بعزمیم کفن بستہ بدوشیم
خوش مسلکِ خونیں است پئے عاشقِ شیدا

مرگ است بہ احیائے کسے فدیۂ عشاق
ایں موت حیاتے است دریں رسمِ تولا

آں راز کہ مے بود نہاں دوش بہ عارت
امروز عیاں گشت بہر محفلِ اعداء

ما کافر نوائیم دبحق مسلم نوائیم
ما از پئے ہر باطل و حقیم تماشا

ما سرِ نہانیم بصد پردۂ ظلمات
ما نورِ عیانیم ز ہر منظرِ آسنے

در منزلِ خاکیم وکم از خاک و حقیریم
بر مسندِ افلاک بصد دولتِ عُلیا

ما ساقئ عہدیم و ہم مستِ الستیم
ما جام بدستیم بہر طالبِ مولا

ما از پئے ہر تشنہ لبے آبِ حیاتیم
ما آبِ حیاتیم بصد نشۂ صہبا

ما از پئے ہر درد دوائیم و شفائیم
ما فضلِ خدائیم پئے چارۂ مرضے

ما منجئ ہر غرقۂ طوفانِ ضلالیم
ما کشتئ نوحیم دریں سیلِ بلا ہا

ما صحبِ بنی احمدِ موعودِ خدائیم
ما حزبِ خدائیم پئے شوکتِ طٰہٰ

ما بانگِ صفیریم بصد جذبِ جہانگیر
تا جمع کنیم از رہے مرغانِ حرم را

ما کاسرِ اصنام و صلیبیم بہ حجت
ما حجتِ حقیم چو صد نیّرِ بیضا

ما قاتلِ خنزیر و شریریم بہ ہر سو
ما دافعِ ہر فتنہ و شریم ز ہر جا

ما طاقتِ ہر علم و ہدائیم بہ تقدیس
ما قوتِ تقدیسِ خدائیم بہ دنیا

ما مظہرِ آیاتِ جمالیم و جلالیم
ما ہادئ و نوریم دریں فتنۂ صمّاء

ما سرِ وجود از پئے تکوینِ خدائیم
ما نورِ شہودیم بہر مشہدِ اعلیٰ

ہر منزلِ ما منزلِ صد وادئ ایمن
ہر ہیکلِ ما ہیکلِ قدس است چو بطحا

اے سالکِ سرگرم دریں منزلِ آداب
ہشدار کہ ایں رہ دمِ تیغ است نہ صحرا

قدسی تو بایں نطق بجو محرمِ اسرار
کایں حکمتِ لاہوت ز نامحرمے اخفا

سورج کا سسٹم بدل گیا

۱۹۲۷ء کا واقعہ ہے کہ میں لاہور میں احمدیہ مسجد کی چھت پر سویا ہوا تھا۔ اور میاں محمد حیات صاحب (جو نقیب مسجد تھے) بھی میرے قریب ہی چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ رات کو میری زبان پر بار بار یہ الہامی الفاظ جاری رہے کہ ؎

"سورج کا سسٹم بدل گیا"

میں چونکہ انگریزی زبان سے ناواقف ہوں اس لئے "سسٹم" کا انگریزی لفظ نہ سمجھ سکا بعض انگریزی دان احباب سے جب سسٹم کے معنے دریافت کئے گئے۔ تو معلوم ہوا کہ اس کے معنے دستور روش نظام۔ یا طرز۔ طریق کے ہیں۔

ایک عرصہ تک مجھے اس الہام کے مفہوم کے متعلق خلش رہی کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ بعد میں جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح المصلح الموعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ہجری قمری کے سن کے ساتھ ہجری شمسی کا اجرا فرمایا تو مجھے اس الہام کا ایک یہ مفہوم بھی ذہن میں آیا۔ کہ پہلے شمسی سنین عیسوی۔ بکرمی یا بعض اور طریق کے رائج تھے۔ حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ کے اصلاحی کارناموں میں اس کارنامے کا بھی اضافہ ہوا۔ کہ آپ نے ہجری شمسی سن کا اجرا فرمایا۔ اور اس طرح پہلے رائج شدہ شمسی سسٹم کو بدل دیا۔

ممکن ہے اس الہام کا کوئی اور مفہوم بھی ہو۔ لیکن ابھی تک میرے ذہن میں یہی بات آئی ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

ملٹری اور سول

اسی طرح کا ایک عجیب واقعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں وقوع میں آیا۔

حضور نے خاکسار کو تبلیغی و تربیتی اغراض کے ماتحت سکول سے فارغ کر کے لاہور مقرر فرمایا تھا۔ وہاں سے میں بنگال کے علاقہ برہمن بڑیہ وغیرہ تبلیغی وفود میں شامل ہو کر گیا۔ اور وہاں پر شدید اعصابی امراض کا شکار ہو گیا۔ (اس بیماری کا ذکر پہلی جلدوں میں گذر چکا ہے) واپسی پر میں اعصابی بیماری میں مبتلا تھا۔ کہ ایک دن میں نے رؤیاء میں دیکھا۔ کہ دو فرشتے میرے

سامنے ظاہر ہوئے ہیں۔ اور میرے بالکل قریب ہو کر میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ
"یہ آدمی تو ملٹری کا تھا۔ لیکن ہمنے بوجہ اس کی علالت کے اسے سول میں لے لیا ہے"!
اس وقت تک مجھے سول اور ملٹری کے معنوں کا علم نہ تھا۔ دوسرے دن میں نے حضرت میاں
چراغ دین صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے دریافت کیا۔ تو انہوں نے بتایا کہ ملٹری سے مراد
فوجی محکمہ ہے۔ اور سول سے مراد محکمۂ پولیس اور انتظامیہ ہے۔ تب مجھے اپنا وہ کشف یاد آیا
کہ جس میں مجھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فوج میں بھرتی کیا گیا۔ اور اپنے گاؤں سے
صرف مجھے ہی بھرتی میں لیا گیا۔ (اس کشف کی تفصیل پہلی جلدوں میں گذر چکی ہے) چنانچہ
جب خلافتِ ثانیہ کا دورِ سعادت شروع ہوا۔ تو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ
بنصرہ العزیز کی دعواتِ خاصہ کی برکت سے اللہ تعالےٰ نے مجھ پر فضل فرمایا۔ اور جب میں ابھی
اپنے سسرال پیر کوٹ میں علیل ہی تھا۔ کہ حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد پہنچا۔ کہ جس طرح بھی
ہو آپ لاہور پہنچ کر وہاں کی جماعت کو سنبھالیں۔ چنانچہ خاکسار لاہور پہنچا۔ اور حضرت
خیرُ الرّاحمین وخیرُ المحسنین ہاں میرے بے نظیر اور محسن مولا نے اپنے اعجازی کرشموں
سے مجھ عبدِ حقیر کو شفا بخشی۔ اور ان لوگوں کو جو میری موت کا انتظار کر رہے تھے۔ اور کہتے
تھے۔ کہ اس کو اب لاہور میں مولوی محمد علی صاحب کے آجانے کے بعد آنے کا موقعہ نہ ملے گا۔ بلکہ
اپنے سسرال کے علاقہ میں ہی مر جائے گا۔ نامراد اور خائب وخاسر رکھا
اسکے بعد دورِ خلافتِ ثانیہ میں خاکسار کو علاوہ تبلیغی خدمات کے اکثر جماعت کی تربیت
واصلاح اور درس وتدریس کا کام کرنے کی توفیق ملی۔ اور اعصابی بیماری کے بعد میری صحت
کے پیشِ نظر یہ کام ہی میرے لئے زیادہ موزوں ومناسب تھا۔ اس طرح اللہ تعالےٰ نے مجھ
سے سول کا کام لینا بھی پسند فرمایا۔
اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے اس عبدِ حقیر اور جماعت کا حافظ وناصر ہو۔ اور خدا تعالےٰ
کا لگایا ہوا یہ پودا ہر اعتبار سے بسرعت ترقی کرے۔ بڑھے پھولے اور پھلے۔

ہوشیار پور کے کمرہ چلّہ کشی میں دعا

سنہ ۱۹۴۴ء میں اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ
بنصرہ العزیز پر آپ کے المصلح الموعود ہونے کا انکشاف فرمایا۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح

موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے اس آسمانی نشان کے اظہار کے لئے ہوشیار پور۔ لاہور۔ لدھیانہ اور دہلی میں تقاریر فرمائیں۔

ہوشیار پور کا جلسہ اور تقریر خاص طور پر اہمیت رکھتی تھی۔ کیونکہ ہوشیار پور میں ہی ۱۸۸۶ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے خدائی منشاء کے ماتحت چلہ کشی فرمائی اور اس کے نتیجہ میں آپ کو موعود فرزند اور مصلح موعود کے ظہور کا نشان عطا فرمایا گیا۔

جس کمرہ میں حضرت اقدس علیہ السلام نے چلہ کشی فرمائی وہ مکان اور کمرہ ۱۹۴۴ء تک موجود تھا۔ جو اس وقت ایک ہندو دوست سیٹھ ہرکشن داس کے قبضہ میں تھا۔ اس مکان کے سامنے ہی جلسہ مصلح موعود منعقد ہوا۔ اور چلہ کشی کے کمرہ میں حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالےٰ نے چونتیس احباب کے ساتھ جن میں خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے صاحبزادگان اور حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ کے علاوہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابہ اور ناظران سلسلہ شامل تھے۔ دعا فرمائی۔ اس موقعہ پر اس عبدِ حقیر کو بھی صحابہ کرام کے زمرہ میں اس کمرہ میں حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کی معیت میں دعا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

سیدی حضرت میاں بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے مکان کے باہر کھڑے ہو کر اس عاجز کو بھی خاص طور پر مدعو کر کے حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشاد سے دعا میں شامل فرمایا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذَالِكَ۔

اس کمرہ میں دعا کرنے والوں کو یہ خاص ہدایت حضور ایدہ اللہ تعالےٰ عنہ کی طرف سے دی گئی تھی۔ کہ اس موقعہ پر کوئی ذاتی دعا نہ کی جائے۔ بلکہ صرف اسلام کی شوکت و سربلندی اور اعلاء کے لئے دعائیں کی جائیں۔ خدا تعالےٰ کا شکر ہے کہ اس عاجز کو بھی اس موقعہ پر دعا کرنے کی توفیق ملی۔ بعد میں لاہور کے جلسہ المصلح الموعود میں بھی خاکسار کو شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذَالِكَ

عزیز اقبال احمد صاحب کے متعلق ایک واقعہ

جب میرا لڑکا عزیز اقبال احمد لائل پور کے زراعتی کالج میں تعلیم پاتا تھا۔ تو ایک دفعہ تعطیلات کے بعد وہ ایک صد بیس ۱۲۰ روپے کی رقم تعلیمی اخراجات کے لئے گھر سے لیکر کالج ہوسٹل

پہنچا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک نوجوان لڑکا جو اس سے تعارف رکھتا ہے ملاقات کے لئے کمرہ میں آیا۔ عزیز اقبال احمد صاحب اکرام ضیف کے خیال سے اس کے لئے سوڈا وغیرہ لینے کے لئے دکان پر گیا۔ جب واپس کمرہ میں آیا تو نوجوان وہاں سے غائب تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ سرگودھا روانہ ہو چکا ہے۔

اسکے بعد جب عزیز موصوف نے اپنے کوٹ کی جیب جس میں ایک سو بیس روپے کی رقم تھی دیکھی تو اس میں رقم موجود نہ تھی۔ یہ دیکھکر اس کو بہت دکھ ہوا۔ کہ فیس۔ کتابوں اور ہوسٹل وغیرہ کے اخراجات کیسے پورے ہوں گے۔

مَیں ان دنوں ضلع جھنگ کے تبلیغی دورہ پر تھا۔ عزیز اقبال احمد نے رقم کے گم ہونے کی ساری کیفیت اور اخراجات کے متعلق اپنی پریشانی کا ذکر بذریعہ خط لکھا۔ مَیں نے اس کو جواباً تسلی دی۔ اور لکھا کہ ایسے حادثات انسان کی زندگی میں ہو جاتے ہیں۔ اس حادثہ سے کم از کم آپ کو آئندہ محتاط رہنے کا سبق حاصل ہو گیا ہے۔ اور مَیں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ جلد تلافیٔ مافات کی کوئی صورت پیدا کر دے۔

اِسکے بعد میں نے عزیز کی پریشانی کے پیش نظر اللہ تعالیٰ اپنے خیر الراحمین اور خیر المحسنین اللہ کے حضور عرض کیا۔ ابھی چند روز ہی گذرے تھے۔ اور مَیں دورہ پر ہی تھا۔ کہ کسی دوست نے ازراہ محبت و احسان اڑھائی صد روپیہ مجھے ارسال کر دیا جس میں سے میں نے ایک صد بیس روپیہ عزیز موصوف کو بھیجدیا۔ اور گم شدہ رقم کے متعلق اللہ تعالےٰ کی طرف سے غیبی نصرت و تائید اس طرح ظہور میں آئی۔ کہ وہ نوجوان جو عزیز اقبال احمد کی رقم چرا کر بھاگ گیا تھا۔ جب وہ سرگودھا پہنچا۔ تو وہاں بھی اپنی عادتِ بد کی وجہ سے چوری کا ارتکاب کیا جس پر اس کے خلاف پولیس میں رپورٹ درج کرائی گئی۔ اور جب پولیس نے تلاشی لی۔ تو اس سے ایک سو روپیہ کی رقم برآمد ہوئی۔

جب پولیس نے اپنے مخصوص طریق پر اس سے یکصد روپے کے متعلق دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ میں نے اقبال احمد ولد مولوی غلام رسول صاحب راجیکی سے ایکسو بیس ۱۲۰ روپے کی رقم بطور قرض حاصل کی ہے۔ تب پولیس کی طرف سے بذریعہ تار اقبال احمد سے دریافت کیا گیا کہ کیا فلاں نام کے لڑکے نے آپ سے یکصد بیس روپیہ بطور قرض لیا ہے۔ جس کے جواب میں عزیز اقبال احمد نے اپنی شرافت طبع سے یہ خیال کرتے ہوئے کہ کہیں میری

وجہ سے یہ نوجوان ماخوذ نہ ہوجائے۔ پولیس کے تار کے جواب میں صرف اتنا کہا۔ کہ ایک صد بیس روپے کی رقم انہوں نے میری جیب سے نکالی تھی۔ ان کو ضرورت ہوگی۔ اور انہوں نے مجھ پر حُسنِ ظنی کرتے ہوئے کہ مجھے ان کی رقم لے جانے پر کوئی اعتراض نہ ہوگا مجھے اطلاع نہ دی۔

پولیس نے اپنی محکمانہ فراست سے عزیز اقبال احمد کی رقم کی چوری کا الزام اس شخص پر عائد کیا اور ایک صد روپیہ جو اس سے وصول ہوچکا تھا۔ اقبال احمد کو بھجوا دیا۔ باقی رقم یعنی بیس روپے وہ خرچ کر چکا تھا۔ اس لئے واپس نہ ہوسکی۔ گو چوری کے کیس میں اس کو عدالت سے سزا ہوگئی۔ اس طرح بھی اللہ تعالےٰ نے عزیز کے نقصان کی تلافی کردی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

ایک اور واقعہ

عزیز اقبال احمد سلمہ اللہ تعالےٰ ابھی دو تین سال کا تھا۔ اور خاکسار سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ارشاد سے نیا نیا لاہور میں وارد ہوا تھا۔ اور احاطہ میاں چراغ دین میں مبارک منزل نامی مکان میں مقیم تھا۔ کہ ایک دن عزیز بعارضہ نمونیہ سخت بیمار ہوگیا۔ رات کے دو بجے وہ شدتِ بیماری سے سخت نڈھال تھا۔ اس کا تنفس اکھڑ چکا تھا۔ اور حالت مایوس کن ہوگئی تھی۔ میری اہلیہ نے اسے اس حالت میں دیکھ کر کہا بچشمِ اشکبار کہا۔ کہ بچے کی حالت بہت نازک ہے۔ آپ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب یا ڈاکٹر محمد حسین صاحب کو بلا کر دکھا دیں۔ میں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب تو یہاں سے دور کیلیاں والی سڑک پر رہتے ہیں۔ اور سارے دن کی کوفت و مصروفیت کی وجہ سے اب آرام کر رہے ہوں گے۔ انکو اس وقت تکلیف دینا مناسب نہیں۔

میری اہلیہ نے جب پھر اصرار کیا تو میں نے کہا کہ اس وقت ایک ڈاکٹر ہیں جو بیدار ہیں۔ اور زیادہ قریب بھی ہیں۔ ان سے عرض کرتا ہوں اگر انہوں نے مہربانی کی تو بہت ممکن ہے کہ بچے کو آرام ہوجائے

میری بیوی نے پوچھا کہ کونسے ڈاکٹر ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ اللہ تعالےٰ کی خَیْرُ الرَّاحِمِیْن اور واھب الشفاء ہستی ہیں۔ جو سب سے زیادہ قریب۔ قادر مطلق اور اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن ہیں۔ اور کُن کے حکم سے بچے کو بچا سکتے ہیں۔

اس کے بعد میں وضو کر کے جائے نماز پر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت دسمبر کا مہینہ اور سخت سردی پڑ رہی تھی۔ اور بچہ کی حالت نہایت نازک اور آخری سانس معلوم ہوتے تھے۔ بلکہ نزع کی حالت تھی۔ جب میں نماز کے لئے کھڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ ہاں محسن و کریم خدا کی طرف سے خاص دعا کی توفیق مل گئی طبیعت میں دعا کے لئے انشراح پیدا ہو گیا۔ اور روح جوش رقت سے گداز ہو کر آستانہ الٰہی پر بار بار جھکنے لگی۔ اور نہایت عجز و انکسار اور تضرع سے بارگاہِ قدس میں طالب شفا ہوئی۔ ابھی میں سلام پھیر کر نماز سے فارغ نہ ہوا تھا۔ کہ بچے کی حالت سنبھل گئی۔ وہ چارپائی پر اٹھکر بیٹھ گیا اور والدہ نے اسے گود میں بٹھالیا۔ پھر میں نے گود میں اٹھایا۔ اور وہ کھیلتا کھیلتا تھوڑی دیر میں سو گیا جب صبح اٹھا تو بیماری کا نام و نشان نہ تھا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذَالِكَ۔

عزیز اقبال احمد کے متعلق تیسرا واقعہ

جب عزیز اقبال احمد کی عمر سات۔ آٹھ سال کی تھی۔ اور وہ پرائمری میں پڑھتا تھا۔ اس کی والدہ اپنے میکے گئی ہوئی تھیں۔ اور وہ میرے پاس لاہور میں اکیلا تھا۔ کہ ان دنوں ایک غیر احمدی مولوی اللہ دتہ جو مشہور واعظ تھے۔ اور انہوں نے ایک پنجابی منظوم رسالہ "پنجابی چرخہ" کے نام سے شائع کیا تھا۔ اور اس نظم کو خوش الحانی سے مختلف مجالس میں پڑھکر لوگوں کو محظوظ و متاثر کرتے تھے۔ وہ میرے درس قرآن میں بھی شریک ہونے لگے۔ اور احمدیوں کے بیان کردہ حقائق سے بہت متاثر ہوئے۔ چونکہ ان کی رہائش ہمارے سکونتی مکان کے قریب تھی۔ اس لئے وہ کبھی کبھی میرے پاس گھر میں بھی ملاقات کے لئے آجاتے۔ اور مختلف آیات کے معانی و مطالب کے متعلق استفسار کرتے رہتے۔

ایکدن وہ گھر پر آئے اور عزیز اقبال احمد سے باتیں کرتے رہے۔ ان کے سوالات کے جب اس نے باوجود صغر سنی کے بہت معقول اور عمدہ جواب دیئے۔ تو وہ بہت متاثر ہوئے۔ اور بار بار کہتے کہ یہ لڑکا تو آفت ہے۔ اس نے مجھ جیسے جہاندیدہ کو ساکت کر دیا ہے۔ اور جو بات بھی میں نے اس سے دریافت کی ہے۔ اس کا حیرت انگیز جواب دیا ہے۔

جونہی وہ مولوی صاحب عزیز اقبال احمد کے متعلق حیرت کا اظہار کرتے ہوئے گھر سے باہر نکلے۔ اقبال احمد کو شدید بخار اور سارے جسم میں درد شروع ہو گئی۔ اور اس کی آنکھیں اس قدر متورم ہو گئیں کہ نظر بالکل بند ہو گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ شائد اس حاسد ملاں کی نظر بد کا

اثر ہوتا ہے۔ اور اس کی زہریلی توجہ سے یہ بچہ بیمار ہو گیا ہے۔ کیونکہ نظرِ بد کا لگنا بھی نظامِ قانونِ طبعی کے سلسلۂ تاثیرات و تاثرات سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اَلْعَیْنُ حَقٌّ کا فرمانِ نبوی اس کا مُصدِّق ہے۔ اسی لئے بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ سوم چھوٹے بچوں کی ٹھوڑی یا چہرہ پر سیاہ داغ لگا دیتے تھے۔ تاکہ نظرِ بد کے اثر سے بچ جائیں بہرحال عزیز اقبال احمد کے متعلق مجھے نظرِ بد کے لگنے کا ہی خیال ہوا۔

میں نمازِ مغرب کے لئے مسجد میں گیا۔ اور وہاں پر بعض ضروری امور کی سرانجام دہی کی وجہ سے مجھے دیر ہو گئی جب میں مکان پر واپس آیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ میرا بچہ شدّتِ تکلیف و درد سے کراہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کر رہا ہے۔ کہ

"اے میرے مہربان خدا مجھ پر مہربانی فرما — میری تکلیف دور کردے۔ اور میری ننھی سی جان پر رحم فرما۔ اب تو میری آنکھوں سے کچھ نظر بھی نہیں آتا اس کو صحت دے تاکہ میں دوبارہ دیکھنے لگ جاؤں"۔

جب میں نے بچہ کو اس طرح دعا کرتے ہوئے سنا۔ تو میرا قلب جوشِ شفقت اور جذبۂ ترحّم سے بے تاب ہو گیا..... میں نے اس کو گود میں بٹھا لیا۔ اور اشکبار آنکھوں سے اور تضرع اور اضطراب سے دعا میں مشغول ہو گیا۔ میں دعا کر ہی رہا تھا کہ مجھ پر کشفی حالت طاری ہو گئی۔ اور میں نے اپنے خَیْرُ الرَّاحِمِیْن اور خَیْرُ الْمُحْسِنِیْن خدا کو سامنے دیکھا۔ اس رؤف و رحیم اور بے مثل خدا نے مجھے فرمایا۔ کہ

"اس بچے کی سب تکلیف تپ اور درد ابھی دُور کر دی جائیگی۔ اور ورم بھی صبح تک دور کر دی جائیگی"۔

میں نے اس بشارت سے عزیز اقبال احمد کو اسی وقت اطلاع دیدی۔ تب اللہ تعالیٰ کی نظرِ کرم سے تپ اور درد چند منٹوں میں ہی جاتے رہے۔ اور صبح کے وقت جب عزیز اٹھا تو اس کی متورم آنکھیں بھی بالکل صحتیاب تھیں۔ چنانچہ بچے نے اٹھتے ہی خوشی سے اس بات کا اظہار کیا۔ کہ میں اب بالکل اچھا ہوں۔ اور مجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو گیا ہے۔

میں اس معجزانہ شفا اور کشفی نظارے پر اپنے بے نظیر اور خیر المحبوبین خدا کی کرم فرمائی پر اسکے حضور سجداتِ شکر بجا لا رہا تھا۔ اور میری روح ہاں اس عبدِ حقیر اور نالائق خادم کی روح اپنے پیارے مسیح محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوتِ قدسیہ اور برکاتِ روحانیہ

کے فیضان کے مشاہدہ پر اس کی بارگاہ پر تواجد او رترقص کر کے اس پر اور اس کی آل واولاد پر درود بھیج رہی تھی۔ وَالشُّکْرُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

سہارنپور میں ایک کشفی نظارہ

خاکسار سہارنپور میں بسلسلۂ تبلیغ وارد تھا۔ کہ ایک دن میں نے کشفی نظارہ دیکھا۔ کہ میں دار المسیح میں مقیم افراد میں سے ایک ہوں۔ اُس وقت سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام بھی دار المسیح کے کمروں اور صحن میں پھرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

اسی اثناء میں مَیں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ دار المسیح کے ایک کمرہ سے باہر تشریف لائے ہیں۔ آپ نے نہایت ہی خوبصورت لباس زیب تن کیا ہوا ہے۔ اس لباس پر بے شمار ہیرے اور جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔ جن کی خوبصورتی اور چمک دمک آنکھوں کو خیرہ کر رہی ہے۔ حضور کے سر پر ایک تاج ہے۔ جو ہیروں اور جواہرات سے مرصّع ہے۔ اور بہت خوشنما ہے۔ اور کانوں میں نہایت خوبصورت الماس کے آویزے ہیں۔

اِس کے دوسرے تیسرے روز بعد رات کو رؤیا میں دیکھا کہ ایک بہت اونچا اور خوش منظر پہاڑ ہے۔ جس پر ہر طرف سبزہ زار نظر آتا ہے۔ اور ایک طرف کوٹھیاں اور بنگلے تعمیر شدہ ہیں۔ وہاں پر ایک وسیع وعریض صحن ہے جس میں ایک طرف سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ ایک کرسی پر تشریف فرما ہیں۔ اور سامنے ایک میز رکھی ہے۔ اور پاس ہی ایک دوسری کرسی رکھی ہے۔ جب میں نے حضور کو دیکھا تو آپ کے قریب چلا گیا۔ حضور نے مجھے اس دوسری کرسی پر بیٹھنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ چنانچہ میں حسب ارشاد اس کرسی پر بیٹھ گیا۔

اسوقت میرے ذہن میں ایک عجیب خیال پیدا ہوا۔ اور وہ یہ تھا۔ کہ میں حضور سے سوال کروں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے متعلق فرمایا تھا۔ کہ میرے بچے ابراہیم کے لئے جنت میں ایک مرضعہ مقرر کی گئی ہے۔ جو اسے دودھ پلاتی ہے۔ میں نے حدیث کی اس روایت کے متعلق یہ استفسار کیا۔ کہ کیا وہ مرضعہ ابھی تک جنت میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو دودھ پلائے جا رہی ہے۔ یا اب دودھ پلانے کا

زمانہ حضرت ابراہیم کے لئے ختم ہو چکا ہے۔

میرے اس استفسار کے جواب میں مَیں نے دیکھا۔ کہ حضور کے ہاتھ میں قرآن کریم ہے۔ اور آپ کا منہ یورپ کی طرف ہے۔ اور قرآن کریم سے آپ سورہ انبیاء تلاوت فرما رہے ہیں۔ اسی حالت میں میری حالت نوم سے یقظ میں تبدیل ہو گئی۔ اور میں بیدار ہو گیا۔

بیداری کے بعد مَیں تعجب سے اس رویا کی تعبیر کے متعلق غور کرتا رہا۔ تو مجھے یہ تفہیم ہوئی کہ حضور کا میرے جواب میں قرآن کریم کی سورۂ انبیا کی تلاوت کرنا اور یورپ کی طرف منہ کرنا ان معنوں میں ہے کہ حضرت ابراہیم ابنِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس وقت آپ بروز ہیں۔

اور جو تبلیغی کام انبیاء کے فرائض میں سے ہے وہ اللہ تعالےٰ نے اس وقت آپ سے لے رہا ہے۔ اور آپ کی توجہ کا رُخ تبلیغ رسالت کے اعتبار سے یورپ کی طرف ہے۔ اور یتزوّج ویولد لہٗ کی پیشگوئی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اس کے بھی آپ مصداق ہیں۔ وَاللہُ اَعلم بِالصَّواب۔

لکھنؤ میں عیسائی مشنری سے گفتگو

۱۹۳۳ء میں خاکسار مرکزی ہدایت کے ماتحت بغرضِ تبلیغ لکھنؤ گیا۔ وہاں پر علاوہ تبلیغی جلسوں میں تقاریر کرنے کے باقاعدہ قرآن کریم کے درس کا سلسلہ شروع کیا۔ جس میں علاوہ احمدی احباب کے غیر احمدی بھی شریک ہوتے۔ ایک دن ایک غیر احمدی دوست نے اطلاع دی کہ لکھنؤ میں ایک عیسائی مشنری عورت آئی ہوئی ہے۔ جو علمائے اسلام کو متواتر چیلنج دے رہی ہے۔ لیکن کوئی غیر احمدی عالم اس کا چیلنج قبول نہیں کرتا۔ اور اس طرح اسلام کی بدنامی ہوتی ہے۔

مَیں نے کہا مجھے تو آج تک اس کا علم نہیں ہوا۔ ورنہ ضرور اس کا جواب دیتا۔ چنانچہ میں نے اس مشنری عورت سے خط و کتابت کر کے گفتگو کے لئے وقت اور جگہ طے کی۔ اور وقتِ مقررہ پر بعض احمدی اور غیر احمدی احباب کے ساتھ اس کی قیام گاہ پر پہنچا۔ اس مشنری عورت نے جس کا نام روت تھا۔ اور وہ مشہور پادری مسٹر ایم۔ ایں۔ ہونر کی لڑکی تھیں۔ کئی عیسائی مشنری اپنی اعانت کے لئے بلائے ہوئے تھے۔ حاضرین کی کل تعداد تیس پینتیس کے قریب تھی۔

اِس مجلس میں مَیں نے پہلے اپنی آمد کی غرض بیان کی۔ اور پھر روت صاحبہ سے کہا کہ اگر وہ پسند کریں تو اپنا مدعا یا سوال پہلے پیش کریں۔ یا اگر مجھے اجازت دیں تو مَیں اپنی طرف سے پہلے بات کروں۔ روت صاحبہ نے یہی پسند کیا کہ پہلے میں بیان کروں۔

مَیں نے روت صاحبہ سے پہلے یہ سوال کیا کہ لعنت اچھی چیز ہے یا بُری؟ انھوں نے کہا کہ لعنت بہت بری چیز ہے۔ مَیں نے کہا کہ کیا شیطان لعنتی ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہاں شیطان لعنتی ہے اور یہ مسلّمہ عقیدہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مسیح علیہ السّلام جنکی صلیبی موت کی وجہ سے یہود و نصاریٰ دونوں قومیں ان کے لعنتی ہونے پر متفق ہیں۔ کیا ان میں اور شیطان میں بحیثیت لعنتی ہونے کے کچھ فرق ہے۔ اور پھر کیا حضرت مسیح علیہ السّلام کے علاوہ کوئی اور بانیٔ مذہب بھی لعنتی اور شیطان کا لعنتی ہونے کی حالت میں شریک ٹھہرایا گیا ہے۔ نیز کیا کسی دوسرے مذہب کے بانی نے اپنے مذہب کے ماننے والوں کو لعنت سے چھڑانے کے لئے پیش کیا ہے۔ یا یہ۔ وہ خود ہی اپنے مذہب کو پیش کر کے لعنتی بنتے ہیں۔

مَیں نے یہ سوال بھی کیا کہ اگر عیسائی مذہب کی رُو سے ایک خدا تین اور تین ایک ہیں تو کیا صلیبی موت سے تینوں مرے ہیں۔ یا ایک مرا ہے۔ اور وہ ہستی جو مر گئی وہ خدا کیسے ہوئی۔ کیونکہ خدا تو غیر فانی ہے۔ جسپر کبھی موت نہیں آتی۔ مسیح جس کو ابن اللہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ خدا جو ابنیت کے مرتبہ پر تھا۔ مصلوب ہوا اور مر گیا۔ اور تینوں کے ایک ہونے سے تینوں کے متعلق بمعنے **التثلیث فی التوحید** یہ تسلیم کرنا پڑا کہ تینوں ہی مر گئے۔ اور پھر مصلوب ہو کر تینوں ہی لعنتی موت مرے۔ اور ملعون ٹھہرے۔ پھر موجودہ عیسائی مذہب نے شریعت کو بھی لعنت قرار دیا۔

اب جس مذہب کا خدا لعنتی ٹھہرا جس کا بانی مسیحؑ بھی لعنتی ٹھہرا اور اس کی شریعت بھی لعنت قرار پائی۔ اس کی طرف کوئی غیر عیسائی لعنت سے بچنے اور نجات حاصل کرنے کے لئے کیونکر رجوع کر سکتا ہے۔ جب عیسائی مذہب اپنے خدا کو لعنت سے نہ بچا سکا۔ اپنے ہادیٔ مذہب حضرت مسیح علیہ السلام کو لعنت سے نہ بچا سکا۔ اور اپنی مسلّمہ شریعت کو لعنت سے نہ بچا سکا۔ تو اس سے یہ کیسے اُمید کی جا سکتی ہے۔ کہ اس پر چل کر کوئی شخص لعنت سے بچ جائے گا۔ یہ سوالات تو عیسائی مذہب کے اصولِ متعارفہ کی بنا پر پیش کئے گئے ہیں۔

اب دوسری بات یہ عرض کی جاتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السّلام قومِ یہود کی طرف بھیجے

گئے ۔ اور عیسائیوں نے آپ کو قبول کیا ۔ یہ دونوں قومیں جن کا آپ سے براہِ راست اور پہلا تعلق ہے مسیح کے صلیبی موت کی وجہ سے ملعون ہونے کی قائل ہیں ۔ اور اب تک اسی عقیدہ پر راسخ اور جمی ہوئی ہیں ۔ اگر لعنت کوئی اچھی چیز ہوتی تو اس کی وجہ سے شیطان اس قدر بدنام اور ذلیل نہ ہوتا ۔ لیکن اگر لعنت بری اور قابل نفرت چیز ہے تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مسیح ملعون ہوا ۔ ان کے مقابل پر وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السّلام ملعون نہیں ہوئے یقیناً بہتر اور حضرت مسیح علیہ السّلام کی شان اور عزت کو قائم کرنے والے ثابت ہوتے ہیں ۔

میں نے اس نکتہ کو واضح کر کے روت صاحبہ کی فطرت اور عقل کو اپیل کی جس پر انھوں نے میرے ساتھ اتفاق کیا ۔ اور ان لوگوں کو اچھا قرار دیا جو مسیح علیہ السّلام کو لعنت سے پاک اور مقدّس و مطہّر سمجھتے ہیں ۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ قومِ نصاریٰ اور یہودیوں سے تو ایک بھی نظر نہیں آتا جو مسیح کی صلیبی اور لعنتی موت کا اقراری نہ ہو ۔ لیکن عرب کے صحرا اور ریگستان سے ایک مقدّس وجود مبعوث ہوا جس نے اعلان کیا ۔ کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا یہ متفقہ عقیدہ کہ حضرت مسیح مصلوب و ملعون ہوئے ۔ ایک غلط فہمی کی بنا پر ہے ۔ اور حقیقتاً مسیح مصلوب ہونے سے بچ گئے تھے ۔ اس مقدّس انسان نے وحیٔ الٰہی سے یہ اعلان کیا کہ مَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ ۔ یعنی مسیح قتل ہونے اور صلیبی موت سے مرنے سے بچ گئے ۔ اور اس بارہ میں یہود و نصاریٰ کو غلط فہمی اور شبہ ہوا ۔

اب قومِ یہود و نصاریٰ ایک طرف ہیں جو مسیح کے اپنے ہو کر بھی اس کو ملعون مانتے ہیں ۔ اور دوسری طرف حضرت سیّدنا بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو عرب کی سرزمین سے حضرت مسیح علیہ السّلام کی حمایت اور بریت میں اپنی آواز بلند کرتے ہیں ۔ کہ وہ صادق اور مقدّس مسیح ہرگز مصلوب ہو کر لعنتی موت نہیں مرا

اللہ تعالےٰ کی شان ہے کہ مجھ سے یہ آخری الفاظ کچھ ایسے مؤثر انداز میں نکلے کہ روت صاحبہ آبدیدہ ہو گئیں ۔ اور کہنے لگیں کہ آج یہ پہلا دن ہے کہ میرے دل میں حضرت محمد صاحبؐ کے تقدّس اور پاکیزگی کے متعلق ایک گہرا اثر پیدا ہوا ہے ۔ اور میں آئندہ آنحضرتؐ کے متعلق کوئی کلمۂ تحقیر یا استخفاف کا استعمال نہ کروں گی ۔

اس کے بعد روت صاحبہ نے مناظرانہ رنگ میں کوئی اعتراض پیش نہ کیا ۔ اور نہ ہی

اسلام پر کوئی نکتہ چینی کی۔ ایک گھنٹہ تک یہ مجلس قائم رہی۔ اور روت صاحبہ مختلف مسائل کے متعلق محبت اور عقیدت سے استفسار کرتی رہیں اور مجادلہ کا طریق قطعاً اختیار نہ کیا اس گفتگو کا حاضرین پر جن میں معزز غیر احمدی بھی تھے خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھا اثر ہوا۔ میرے قادیان آنے کے بعد بھی روت صاحبہ ایک عرصہ تک خط وکتابت کرتی رہیں۔

ریکارڈنگ مشین

جب ہم روت صاحبہ کے ساتھ گفتگو سے فارغ ہوئے تو ایک ڈاکٹر جو امریکہ کے سند یافتہ تھے۔ کہنے لگے کہ میں بھی اسی بلڈنگ کے ایک حصہ میں رہتا ہوں۔ میرا بھی حق ہے کہ آپ مجھے کچھ وقت دیں۔ جب ہم ان کے کمرہ میں گئے تو دیکھا کہ قرآن کریم رحل پر رکھا ہوا ہے جو وہ باقاعدہ روزانہ فارغ وقت میں تلاوت کرتے تھے اور ان کا طبی کاروبار بھی کامیابی سے چلتا تھا۔

انہوں نے بتایا کہ امریکہ جانے سے پہلے ایک دفعہ لکھنؤ کے ایک بہت بڑے عالم کے وعظ میں شریک ہوا۔ جس میں انہوں نے حشر ونشر اور یوم الحساب کے متعلق اسلامی نظریہ پیش کیا اور بیان کیا کہ ہمارے اعمال نامے کراماً کاتبین لکھتے ہیں اور ان کے مطابق جزا وسزا دی جائے گی۔

میری طبیعت آزاد قسم کی اور نکتہ چین واقع ہوئی تھی۔ میرے دل میں سوال پیدا ہوا کہ ان فرشتوں کے پاس قلم دوات اور کاغذ کہاں ہیں اور ان کے ہاتھ کہاں ہیں اور اعمال کا موازنہ کرنے کے لئے ترازو کہاں سے آئیں گے۔ اسی قسم کے فضول سوالات میرے ذہن میں پیدا ہوئے اور مجھے اسلامی عقائد اور تعلیمات کے متعلق بدظنی پیدا ہو گئی۔

لیکن جب میں اعلیٰ تعلیم کے لئے امریکہ گیا اور ایک کالج میں داخل ہوا۔ تو ایک دن بعض دوستوں نے کہا کہ ایک نئی ایجاد ہوئی ہے۔ جس کے عجائبات میں سے ایک یہ عجوبہ ہے کہ کوئی شخص کسی کمرہ میں جہاں وہ مشین رکھی ہوئی ہو۔ خواہ کسی قسم کی حرکات کرے یہ آلہ ان سب حرکات کو ریکارڈ کر لیتا ہے اور پھر ان کو مشاہدہ کرا دیتا ہے۔

چنانچہ میں نے اس عجیب آلہ کو خود مشاہدہ کیا اور ایک کمرہ میں جہاں وہ آلہ رکھا ہوا تھا مختلف قسم کی حرکات کیں جو سب اس مشین میں ریکارڈ ہو گئیں اور بعد میں ہو بہو مجھے

دکھا دی گئیں ۔

مَیں یہ نظارہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا ۔ اور مجھ پر سکتہ کا عالم طاری ہو گیا ۔ اور میں نے خیال کیا کہ جب انسان اس قسم کی محیّر العقول مشین ایجاد کر سکتا ہے تو انسانوں کا خالق جس نے اسے ایسی ایجاد کی توفیق بخشی ہے ۔ اس کے سامنے انسان کی کونسی حرکت پوشیدہ رہ سکتی ہے اس ایجاد سے مجھے اسلام اور قرآن کریم کی پیش کردہ تعلیم کہ فرشتے انسان کے اعمال ریکارڈ کرنے کے لیے مقرر کئے گئے ہیں اور سب اعمال کا قیامت کے دن موازنہ اور حساب ہوگا کے متعلق پورا پورا انشراح ہو گیا ۔ اور میں نے اپنی سابقہ بد اعتقادیوں اور بدظنیوں پر بہت شرم محسوس کی ۔ اور قرآن کریم اور اسلامی تعلیمات پر نئے سرے سے ایمان لایا اور اب اسلامی تعلیمات کے متعلق احترام اور احتیاط کا پہلو مدنظر رکھتا ہوں اور اسلامی احکام پر خلوص سے کاربند ہوں ۔

یہ واقعہ سن کر میں نے کہا کہ یہ زمانہ جو سیدنا المسیح المحمدی کی بعثت کا دور ہے اس میں قدرت کے باریک در باریک اسرار ظاہر ہونے مقدر ہیں ۔ چنانچہ قرآن کریم کی آیت یوم تُبلی السّرائر فما له من قوة ولا ناصر (طارق) میں اسی امر کی پیشگوئی کی گئی ہے کہ ایک دورِ جدید علمی حقائق اور دقائق کا ایسا بھی آنے والا ہے جس میں خواص الاشیاء اور پوشیدہ در پوشیدہ صنعتیں ظاہر ہونگی اور دنیا میں قانونِ طبعی کے عجیب اسرار ظاہر ہوں گے اور ایسی ایجادات اور عجائب امور کا ظہور میں لانا انسانی طاقت اور قوت سے باہر ہے ۔ یہ خالق الاشیاء ہی کی ہستی ہے جو ان سب باتوں پر قدرت اور طاقت رکھتی ہے ۔

اس موقعہ پر ڈاکٹر صاحب سے اور بھی بہت سی تبلیغی باتیں ہوئیں جن کا خدا تعالیٰ کے فضل سے ان پر اور دوسرے حاضرینِ مجلس پر اچھا اثر ہوا ۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

مبارک دوشنبہ

۱۹۴۷ء کے جلسہ سے فارغ ہو کر خاکسار سیدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کے ارشاد کے ماتحت بعض تربیتی امور کی سرانجام دہی کے لئے لالہ موسیٰ ٹھہرا ۔ وہاں پر مکرمی ماسٹر نعمت اللہ خان صاحب گوہر بھی کسی رشتہ دار کو ملنے کے لئے آئے ہوئے تھے میری آمد کے متعلق سُن کر میری ملاقات کے لئے آگئے اور فرمانے لگے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا الہام " دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ " المصلح الموعود کے لئے بطور علامت کے ہے

لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی پیدائش ہفتہ یعنی شنبہ کے دن ہوئی اور آپ خلیفہ بھی ہفتہ کے دن ہوئے اور دوشنبہ یعنی سوموار سے آپ کا کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا پس آپ کس طرح مصلح موعود ہوئے

میں نے کہا کہ آپ نے تو اپنی تشریح سے ثابت کر دیا ہے کہ سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ الودود مصلح موعود کی پیشگوئی کے مصداق ہیں جب حضور کی ولادت شنبہ کو ہوئی اور آپ مسند خلافت پر بھی شنبہ کے دن بیٹھے۔ تو یہ دو مبارک شنبہ ہوئے۔ ایک شنبہ ولادت کا اور دوسرا شنبہ خلافت کا اور یہ دونوں دن ہی باعث صد مبارک اور مسرت ہیں

اس پر ماسٹر گوہر صاحب فرمانے لگے کہ لیکن عربی میں جہاں اس پیشگوئی کا ذکر ہے وہاں پر یہ الفاظ ہیں۔

یوم الاثنین فواھاً لك یا یوم الاثنین اور یوم الاثنین سوموار کے دن کو کہتے ہیں نہ کہ ہفتہ کے دن کو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصلح موعود کی پیدائش کا دن سوموار ہے نہ کہ ہفتہ۔ میں نے عرض کیا "یوم الاثنین" کے لفظ کے اندر دونوں طرح کے مفہوم پائے جاتے اس کے عام معروف معنے تو سوموار کے دن کے ہیں۔ لیکن اثنین اور یوم کی اضافت کی رُو سے اس سے مراد دو امور سے تعلق رکھنے والے دن کے ہیں اور وہ دو امور المصلح الموعود کا تولد اور خلافت ہیں۔ جن کا تعلق شنبہ یعنی ہفتہ سے ہے اور اگر دوسرے تائیدی قرائن مثلاً مصلح موعود کے اسماء مبارکہ ہیں سے محمود۔ فضل۔ فضل عمر۔ بشیر ثانی۔ کلمۃ اللہ۔ عالم کباب وغیرہ کو سامنے رکھتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ذات صفات اور افعال پر نظر ڈالی جائے تو آپ ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کے مصداق ٹھہرتے ہیں۔

اور دوشنبہ کے ساتھ مبارک کا لفظ اس لئے بھی بڑھایا گیا ہے کہ ہفتہ کا دن زحل ستارے سے نسبت رکھتا ہے جو آسمانِ ہفتم کا ستارہ ہے اور ماہرینِ علم نجوم اسے دوسرے ستاروں کی نسبت اسے جلالی اور قہری تجلیات والا ستارہ قرار دیتے ہیں اور قہری حوادث سے تعلق رکھنے کی وجہ سے اسے منحوس قرار دیتے ہیں۔ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب "تحفہ گولڑویہ" کے صفحات ۱۸۰ تا ۱۸۳ میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے ضمن میں ستاروں کی اس تاثیر کا ذکر فرمایا ہے۔ اور خود المصلح الموعود کا ایک صفاتی نام "عالم کباب" بھی ہے۔ جس کے متعلق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"عالم کباب سے یہ مراد ہے کہ اس کے پیدا ہونے کے بعد ... ... دنیا پر ایک سخت تباہی آئے گی۔ گویا دنیا کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اس وجہ سے اس لڑکے کا نام عالم کباب رکھا گیا"۔ غرض وہ لڑکا اس لحاظ سے کہ ہماری دولت اور اقبال کی ترقی کے لئے ایک نشان ہوگا بشیر الدولہ کہلائیگا اور اس لحاظ سے کہ مخالفوں کے لئے قیامت کا نمونہ ہوگا عالم کباب کے نام سے موسوم ہوگا"۔ (تذکرہ صـ ۵۶۳)

پس یہ جلالی شان زحل ستارے کی نسبت سے ظاہر کرتی ہے کہ مصلح موعود کی پیدائش اور خلافت ہفتہ کے روز ہی مقدر تھی اور چونکہ منجمین کے نزدیک یہ ستارہ نحس سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے "مبارک" کا لفظ الہام میں رکھا تا کہ یہ ظاہر ہو کہ المصلح الموعود کا وجود جلالی شان اور قہری نشانات رکھنے کے باوجود بہت ہی بابرکت اور موجب رحمت ہے

میرا یہ بیان سن کر مکرمی ماسٹر گوہر صاحب کہنے لگے کہ اچھا اب معلوم ہوا کہ دوشنبہ سے کیا مراد ہے۔ میں نے کہا کہ یہ تاویل میں نے آپ کی توضیح کے مطابق کی ہے ورنہ ہو سکتا ہے کہ سیدنا المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالےٰ کی زندگی کے آئندہ واقعات میں کوئی عظیم الشان نشان سوموار کے دن ظہور میں آجائے چنانچہ الہام "یوم الاثنین و فتح الحنین" (تذکرہ صـ ۴۳۷) سے معلوم ہوتا ہے فتح حنین کے مشابہ کوئی عظیم الشان نشان سوموار کو ظہور میں آئیگا۔

اور تذکرہ صـ ۱۱۴ پر اس طرح مرقوم ہے :-

"بعالم کشف چند ورق ہاتھ میں دیئے گئے اور ان پر لکھا ہوا تھا۔ فتح کا نقارہ بجے پھر ایک نے مسکرا کر ان ورقوں کی دوسری طرف ایک تصویر دکھائی اور کہا دیکھو کیا کہتی ہے تصویر تمہاری"۔ جب اس عاجز نے دیکھا تو وہ اس عاجز کی تصویر تھی اور سبز پوشاک تھی مگر نہایت رعب ناک جیسے سپہ سالار مسلح فتحیاب ہوتے ہیں اور تصویر کے یمین و یسار میں "حجۃ اللہ القادر" اور "سلطان احمد مختار" لکھا تھا اور یہ سوموار کا روز اور انیسویں ذوالحجہ سنہ ۱۳۰۰ھ تھا"۔

اس عبارت سے جو الہامی اور کشفی ہے بہت سے امور ظاہر ہوتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ سوموار کے دن کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کسی فتح عظیم سے تعلق ہے جو بہت ہی مبارک ہوگی ہو سکتا ہے کہ قادیان کی واپسی کا دن جو فاتحانہ شان سے تعلق رکھتا ہے۔ سیدنا المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ کے بابرکت وجود کے ساتھ سوموار کا دن ہی ہو اور فتح کا نقارہ سوموار کو ہی بجے واللہ اعلم باسرارہ

دعوتِ مقابلہ

جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے ساتھ میرے بارہا مناظرے ہوئے ہیں سنہ ۱۹۳۸ء میں خاکسار سیالکوٹ میں مقیم تھا۔ مولوی صاحب نے اپنے ایک جلسہ میں مجھے مقابلہ کے لئے چیلنج دیا۔ اور کہا کہ مرزا صاحب اور مرزائی قرآن کی عبارت صحیح نہیں پڑھ سکتے ان کے اس ادعا کے باطل ثابت کرنے کے لئے خاکسار نے مندرجہ ذیل ٹریکٹ شائع کیا جس میں بیاسی اشعار کا قصیدہ بھی شامل کیا خدا تعالیٰ کے فضل سے مولوی محمد ابراہیم صاحب پر سلسلہ کا ایسا رعب چھایا کہ وہ اس کے جواب میں ایک شعر نہ لکھ سکے اور عام لوگوں میں سلسلہ حقہ کی حقانیت اور علمی قوت کا خوب چرچا ہوا۔

دعوت مقابلہ

نعم الرقیم

فی

جواب دعوۃ ابراھیم

القصیدۃ العربیہ

مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے اپنی تقریر میں جو اپنے محلہ اراضی یعقوب میں کی بلند آواز سے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ مرزا صاحب اور مرزائی قرآن کریم کی عبارت تک پڑھنا نہیں جانتے اور پھر میرا نام لیکر مناظرہ کا چیلنج دیا کہ اگر اس میں ہمت ہے تو میرے ساتھ مناظرہ کرے۔ یہ عربی قصیدہ ان کے اس قول اور اس دعوتِ مناظرہ کا جواب ہے امید ہے کہ مولوی صاحب اس قصیدہ کے جواب میں بصورتِ قصیدہ اپنی عربی دانی کا ثبوت دیتے ہوئے پبلک پر یہ واضح کردیں گے کہ ان کا قول برعکس نہند نامِ زنگی کافور کا مصداق نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے اور اگر میرے اس قصیدہ کے جواب میں مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کا قلم ٹوٹ جائے۔ ان کی دوات پھوٹ جائے اور ان کا کاغذ پھٹ جائے یعنی ہر طرح سے عربی قصیدہ جواب میں لکھنے سے عاجز ثابت ہوں تو ہم اور تو کچھ نہیں کہتے صرف اتنا بہ ادب عرض کرتے

ہیں کہ وہ آئندہ احمدی افراد کے متعلق اور نیز ہمارے سید و مولیٰ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق غلط بیانی کرنے اور لاف زنی سے پرہیز کیا کریں کہ انسانی شرافت اور وقار اسی میں ہے۔

خاکسار غلام رسول راجیکی احمدی نزیل سیالکوٹ ۸ ستمبر ۱۹۳۰ء
المشتہر سیکرٹری احمدیہ ینگ فوک ایسوسی ایشن

(۱) ایا من دعا مثلی وبعد تعرّف فی | الیٰ البحث دعوۃ مجتنلٍ مزرّف
(۲) لتعلم انی فی میادین بحثکم | حضرتُ مزاراً عند وقت التزلّف
(۳) ففزنا بنصر اللّٰہ فی کلِّ موطن | علونا عدوّ الحق فرّ کمسدف
(۴) فتعرف قوۃ صدقنا وصدادنا | ایخفی علیک مفازنا غیر مختفی
(۵) جذبنا قلوبًا فی المباحث بعدما | تجلّت حقیقۃُ امرنا بالتشرف
(۶) اتتنی جلالۃ ما بدا من مسیحنا | لابطال ما قمتم لہ بالتعسف
(۷) رأی النّاسُ انوارَ الصدوق بجلوۃٍ | فاعناقھم خضعت لصدقٍ معرّف
(۸) اَلَمْ تر ان اللّٰہَ ایدَ حِزبَہٗ | ویومًا فیومًا زادھم بالتألف
(۹) وبارک فیھم من عجائبِ برکۃٍ | بنصرٍ عزیزٍ صانَھم من مخوّف
(۱۰) وقد اشرقت ارضٌ بانوار ربّھا | وانّی لو طراطیراھا کمشرف
(۱۱) وانّ ظھور الاحمدیۃَ ایۃ | وتعرفھا عین تراھا کمنصف
(۱۲) وانّ نداء الحق یعلو ویلمعن | ویجذب قلبَ البار کالمنصرف
(۱۳) وانا لننصر رسلَنا قولُ ربنا | وَذَالِکَ وعد اللّٰہ فی کلّ مصحف
(۱۴) وقَال وعیداً فیہ خابَ مَن افتریٰ | أذلک معیار الھدیٰ غیر مکتفی
(۱۵) ایا من یصول علی الصدوق مکذبا | بعین التقیٰ ابصرودع کلّ طائف
(۱۶) تفکر فان الصدقَ بعد تفکرٍ | لتعرف بالتقویٰ علیٰ نھج عارف
(۱۷) وان غراس الاحمدیۃ قد نمًا | وشاھدتَ دوحتھا باثمار متحف
(۱۸) فلیس نصیبک ان تریَ الزورَ غالبا | ولا ان تبید الحق ظلمًا کمعسف
(۱۹) سلکتَ معاسیف الفلاۃ تعامیا | وتفخر بالتزویر کالمتصلف
(۲۰) وَما عندکم شیئٌ مِن العلمِ والھدیٰ | وَمَا من اَدِلّۃ ما ادَّعیتم کمسرف

(٢١) نعم سبّكم بالفحش يغلب غيركم — ورمى الحجارة من حجارة طائف
(٢٢) مكاء وتصدية بضجّة هزلكم — فذالك من اخلاق قوم مخصّف
(٢٣) ايخفى عليكم ما فعلتم باحمدا — اذا جاء بلدتكم كضيف مضيف
(٢٤) رميتم حجارا بالسباب وشيمة — كانّ رسول الله خلّ بطائف
(٢٥) كذالك لمّا جاء ابن مسيحنا — أاكرام ضيف عندكم بالتعسّف
(٢٦) وللمرء من حسن الخصال أناته — وصبر وحلم بعده بالتلطّف
(٢٧) وانّا امرنا بالاصطبار نفوسنا — كأنّا خلقنا للتصبّر فاصطف
(٢٨) وللخلق احمال علينا لصبرنا — وذكر رضى المولى لنا من مخفف
(٢٩) رئينا مسيح الخلق ناب محمّدا — بشارة فيض منه للمتلهف
(٣٠) له الدّور دور الانبياء جميعهم — له النّور نور الرّسل للمتشرّف
(٣١) فانا ورثنا السابقين هداية — ونوراً وعرفانا لعين المعارف
(٣٢) رزقنا بمجد الحق علما وحكمة — وجدنا متاعا من تليد ومطرف
(٣٣) وموطئ اقدامنا فوق شاهق — وحرب العدوّ لنا لرغم المراعف
(٣٤) ونحن سيوف الله فى حرب خصمنا — لافناء دجل المبطلين بتلف
(٣٥) ومن كان ذا علم وفهم وفطنة — ليعرف عند النظر قول المحرّف
(٣٦) وقالوا نعم اذ قيل مات محمّد — لموت المسيح تغيظوا بالتزهّف
(٣٧) اخاطب ابراهيم فى الوقت ناصحا — عليك بنظر الحق كالمعترف
(٣٨) صرفت المساعى فى حيات ابن مريم — ومن مات حقا كيف يحيى لمرجف
(٣٩) لاكلفت اطراء بعيسى مؤيّدا — لشرك النصارى ادّعيت كاسقف
(٤٠) غلوّ واطراء لعيسى التنصّر — ابعد التسلّم قد ضللت كمسرف
(٤١) ويا عجبا للبغض منك للذى — اتانا مسيحا مرسلا كالخلائف
(٤٢) وانّ حيات المصطفى بافاضة — الى اخر الدّنيا بغير التخلّف
(٤٣) فانى لعيسى مثل فيض محمّد — فيا عجبا من شرّ عكس مطفّف
(٤٤) فمن هو حيّ ثم محي لسرمد — يقولون ذالك ميّت بالمخارف
(٤٥) ومن مات حقا ثم ماتت فيوضه — يقولون ذا حيّ الى الان فاقتف

(٤٦) وانّ لابراهیم شغلاً بشغفه لعیش ابن مریم دائما بزخارف
(٤٧) الٰه النصاری لا ترید مماتهٗ وتذکر موت المصطفیٰ کالمعنف
(٤٨) وانت سمیّ خلیل ربٍّ مهیمنٍ فترجح لبرّ فیه کالمتشرف
(٤٩) اخیر لمثلك مَا اریت نموذجًا وذمّمتنا کالمزدری بتصلف
(٥٠) وخاطبت جمعًا فی الخطابۃ خادعا ونادبت تجهیلاً لنا بالتصحف
(٥١) وفی المنتدی نادیتنا متحدّیًا وحقّرتنا متعلّیا بالتطرف
(٥٢) فلبّیتُ دعوتك الّتی تبتغی بها صراعًا لصرعك رمت کالمتنسف
(٥٣) فان کنت شیئًا فات مضمار فاتكٍ لاثبات دعوی العلم فی لسن مصحف
(٥٤) لسان کتاب الله للبحث اجدر ففیه نباحث کل من ذاك یصطفی
(٥٥) وادعوك ابراهیم خاصًّا الدعوتی بما قد دعوت مناظراً بالتّکلف
(٥٦) وانی دعوت کما دعوت مخاطبا فذالك دَینٌ فادحٌ من مکلّف
(٥٧) کتبت رسائل ثمّ اکتب بعدها حذاءك نشرۃ اختبارٍ لموقف
(٥٨) فحرّك یراعك راقمًا بتأهبٍ ومثلك حبر لو ذعی فیقتفی
(٥٩) وانی نظمت قصیدتی هذه لمن دعانی الیٰ بحث فقمت بمرحفی
(٦٠) فکسّرت بالضرب الشدید خداعه بعضب الصداقۃ هازم الزور مردفی
(٦١) وانی لسرحوب تأسّد بالهوی یقابل ضرغامًا له صرع متلف
(٦٢) اخاطب ابراهیم هات قصیدۃ کنظمی فاُلاهَبَ وجوم التخلّف
(٦٣) فاطلب منك نظیرها متحدّیًا فلا تدبرن کمشمتٍ ومجوّف
(٦٤) وان تاتنی بالنظم مثل قصیدتی فاکسر اقلامی لمثلك بالدّف
(٦٥) ویاتی زمان یکشفن حقیقۃ لسجد الصدوق وذلّۃ المتصلف
(٦٦) فتعلم انك ساهف بتخیّبٍ فتزهق نفسك حسرۃ بالتأسف
(٦٧) واناکسرنا مرقمًا لك حجّۃ فان کنت تقدر فاکتبن لا تغیّف
(٦٨) وان تعجزن عما طلبنا فعبرۃ لمثلك مما قمت کالمتصلف
(٦٩) وانی غلام للرسول محمدٍ وخادم احمد حفنی بالعوارف
(٧٠) واٰخر دعونا ان الحمد کلّه لربّ الخلائق کلها کالمحفّف

اس قصیدہ کے کل ۸۲ - اشعار تھے اس وقت بخوف طوالت ستر اشعار لکھے گئے ہیں - اصل ٹریکٹ میں اشعار کا ترجمہ بھی دیا گیا تھا جو اس وقت چھوڑ دیا گیا ہے یہ اشتہار اور ٹریکٹ اخبار فاروق میں بعد میں شائع ہو گیا تھا -

ذکر محاسن حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ

حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی وفات پر خاکسار نے ایک مرثیہ فارسی زبان میں لکھا تھا جس کے ساٹھ کے قریب اشعار تھے ان میں سے بعض اشعار بطور نمونہ درج ذیل کئے جاتے ہیں :-

میر صاحب محمد اسمٰعیل — آنکہ مے بود ہمچو ابن خلیل
آنکہ سیّد بسندِ وحیٔ نبی — از بنی فاطمہ شریف و نبیل
وصفِ او در بیاں نمی گنجد — گر بیانش کنیم بالتفصیل
فطرتش فطرتِ ہمہ ابرار — ذاتِ او متصف بوصفِ جمیل
قدسیاں را شدہ دلش منزل — عارفاں را برسمِ او تبتیل
شوق و ذوقش ہمہ بذکرِ خدا — مستِ تقدیس و محو در تہلیل
ذرہ ذرہ بہ چشمِ او مرآت — بہر روئے نگار ہمچو دلیل
منزلِ قدس بود منزلِ او — بر زبانش حقائق از تنزیل
عابداں را عبادتش اسوہ — زاہداں را بزہدِ او تمثیل
علم و فضلش ز فیضہائے قدس — مہبطِ نور ہائے ربِ جلیل
عارفِ نکتہ ہائے سرِّ نہاں — کاشفِ راز ہائے از تاویل
در تصوّف بدش بلند پایۂ — نفسِ او پاک تر ز ہر تسویل
زہد و تقویٰ و صدق و عشق و خلوص — ہمچنیں باثناء و وصفِ جمیل
راسخ العلم عاشقِ قرآں — وقتِ خلوت تلاوتِ ترتیل
از تفکّر بہ بحرِ دیں غوّاص — وز تعمّق بعمقِ قلزم و نیل
یادگارش بسے بماند ایں جا — و از عجائب "لطائف تنزیل"
مرگذشتش کہ "آپ بیتی" نام — نظم و نثرش عجب نما بے قیل

بہرِ خلقِ خدا شفیق بسے — چشمۂ فیضِ عام و تکفیل
یک طرف عارفاں بہ بزمش مست — یک طرف در علاجِ خلقِ علیل
مونسِ خلق و مشفق و ہمدرد — غمگسارِ ہمہ عزیز و ذلیل
سائلاں را عطاء و دستِ کرم — دستِ او در کرم عریض و طویل
خندہ رو بود با تبسمِ لب — وقتِ گفتار دُرفشاں بے قیل
کُنجِ خلوت پسند و تنہائی — از برائے تبتل و تبتیل
ذوق بودش بسے پئے دعوات — با تضرّع بہ پیشِ ربِ جلیل
یاد داریم بزمِ "ذکرِ حبیب" — یاد داریم نارِ عشقِ خلیل
ہر دمش شعلہ زن بہ آتشِ عشق — سوختہ جاں بہ عشقِ ربِ جلیل
صاحبِ کشف بود ملہمِ حق — عارفِ فیضِ قرب مثلِ نزیل
در اطاعت نمونہ بہرِ مطیع — با مطاعے باتحاد و مثیل
در تصوف یگانہ و یکتا — در تعرف بموہبت تحصیل
نافع الخلق و حامیٔ ملت — بہرِ دنیا و دیں بہ فیض کفیل
خاندانِ نبوّتش ہمراز — در حریمِ قدس بقربِ دخیل
فیضیاب از مسیحِ مطلعِ نور — مظہرِ انبیاء و شیخِ نبیل
با مسیحِ جہان نسبت داشت — چوں بہ اُختش شدہ مسیحِ خلیل
دودمانش بعزتِ اُختش — یافتہ عزتے بصد تفضیل
آہ و صد آہ کہ ایں چنیں محبوب — شد مفارق زما بوقتِ قلیل
سالِ رحلت بہ میم و مغفورش — ماہِ شعبان و جمعہ روزِ رحیل

با قضائے خدا رضا دادیم
مومناں را رضاء و صبرِ جمیل

عرشِ الٰہی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالٰی عنہ کے عہدِ سعادت کے آخری ایام میں مجھے کشفی طور پر روحانی سیر کرائی گئی اور آسمانی بلندیوں میں پرواز کروایا گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک

شخص میرے پاس کھڑا ہے مجھے کہتا ہے کہ عرش کیا ہے اور اس کی کیا حقیقت ہے۔ میں نے اسے کہا کہ آپ میرے ساتھ چلیں میں آپ کو عرش دکھاتا ہوں چنانچہ ہم دونوں نے پرواز کرنا شروع کیا اور ساتوں آسمانوں سے گذر کر ہم اوپر نکل گئے۔ وہاں پر ہمیں ایک نئی قسم کا آسمان نظر آیا جس کے نیچے شفق نما سُرخی جو نیچے سے نظر آ رہی ہے عرش کی ہے تب میرے ساتھی نے کہا کہ ہم عرش کو اوپر سے بھی دیکھنا چاہتے ہیں اس کے بعد آناً فاناً ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ہم عرش کے اُوپر کی طرف ہیں اور ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم عرش کے کنارے پر کھڑے ہیں اس جگہ سے ہمیں عرش کے وسط میں ایک قبۂ نور نظر آتا ہے جس سے نہائت تیز شعاعیں نکل رہی ہیں کہ آنکھیں ان کی تاب نہیں لاسکتیں۔

مَیں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ چلو اس جلوہ نما قبہ کو قریب جا کر دیکھیں میرے ساتھی نے آگے جانے سے معذوری کا اظہار کیا۔ تب میں نے کہا کہ اگر آپ نہیں جا سکتے تو نہ جائیں لیکن میں تو قریب جا کر دیکھونگا اور حضرت رب العلمین کی ضرور زیارت کرونگا۔ پھر میں اس قبۂ نور کے قریب پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ سیدنا حضرت محمود ایدہ الودود کی شکل میں جلوہ نما ہے اس کے بعد میری کشفی حالت جاتی رہی۔ اس کشف کے چند دن بعد ہی سیدنا محمود مسندِ خلافت ثانیہ پر رونق افروز ہوئے اللھمّ ایدہٗ وانصرہٗ۔

بیٹا اور ملازم

بیٹے اور ملازم کی حیثیت جداگانہ ہوتی ہے ملازم اور خادم اپنے آقا اور مالک کا کام محض اجرت اور تنخواہ کے لئے کرتا ہے اور اس کو اپنے مفوضہ کام اور مزدوری کے لالچ کے سوا اپنے آقا سے اور کوئی سروکار نہیں ہوتا لیکن بیٹا ملازموں اور خدام سے بہت بالا حیثیت رکھتا ہے وہ خود بطور مالک اور مختار کے سرپر رہتا ہے بے شک وہ اپنے مقررہ فرائض اور کام کے اوقات کی بھی پابندی کرتا ہے لیکن مزدور اور ملازم کی طرح یہ نہیں ہوتا۔ کہ مقررہ کام اور اوقات کے بعد اس کا اپنے باپ کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں رہتا بلکہ وہ بطور مختار و مالک کے اپنے باپ کے کام اور سرمایہ کے نفع و نقصان میں شریک اور اپنے باپ کی بہبودی خیرخواہی اور محبت کا اپنے آپ کو ہر طرح ذمہ وار اور مستحق سمجھتا ہے اور اپنے باپ کے کام روپیہ اور نفع و نقصان کو اپنا کام روپیہ اور نفع نقصان سمجھ کر شب و روز تندہی کے ساتھ خدمت میں مصروف رہتا ہے اس کے مدِنظر باپ کی خوشنودی رضا اور اس کی خیرخواہی ہوتی ہے اور وہ ہر کام میں اپنے آپ کو باپ کے قائم مقام سمجھتا ہے نہ اس کو تنخواہ کا لالچ ہوتا ہے اور نہ

مزدوری و انعام کی خواہش۔

بیٹے کا باپ سے ایسا گہرا تعلق ہوتا ہے کہ ملازموں اور خادموں کو اس کا عشر عشیر بھی حاصل نہیں ہوتا۔ بیٹا اپنے باپ کی جائداد بلکہ اخلاق و عادات اور صفات کا بھی وارث ہوتا ہے وہ رات دن اپنے باپ کے کام میں مستغرق رہنے کے باوجود کسی مزدوری کا طالب نہیں ہوتا بلکہ اس کو اپنے لئے موجبِ ہتک خیال کرتا ہے بسا اوقات وہ ملازموں سے کئی گنا زیادہ کام کرتا ہے لیکن پھر بھی کوئی اُجرت طلب نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جو کچھ اس کے باپ کا ہے وہ سب کچھ اسی کا ہے اور وہی اس کا وارث ہے۔ پس باپ کی خوشنودی اور رضاء اس کے لئے ہزارہا تنخواہوں سے بڑھ کر ہوتی ہے۔

یہی وہ بات ہے جس کے پیش نظر اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ۔ یعنی اللہ کا ذکر اپنے باپوں کے ذکر کی طرح کرو۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ گویا تمہارے اعمال اور عبادات کا اصل مقصد من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ کے رو سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہونا چاہیئے جیسے بیٹے اپنے باپوں کی خوشنودی کے لئے خدمات بجالاتے ہیں۔ اسی طرح عاشقانِ وجہ اللہ کے لئے سب نعمتوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رضوان اور خوشنودی ہے جس کے سامنے جنت کی نعماء بھی ہیچ ہیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ قرآن کریم میں مومنوں کی ایک قسم کا ذکر ہے جس کے متعلق نعم اجر العاملین کے الفاظ استعمال فرمائے گئے ہیں یعنی ایسے مومن اجر اور مزدوری کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکموں کو بجا لاتے ہیں اور نعمائے جنت کو بطور جزا اور اجر کے حاصل کرتے ہیں لیکن اعلیٰ اور بلند مقام انہی لوگوں کا ہے جن کے مدِنظر صرف خدا تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہے اور وہ محض اس کے حصول کے لئے اپنا سب کچھ فدا اور قربان کر دیتے ہیں جب یہ عشاقِ ذاتِ باری تعالےٰ ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کی رضاء اور لقاء کو ترجیح دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کو تمام دنیا پر ترجیح دیکر اپنی محبت اور رضاء کے لئے چن لیتا ہے چنانچہ انہی معنوں میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے الہاماً فرمایا کہ

اٰثرك اللّٰه علیٰ كلّ شیءٍ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام چیزوں پر اختیار کر لیا۔ اللہ تعالےٰ ان عاشقانِ وجہ اللہ میں ہم کو بھی شریک کرے۔ آمین۔

لاہور کی ایک مجلس میں سورۂ کوثر کی تفسیر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ وارضاہ کے عہد سعادت میں میں لاہور میں مقیم تھا کہ عید المیلاد کے موقعہ پر جناب خلیفہ عماد الدین صاحب (برادر کلاں حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ) کی صدارت میں ایک جلسے کا انعقاد ہوا۔ جس میں جماعت کی طرف سے خاکسار اور خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کی تقریریں رکھی گئیں۔ اس جلسہ میں خاکسار نے بعض دوستوں کی خواہش پر سورہ کوثر کی تفسیر بیان کی اس کا خلاصہ ذیل میں احباب کے لئے تحریر کیا جاتا ہے۔

(۱) **عربی** زبان میں کوثر اور کثیر کے الفاظ کثرت کے معنوں میں پائے جاتے ہیں۔ لفظ کوثر ایسی کثرت پر دلالت کرتا ہے جو گنتی اور شمار میں نہ آسکے چنانچہ ایک شاعر نے اپنے ممدوح کے متعلق انہی معنوں میں یہ دونوں الفاظ استعمال کئے ہیں ؎

وانت کثیر یا ابن مروان طیب
وکان ابوک ابن الفضائل کوثرا

یعنی اے ابن مروان تو بھی بکثرت فضائل رکھتا ہے اور یہ بات اچھی اور پسندیدہ ہے لیکن تیرا باپ ابن الفضائل کی شان رکھتا تھا اور اس کے فضائل اس قدر زیادہ تھے کہ وہ شمار میں نہ آسکتے تھے

(۲) **سورہ** کوثر میں اللہ تعالیٰ نے کوثر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بطور عطیہ ذکر فرمایا ہے۔ انا اعطینا کے فقرہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے جمع متکلم کی ضمیر استعمال فرمائی ہے اور ضمیر خطاب جس کے مخاطب اصالتاً رسول کریم حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں واحد استعمال کی ہے کوثر کے معنی حدیث میں نھرٌ فی الجنۃ یعنی جنت میں ایک نہر بھی فرمائے گئے ہیں بعض حدیثوں میں اسے حوض بھی لکھا گیا ہے۔ بعض صحابہؓ سے یہ مروی ہے کہ کوثر سے مراد دنیا میں جماعت المومنین کی کثرت ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نحر سے مراد نماز کے وقت ہاتھوں کو سینے پر باندھنا اس طریق پر کہ یمین اوپر اور یسار نیچے ہو۔ بھی لیا ہے۔

ابتر کے معنے مقطوع النسل کے ہیں اور اس سے ایسا شخص مراد ہوتا ہے جس کے بعد نہ اس کی کوئی اولاد ہو اور نہ جانشین اور ابتر ایسے منحوس شخص کو بھی کہتے ہیں جو ہر طرح کی خیر و برکت سے بے نصیب ہو۔

(۳) فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کے فقرہ میں نماز اور قربانی کے لئے حکم دیا گیا ہے جیسے قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین کے الفاظ میں تشریح پائی جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی نماز کا نمونہ ہے اور آپ کی قربانی موت کا نمونہ و رنگ رکھتی ہے اور آپ رب العالمین کی شان کو اپنی نماز اور قربانی سے ظاہر کرنے والے ہیں اور ہر حالت عسر و یسر میں اللہ تعالےٰ کو ہی زندگی کا سب سے بڑا اور اعلیٰ مقصد سمجھتے ہیں ۔

اور نماز کے ہر رکن کی نقل وحرکت کے وقت اللہ اکبر کا تکرار محض اس مطلب کے اظہار کے لئے ہے کہ جس طرح نماز کا نقطہ مرکزی اللہ اکبر ہے اسی طرح انسان کی زندگی عبد ساجد کی حیثیت میں گذرنی چاہیئے یعنی اللہ تعالےٰ کا سب سے بڑا ہونا ہر وقت اس کے سامنے رہنا چاہیئے اور کامل علم ومعرفت کے ذریعہ روح اور قلب کے اندر اللہ اکبر کی شان کا پورا احساس ہونا چاہیئے یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ کے آفتاب حسن کے سامنے دنیا کا ہر حسن ایسا ہی بے نمود محسوس ہو۔ جیسے سورج کے جلوۂ نیمروز کے مقابل پرستارے مستور اور بے نمود ہوجاتے ہیں اسی طرح اللہ اکبر کی شانِ پر عظمت ۔ دولت ۔ حکومت ۔ محبت وقرابت کے اعتبار سے سب محبوبوں پیاروں رشتہ داروں اور حاکموں اور بادشاہوں سے زیادہ شاندار محسوس ہو اور لا اله الا الله کا وہ تصور جو سیّد ولد آدم حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا اور اپنے پاک نمونہ سے ظاہر کیا ہے وہ ہر وقت سامنے ہو یعنی ہر تنگی و آسانی بے کسی و بے سروسامانی میں خدا تعالیٰ کی قدوس ذات ہی سب سے بڑھ کر محبوب مطلوب اور مقصود ہو۔ پھر دولت وحکومت اور جاہ وحشمت کے حصول پر بھی عملی طور پر لا الٰہ الا اللہ کا نمونہ اپنے اخلاق اور اعمال میں ظاہر ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لا الٰہ الا اللہ کے مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی توحید ۔ تحمید تمجید ۔ تسبیح اور تقدیس کو قائم کیا اور اس سے دنیا سے کفر وشرک اور فسق وفجور کی گندگیوں کو دُور کیا

(۴) پس فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کی آیت اپنی حقیقت کی رو سے انسانی زندگی کے اعلیٰ مقاصد کا خلاصہ پیش کرتی ہے فصلّ لربّك کے فقرہ میں حق اللہ اور تعظیم لامر اللہ کے متعلق رہنمائی ہے اور وانحر کا فقرہ حقوق العباد اور شفقت علیٰ خلق اللہ کی مثال اپنے اندر رکھتا ہے اور اسلام کی تعلیم کا جو ماحصل آیت بلٰی من اسلم وجھہ للہ وھو محسن میں پیش کیا گیا ہے یعنی یہ کہ مومن انسان خدا تعالیٰ کا کامل مطیع ومنقاد اور فرمانبردار ہو اور مخلوق خدا پر بجذبۂ ترحم وشفقت احسان کرنے والا ہو وہ بھی انہی معنوں میں پایا جاتا ہے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح لوگوں کے لئے اپنے جذبۂ ترحم اور شفقت کا اظہار فرمایا اس کا نمونہ قرآن کریم کے ان الفاظ میں پیش کیا گیا ہے لعلّك باخعٌ نّفسكَ الّا یکونوا مومنین یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی ہدایت اور اصلاح کے لئے اس قدر نفس کشی اور جان توڑ تبلیغی مجاہدات عمل میں لاتے ہیں اور مضطرانہ دعوات کرتے ہیں اور یہ شب و روز کے مجاہدات اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ خالق فطرت خود آپ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ کیا تو اپنی جان کو اس وجہ سے ہلاک کر دیگا کہ یہ لوگ راہ ہدایت کو اختیار کرنے سے کیوں محروم ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قربانی کا ذکر وَانْحَرْ کے الفاظ میں پایا جاتا ہے۔ یعنی علاوہ مضطرانہ دعاؤں کے جو ہر نماز میں حضورؐ کی طرف سے کی گئیں آپ تبلیغی مجاہدات اور کوششوں سے لوگوں کو جو کفر و شرک کی آلودگیوں میں پھنسے ہوئے تھے ایمان اور ہدایت کی طرف لاتے اور اس راہ میں خدا تعالےٰ کے حکم سے ہر قسم کی مخالفتوں بدکلامیوں اور افتراپردازیوں کو برداشت کیا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس تعلق میں کیا خوب فرماتے ہیں ؎

دعوتِ ہر ہرزہ گو کچھ خدمتِ آساں نہیں
ہر قدم میں کوہِ ماراں ہر گذر میں دشتِ خار

(۵) **سورۂ کوثر کا دوسری آیات سے تعلق**۔ سورہ کوثر کا ماقبل اور مابعد کی سورتوں سے گہرا اور اعجاز نما تعلق ہے۔ اس سورۂ سے پہلے سورہ الماعون ہے جس میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ لوگوں کو چاہیئے کہ اس ربُّ البیت جو اللہ تعالےٰ ہے کی عبادت کریں جو کعبۃ اللہ کی ہمسائگی میں رہنے کی وجہ سے ہی ان کی پرورش نہیں کرتا بلکہ جب وہ موسم گرما و موسم سرما میں تجارتی کاروبار کے لئے سفر پر ہوتے ہیں تو ان کو بھوک کی حالت میں کھانا مہیا کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ ان مکہ والوں کو محض کعبۃ اللہ کی حرمت اور عزت کی وجہ سے لوٹ مار وغیرہ سے امن میں رکھتا ہے

پس ان دنیوی فوائد کے حاصل ہونے کی وجہ سے کیا ان لوگوں کے لئے ضروری و مناسب نہیں کہ جس رب البیت نے اپنے گھر کی عظمت اور حرمت کے طفیل انہیں ہر طرح کے فائدے پہنچائے تھے وہ اس کی عبادت اور پرستش کریں اور اس کے مسکین بندوں اور یتیموں کی کس مپرسی کی حالت میں ہمدردی اور امداد کریں لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس خدا

کو جو خانہ کعبہ کا رب ہے چھوڑ کر بت پرستی اور اصنام پرستی کے گند میں ملوث ہو گئے اور اس دین کو جو خدا تعالےٰ نے اپنے رسول برحق کے ذریعہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تعلیم دینے کے لئے بھیجا جھٹلانے کے درپے ہوئے اور ان کی اخلاقی حالت یہاں تک گر گئی کہ وہ بے کس و بے بس یتیموں کو دھکے دینے سے بھی باز نہ آئے۔ نماز کے نام پر جو رسوم عبادت وہ ادا کرتے ہیں وہ محض ریاکاری اور پُر از غفلت حرکات ہیں اور ان کو حضور قلب حاصل نہیں۔

سورۂ الماعون میں جو نقشہ حق اللہ اور حق العباد کی کوتاہی کے متعلق بطور مثال پیش کیا گیا ہے یہ نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عرب اور دوسرے مقامات پر پایا جاتا تھا۔ جب خدام کعبہ کی یہ حالت تھی جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی اولاد میں سے تھے یعنی اس مقدس ہستی کی اولاد میں سے جو حنیف اور ما کان من المشرکین کے وصف سے متصف تھی اور جس کی مہمان نوازی کا تذکرہ خدا تعالےٰ نے خود فرمایا ہے تو دوسرے علاقوں اور ملکوں میں بسنے والوں کے اخلاق اور اعمال کا کیا حال ہوگا یقیناً ان کو ظہر الفساد فی البر والبحر کے الفاظ میں ہی درست طور پر بیان کیا جا سکتا ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام تو اجنبی مسافروں کی مہمانی کرنے میں اعلیٰ نمونہ دکھانے والے تھے لیکن ان کی اولاد کی حالت یہاں تک گر گئی کہ ان کو یتیموں اور مسکینوں کی حالت زار پر بھی رحم نہ آتا۔ ایسے لوگوں سے یہ امید کس طرح کی جا سکتی تھی کہ وہ کعبۃ اللہ میں حقیقی نماز جو سہو و غفلت اور ریاکاری سے آلودہ نہ ہو ادا کریں گے اور اپنے مال سے فریضۂ زکوٰۃ کو بجا لائیں گے یا کسی اور خیراتی کام میں حصہ لیں گے۔

جب دُنیا میں عموماً اور مکہ والوں میں خصوصاً کفر و شرک اور بد اعمالی اور بداخلاقی کی سموم ہوائیں چلیں تو ان مفاسد کی اصلاح کے لئے اللہ تعالےٰ نے حضرت سید ولد آدم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دینِ اسلام کو بھیجا جو اپنی وسیع برکات کی وجہ سے کوثر ثابت ہوا اور مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ نے نسلاً بعد نسلٍ ان برکات و فیوض کا حامل بنا کر ان کو کثیر الخیر بنایا اور کوثر کے انعام سے نوازا۔

اور ان شانئک ھو الابتر کے الفاظ میں کوثر کے وعدے کے مقابل پر اسلام اور نبیٔ اسلام علیہ السلام کے دشمنوں کے ابتر ہونے کا وعید پیش کیا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے اس کثرت سے روحانی اولاد عطا فرمائی کہ سارا عرب۔ عراق ایران فلسطین

شام، مصر اور کئی دوسرے ممالک آپ کے متبعین سے بھر گئے لیکن ابوجہل کا جو آپ کے دشمنوں کا سرغنہ تھا کوئی نام لیوا آج دنیا میں نظر نہیں آتا۔ بلکہ اس کا اپنا صلبی بیٹا عکرمہؓ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آکر حضور کی روحانی اولاد میں شامل ہونے کو ہی اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتا تھا۔

سورۂ کوثر میں کوثر کا وعدہ ہے جو دُنیا اور آخرت کی نعمتوں اور کامیابیوں پر مشتمل ہے اور اس کے حصول کا ذریعہ فصلِّ لربّک یعنی خالص اپنے رب کے لئے نماز پڑھنے کو قرار دیا گیا ہے یعنی ایسی نماز جس میں وَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ کا رنگ نہ پایا جاتا ہو۔ وہ نماز خالص اپنے رب کے لئے ہو جو اس کے بے پایاں احسانات کو بار بار ذہن میں لاکر اس کی ازلی و ابدی محبت کا احساس کرکے اور اس کی عظمت کو مدِنظر رکھ کر ادا کی جائے اور جس کے ساتھ عملی طور پر مخلوقِ خدا کے ساتھ رحم و شفقت کا سلوک کیا جائے اور اس غرض کے لئے قربانی پیش کی جائے اور ایسے طریق سے بچا جائے جس کا ذکر یمنعون الماعون کے الفاظ میں سورہ الماعون میں آیا ہے۔

- (۶) فصلّ لربّک وانحر کے یہ معنیٰ بھی ہیں کہ چونکہ کوثر کا عطیہ قابلِ شکرِ نعمت ہے اس لئے اس کے ملنے پر بطور شکر کے نماز پڑھنے کا حکم ہے اور یہاں پر نماز سہو و ریاء والی نماز نہیں جس کا ذکر سورہ الماعون میں کیا گیا ہے بلکہ وہ مخلصانہ نماز مراد ہے جو اللہ تعالےٰ کی ربوبیت کو مدِنظر رکھ کر ادا کی جائے۔ رب کے لفظ سے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جس طرح دنیا میں انسان کا عام دستور ہے کہ جن لوگوں کی وہ ربوبیّت کرتا ہے باوجود اس کے کہ وہ سامانِ ربوبیت بھی دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے مہیّا ہوتے ہیں ان سے اس ربوبیت کے عوض میں خدمت چاہتا ہے مثلاً اپنے ماتحتوں۔ خادموں یا ملازموں سے اور کم از کم چاہتا ہے کہ بجائے کفرانِ نعمت اور مخالفت کے اس بات کا اظہار بطور شکریہ کیا جائے کہ فلاں صاحب ہمارا مربّی اور محسن ہے اور عملی طور پر بھی اپنے محسن کے احسان کا ممنون ہو

اللہ تعالےٰ کی محسن ہستی تو ایسی محسن و مربی ہے کہ انسان کے وجود کا ذرہ ذرہ اس کا مرہونِ منّت ہے اور ہر آن انسان کے وجود کا قیام و بقا اسی محسنِ اعظم ربّ العٰلمین کے انواع و اقسام کے افاضات کے ماتحت رونما ہو رہا ہے پس جب ایک محسن انسان جو عارضی اور نسبتی فائدہ پہنچاتا ہے کہ متعلق زیرِ احسان شخص کے دل میں محبّت اور خلوص پیدا ہوتا ہے

تو خیر الراحمین اور خیر المحسنین خدا کے متعلق محبت اخلاص عقیدت اور تشکر کے جذبات کس قدر بڑھے ہوئے ہونے چاہئیں۔

(۷) سورۃ الکوثر میں الکوثر اور الابتر کے الفاظ میں جو پیشگوئیاں ہیں ان میں سے الکوثر والی پیشگوئی آپ کے اور آپ کے دوستوں اور ماننے والوں کے متعلق ہے اور الابتر کی پیشگوئی آپ کے دشمنوں اور مخالفوں کے متعلق ہے آپ کے دشمن آپ کے متعلق یہ کہتے تھے کہ نعوذ باللہ آپ الابتر ہیں آپ کا سلسلہ آپ کی وفات کے بعد ختم ہو جائیگا۔ کیونکہ آپ کی نرینہ اولاد نہیں اللہ تعالیٰ نے اس طعن کے جواب میں آپ کے لئے کوثر دیئے جانے کی پیشگوئی فرمائی یعنی یہ کہ آپ کا سلسلہ ختم نہ ہوگا بلکہ آپ کی روحانی اولاد آپ کی موجودگی میں اور آپ کی وفات کے بعد بھی بکثرت بڑھے گی اور نسلاً بعد نسلٍ ہر دور جدید میں یہ سلسلہ بڑھتا رہے گا۔ چنانچہ اسلام کی تبلیغ جس جس ملک اور علاقہ میں پھیلتی گئی اور اب تک پھیل رہی ہے اس سے جماعت مومنین بڑھ رہی ہے اور کافروں اور مخالفوں کے افراد میں کمی آرہی ہے گویا الکوثر اور الابتر کی پیشگوئیاں ایک ہی وقت میں عظیم الشان طریق سے پوری ہو رہی ہیں۔ یہ سورہ تو مکہ میں نازل ہوئی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت نہایت خطرے میں تھی اور آپ کے سلسلہ کی ترقی کی کوئی ظاہری صورت نظر نہ آتی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اس بشارت کے ماتحت فتح و نصرت کی ہوائیں چلائیں اور آپ کی زندگی میں ہی آپ کو اپنے دشمنوں پر کثرت اور غلبہ بخشا اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے سلسلہ کو مشرق و مغرب میں خارق عادت طور پر بڑھایا اور آپ پر جان نثار کرنے والوں کو دشمنوں اور مخالفوں میں سے کھینچ کھینچ کر لایا۔

اس عظیم الشان پیشگوئی کا ہر دور جدید میں نسلاً بعد نسلٍ دوستوں اور مخالفوں میں پیدا ہونا کس قدر ایمان افزا اور روح پرور ہے۔ آج احمدیہ جماعت کے ذریعہ سے جو تبلیغی جہاد دنیا کے ہر گوشہ میں ہو رہا ہے اور اس کے نتیجہ میں سعید روحیں اسلام میں داخل ہو کر حلقہ بگوشان سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہو رہی ہیں اس سے الکوثر اور الابتر کا نظارہ ایک دفعہ پھر دنیا دیکھ رہی ہے

اس موقعہ پر سورۃ کوثر کے اور بھی بہت سے مطالب میں نے بیان کئے اور اس سورۃ کے مابعد کی سورتوں کے ساتھ تعلق بھی واضح کیا (یہ مطالب دوسری جگہ درج کئے جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ خاکسار مرتب)

صبر اور صلوٰۃ

قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ یعنی ضبطِ نفس یا روزوں اور نماز سے مدد چاہو۔ صبر کی بہترین مثال رمضان المبارک کے روزے ہیں اس آیت میں صبر کو صلوٰۃ پر مقدم کیا گیا ہے اور یہی طبعی ترتیب ہے۔ صبر کے معنے ضبطِ نفس اور منہیات و ممنوعاتِ شرعیہ سے پرہیز کرنا ہے۔ ایک مریض جب کسی حاذق طبیب کے پاس آتا ہے تو وہ شفا یابی کے لئے اس کو ہدایت کرتا ہے کہ اول وہ ان تمام مضرات سے بچے جو اس کی صحت کو خراب کرنے کا باعث ہوئے ہیں اور مکمل پرہیز اختیار کرے اس کے بعد وہ ایسی اشیاء بطور ادویہ اور غذا کے مریض کو دیتا ہے جن کے استعمال سے اس کی صحت عود کر آئے اور اس کے جسم اور قویٰ میں طاقت پیدا ہو۔ صبر پرہیز کا قائم مقام ہے اور صلوٰۃ مقوی دوا اور غذا کی قائم مقام ہے اور انسان کی روحانی صحت اور صلاحیت کے لئے ان دونوں تدابیر پر عمل کرنا نہایت ضروری ہے

خدا تعالیٰ کا الصلوٰۃ سے پہلے صبر کو رکھنا اس وجہ سے ہے کہ انسان کو پہلے اپنے گناہوں سے تائب ہو کر اور کمزوریوں کو چھوڑ کر ہر قسم کے ممنوع اور غیر مشروع اعمال سے پرہیز کرنا چاہیئے تاکہ اس کو نماز میں اسی طرح لذت رغبت اور دلی خواہش پیدا ہو جس طرح ایک تندرست انسان کو بھوک کی حالت میں کھانے کی لذت اور رغبت پیدا ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر کے ارشاد میں بھی اسی مضمون پر روشنی ڈالی گئی ہے یعنی ایک طرف نیک کاموں کی تلقین کی جائے اور دوسری طرف بدیوں سے روکا جائے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو ان احکامِ خداوندی پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بعض علمی لطائف بطور الغاز

تبلیغی کام میں سوشل اور مجلسی تعلقات بہت مفید ہوتے ہیں۔ مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ مجلسی علوم سے واقفیت رکھتا ہو۔ میں نے بفضلہٖ تعالےٰ اس طریق سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔

ایک عرصہ کی بات ہے کہ میں بسلسلۂ تبلیغ ملتان گیا۔ شہر کے قریب ہی ایک باغ

تھا جس میں شہر کے علماء علمی مجالس منعقد کرکے اپنے لئے اور دوسروں کے لئے دلچسپی کا سامان بہم پہنچاتے تھے میں بھی تبلیغ کی غرض سے ان علماء کی جن میں اہلِ حدیث اور شیعہ علماء بھی شامل تھے مجلس میں حاضر ہوتا جس سے مختلف مسائل پر گفتگو کا موقعہ ملتا۔ ایک دفعہ مجلس میں بعض چیستانی لطائف شروع ہو گئے۔ ایک صاحب نے مندرجہ ذیل شعر بطور چیستان کے پیش کیا ؎

نغز کے دیدم عجب در کشورِ ہندوستاں
پوستش بر موئے باشد موئے اُو بر استخواں

اس کے متعلق میں نے بتایا کہ اس سے مراد آم کا پچنہ پھل ہے جس کے اوپر کا پوست جو نظر آتا ہے اس کے نیچے صوف ریشے اور تاریں بالوں کی طرح ہیں اور ان بالوں کے نیچے گٹھلی ہے جو استخواں یعنی ہڈی کی طرح سخت ہے۔ پنجابی زبان میں اس پہیلی کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے ؎

دیکھو بھائیو! قدرت رب دی کیسے اس دے کم
ہڈیاں اُتے وال جمے والاں اُتے چم

ایک اور صاحب نے مندرجہ ذیل شعر پیش کیا ؎

یکے اسپے عجب دیدم کہ شش پائے دو سُم دارد
عجب تر ہم ازاں دیدم میانِ پشت دُم دارد

یعنی میں نے ایک عجیب گھوڑا دیکھا کہ جس کے چھ پیر اور دو سُم ہیں اور عجیب تر یہ بات ہے کہ اس کی کمر کے درمیان دُم ہے۔

میں نے اس کے متعلق یہ عرض کیا کہ اس شعر میں ترازو کی شکل کو پہیلی کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ترازو میں دو سُم یعنی پلڑے ہوتے ہیں اور چھ زنجیریں یا رسیاں جو دونوں پلڑوں کے ساتھ ہوتی ہیں وہ گویا چھ پاؤں ہیں اور وہ کپڑے کا ٹکڑا یا دھاگوں کا گچھا جو ترازو کی ڈنڈی کے درمیان میں پکڑنے کے لئے ہوتا ہے اس شعر میں اسے کمر کے درمیان میں دُم قرار دیا گیا ہے۔

جب میں نے ان دونوں چیستانوں کا حل علماء کے سامنے پیش کیا تو بعض نے مجھ سے خواہش کی کہ میں بھی کوئی علمی لطیفہ بطور پہیلی کے بیان کروں۔ چنانچہ میں نے مندرجہ ذیل اشعار بطور چیستان کے علماء کے سامنے پیش کئے۔

(۱) چشم بکشا زلف بشکن جانِ من بہرِ تسکینِ دلِ بریانِ من

(۲) خذ المیمین من میم فلا تنقط علیٰ امری
لتعلم اسم من اھویٰ وتعرف من بہٖ فخری

(۳) حروفِ نامِ یارِ من پنج ہستند
چو یک را دور سازی ہشت مانند

(۴) فعیل الخلۃ فعلان رحمت
وبینہما التناسب والولاء

ان اشعار کے علماء کی خواہش پر میں نے مندرجہ ذیل حل پیش کئے۔

(۱) پہلے شعر میں اسم علی کو بطور معمہ پیش کیا گیا ہے اس کے معنے ہیں۔ "اے میری جان آنکھ کھول اور اپنی زلف کے پیچ کو شکن نما بنا کے دکھا تا تیرے اس جلوہ حسن سے میرے سوختہ دل کو تسکین ہو۔

اس شعر میں شاعر نے اشارہ مرموزہ سے اپنے محبوب "علی" کا نام پیش کیا ہے اور وہ اس طرح کہ علی نام کا پہلا حرف عین ہے اور حرف عین کو حرکتِ فتح سے مفتوح ظاہر کرنے کے لئے لفظ بکشا استعمال کیا گیا ہے چشم کا ترجمہ عین اور بکشا کا ترجمہ افتح ہے یعنی حرف عین کو فتح دے۔ اور زلف جو سر کے بال ہیں اس کو حرف لام سے تشبیہہ دی ہے اور شکن کے معنی عربی زبان میں اِکسَر کے ہیں جس کے معنے کسرہ یعنی زیر دینے کے بھی ہیں۔ اور بریان کا درمیانی حرف "ی" ہے جو بریان کے پانچوں حرفوں میں سے درمیان میں ہے جس طرح دل جسم کے درمیانی حصہ میں ہے اور تسکین سے سکون دینے کی طرف اشارہ کیا ہے گویا اس محبوب کا نام ع۔ل۔ی تین حرفوں پر مشتمل ہے۔ جن میں سے پہلا حرف مفتوح دوسرا مکسور اور تیسرا ساکن ہے اور یہ نام علی ہے

(۲) دوسرے شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ حرف میم سے دو میم لئے جائیں اور لفظ خذا جو فعل امر ہے پر نقطے نہ لگائے جائیں یعنی خ اور ذ کے نقاط کو دور کیا جائے۔ باقی ح اور د رہ جائیں گے۔ اس طرح تجھے میرے محبوب اور قابلِ فخر ہستی کے نام کا علم ہو جائیگا۔ اگر ایک میم حرف ح سے پہلے اور دوسرا میم حرف "د" سے پہلے منضم کیا جائے تو محمد کا نام بنتا ہے جو میرا محبوب اور میرے لئے قابلِ فخر ہے

(۳) تیسرے شعر کا ترجمہ ہے کہ میرے دوست کے نام کے حروف پانچ ہیں اگر ایک حرف

کو دُور کیا جائے تو آٹھ ہو جاتے ہیں۔ اس معمہ میں عثمان کا نام پیش کیا گیا ہے جس کے پانچ حروف ہیں اور اگر ع کو دُور کیا جائے تو باقی ثمان یعنی آٹھ رہ جاتا ہے۔

(۴) چوتھے شعر میں خلیل الرحمٰن کے نام کو پیش کیا گیا ہے یعنی الخلّة کو اگر فعیل کے وزن پر رکھا جائے تو خلیل بنتا ہے۔ رحمت کو اگر فعلان کے وزن پر رکھا جائے تو رحمان بنتا ہے اور ان دونوں کو ملانے سے خلیل الرحمٰن کا نام بنتا ہے۔

ان چیستانی اشعار کی تشریح سُن کر سب علماء بہت محظوظ ہوئے اور میری باتوں میں دلچسپی لینے لگے۔ چنانچہ میں نے اس دلچسپی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے احمدیہ جماعت کے عقاید سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور حضور کے بیان فرمودہ قرآنی معارف کے متعلق کئی باتیں بیان کیں اور یہ علمی مذاکرہ کئی روز تک جاری رہا۔ اس دوران میں ایک صوفی صاحب نے بھی بہت سے سوالات قرآنی آیات اور علمِ تصوف کے مرموز کلام کے متعلق دریافت کئے اور خدا تعالےٰ کے فضل سے تبلیغ کا بہت عمدہ موقعہ میسر آیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک (صوفی صاحب کے سوالات اور ان کے جوابات انشاءاللہ تعالیٰ دوسرے مقام پر درج کئے جائینگے مرتب)

مذہب کی تعریف اور اس کی ضرورت

مندرجہ ذیل مضمون ۱۹۴۵ء میں میں نے لکھ کر مکرمی مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر کو دیا تھا جو انہوں نے ٹریکٹ کی صورت میں شائع کیا تھا۔ اس کو محفوظ کرنے کے لئے نیز احباب کے فائدہ کے لئے اس کو ذیل میں تحریر کیا جاتا ہے۔

نمبر ۱۔ مذہب راستہ کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ انسان منزلِ مقصود تک پہنچتا ہے۔ عقل اس ضرورت کو محسوس کرتی ہے کہ انسان کے مقاصدِ حیات میں سے جو بھی مقصد ہو اس تک پہنچنے کے لئے کوئی راہ جو ذریعۂ حصولِ مقصد ہو ضرور ہونی چاہیئے۔

نمبر ۲۔ انسان اپنی زندگی کے قیام اور بقا کے لئے بہت سے اسباب اور سہاروں کا محتاج ہے جس طرح انسان کا اپنا جسم مع ذراتِ جسم کے اور اس کی اپنی روح مع قویٰ و حواس کے اس کی اپنی پیدا کردہ نہیں اسی طرح وہ اسباب اور وہ سہارے کہ جن پر اس کی زندگی کے قیام و بقاء کا مدار ہے۔ وہ بھی اس کے اپنے پیدا کردہ نہیں اور نہ خرید کردہ ہیں اور نہ مانگ کر ہی اس نے لئے ہیں کیونکہ انسان کی پیدائش سے بھی پہلے کے یہ پیدا شدہ ہیں۔

نمبر ۳۔ غور کرنے سے ہمیں نظامِ عالم میں ایک گہرا تعلق اور مضبوط رابطہ معلوم ہوتا ہے مثلاً آنکھ کا سورج سے تعلق ہے۔ کان کا فضا (ہوا) سے۔ کیونکہ آنکھ بغیر سورج کی روشنی کے بیکار رہتی ہے اور کان بھی ہوا کے ذریعہ ہی کلام سنتے ہیں اور پھیپھڑے اور قلب کے لئے ہوا باعثِ حیات ہے۔ ایسا نظامِ کامل جو علم اور قدرت کے انتظام کا مقتضی ہے ایک ہستی کے وجود کی ضرورت کو ظاہر کرتا ہے جو کامل علم اور کامل قدرت والی اور ہر پہلو سے اپنی شان میں بے نظیر اور بے مثال ہو۔

نمبر ۴ انسان خود تو اپنے ارادہ اور اپنے اختیار سے پیدا نہیں ہوا کہ اپنی زندگی کا مقصد خود مقرر کر سکے بلکہ انسانی زندگی کا مقصد مقرر کرنا اسی کا حق ہے کہ جس نے اسے پیدا کیا ہے

نمبر ۵۔ انسان اپنے حوائج کے لئے ذرہ ذرہ کا محتاج ہے جو اس کے خالق نے اس کی پیدائش سے بھی بہت پہلے پیدا کر دیئے ہوئے ہیں۔ کائنات عالم کے تمام ذرات اور ان کے خواص کا اس کی خدمت کو بجا لانا اس کے پیدا کرنے والے کی ان گنت نعمتوں میں سے ہے جس سے ظاہر ہے۔ کہ انسان کا خالق اس کے لئے کتنا بڑا محسن ہے اور محسن کے احسانات کی حسبِ منطوق جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْھَا۔ کہ دل احسان کرنے والے کی محبت کے احساس پر پیدا کئے گئے ہیں۔ قدر کرنا اور اس سے محبت کرنا اس کا فطری مذہب ہے۔

نمبر ۶۔ انسان اگرچہ اپنی فطرت کی رو سے عقل اور علم و عرفان کے حصول کے لئے اپنے اندر اعلیٰ استعداد رکھتا ہے لیکن جس طرح وہ جسمانی نشوونما اور ظاہری تربیت کے لئے والدین اور دوسرے اسباب کا محتاج ہے اسی طرح عقل اور علم و عرفان کے حصول کے لئے بھی اساتذہ اور اور مربیانِ ہدایات کا محتاج ہے اور جس طرح باوجود عقل اور علم رکھنے کے ایک بی۔ اے اور ایم۔ اے کی قابلیت کا انسان باوجود روشن دماغ اور چشمِ بینا کے زمینی راستے جو آنکھ کو نظر آتے ہیں اور بدیہیات اور مشاہدات کی چیز معلوم ہوتے ہیں۔ جب تک واقف انسان نہ بتائے خود بخود معلوم نہیں کر سکتا اور یہی وجہ ہے کہ جن چیزوں کے انسان نام سیکھتا ہے یا علوم حاصل کرتا ہے خواہ وہ طب ہو خواہ فلسفہ اور حکمت یا ریاضی اور تواریخ وغیرہ ہو۔ ان کے حصول کے لئے استادوں کی تعلیم اور رہنمائی کا محتاج ہے اور جو کچھ اس نے سیکھا ہے اگر استادوں سے نہ سیکھتا تو خود بخود اس کا سیکھنا اس کے لئے سخت مشکل اور دشوار ہوتا بلکہ وہ زبان اور نطق و گویائی جس کے ذریعے انسان پوچھ کر علم حاصل کرتا ہے اگر اسے یہ بولی اور زبان سے کلام کرنا بھی دوسروں کے

ذریعے حاصل نہ ہوتا تو اکبر بادشاہ کے گنگ محل کے آزاد طبع انسانوں کی طرح صرف حیوانوں کی آواز اور شور و غوغا سے بڑھ کر اور کچھ جوہر ظاہر نہ کر سکتا۔

قاعدہ کے حروف سمجھنے تک تو یہ عاجز انسان استاد کی رہنمائی کا محتاج ہے تو پھر روحانی اور عرفانی اور ربانی علوم کے لئے روحانی استادوں اور معلموں کی تربیتی ضرورت کا کیونکر محتاج نہ ہوگا

نمبر ۷۔ عقل بھی آنکھ کی طرح بے شک مفید چیز ہے لیکن جس طرح آنکھ اندھیرے میں کچھ نہیں دیکھ سکتی اور خارجی روشنی کے بغیر خواہ کس قدر ہی بینا کیوں نہ ہو۔ ہرگز دیکھ نہیں سکتی بلکہ اندھے کی آنکھ کے مشابہ ہے۔ اسی طرح عقل کا حال ہے کہ اس کے لئے مذہبی اور روحانی علم کے بغیر جو الہام الٰہی کے ذریعہ خدا کی طرف سے مختلف مدارج کی روشنی رکھتا ہے صحیح ادراک کرنا اور یقینی معلومات تک خود بخود پہنچنا ناممکنات سے ہے۔

نمبر ۸۔ عقل کی مثال آنکھ کی ہو تو الہامی نور اور مذہبی روشنی دوربین کے شیشے کے مشابہ ہے اور ظاہر ہے کہ جو کچھ انسان خوردبین اور دُوربین کے شیشہ کے ذریعے باریک سے باریک اور دور سے دُور چیز دیکھ سکتا ہے وہ محض آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ یہی بات اپنی مثال میں انوارِ نبوت و رسالت سے تعلق رکھتی ہے کہ جو کچھ خدا کا نبی اور رسول وحی نبوت و رسالت کے نور کے ذریعہ دیکھتا ہے وہ دنیا کے دانشمند اور عقلاء محض عقل و دانش سے ہرگز نہیں دیکھ سکتے اور نہ عقل کے ذریعہ انکشافِ حقائق میں علم کا وہ یقینی مرتبہ ہی حاصل ہو سکتا ہے جو انوارِ نبوت کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے

نمبر ۹۔ خدا کے نبی اور رسول جو خدا کی طرف سے آئے اور اب تک آتے رہے خواہ وہ مختلف زمانوں میں آئے اور مختلف ملکوں اور زبانوں میں یا مختلف قوموں میں آئے مگر سب کے سب حسب منطوق وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ اور ضرور ہم نے ہر قوم میں رسول یہ تعلیم دیکر بھیجے کہ اللہ کی عبادت کرو اور باطل معبودوں سے بچو توحید الٰہی کی تعلیم لیکر آئے اور سب نے اپنی اپنی قوم کے آگے لا الٰہ الا اللہ کی تعلیم کو پیش کیا لیکن جہاں عقل نے اپنے ڈھکوسلوں سے کام لینا شروع کیا۔ توحید کے عقیدہ کو بگاڑنے کے ساتھ کسی قوم نے اہرمن اور یزدان دو خداؤں کی پرستش کرائی کسی قوم نے تثلیث کا باطل عقیدہ منوا کر ضلالت کے گڑھے میں گرایا۔ کسی قوم کو عناصر کی پرستش کسی کو اجرامِ سماویہ و ارضیہ کی پرستش کرائی اور مشرک قوموں میں سے متفقہ طور پر کوئی قوم بھی ایک عقیدہ پر قائم نہیں پائی جاتی اور یہ افتراقِ اقوامِ عالم محض عقلی راہنمائی کے نتیجہ میں ظاہر ہو رہا ہے ورنہ انبیاء کی تعلیم صرف توحید

پر دنیا کو قائم کرنے والی ہوتی ہے۔

نمبر ۱۰۔ مادی عقل والوں کی عقلی تحقیق کا یہ حال ہے کہ حکمائے یونان اپنی تحقیق سے زمین کو ساکن اور آسمان کو دولابی صورت میں چکر کھانے والا اور کواکب کو کوئیں کی ٹنڈوں اور ڈولوں کی طرح آسمان سے پیوست شدہ مانتے رہے اور بعد کے حکماء کی جدید تحقیق نے اس تحقیق کو غلط قرار دیکر اس پر پانی پھیر دیا اور موجودہ سائنس دانوں نے تجارب اور مشاہدات کی باریکیوں سے جہاں اپنی مادی عقل سے بال کی کھال اتار کر دکھائی اور سائنس کی موشگافیوں سے صنائع جدیدہ کا دروازہ کھول کر سٹیمر، ہوائی جہاز، ریل، تار برقی، ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ ایجادیں کیں وہاں اسی مادی عقل نے دنیا کا امن برباد کرنے کے لئے ہوا و ہوس کے بندوں سے آتشبار بم اور خونریز آتشی اسلحہ سے ملکوں کے ملک اور شہروں کے شہر ویران اور کھنڈرات بنا دیئے اور قوموں کو حربی جہنم کا ایندھن بنا کر راکھ کر دیا

نمبر ۱۱۔ عقلِ انسانی صرف مادی قوانین ناقص طور پر تیار کر سکتی ہے جن کی خرابیوں کے نتائج آئے دن دنیا کی اقوام کو بھگتنے پڑتے ہیں اور ان میں تبدیلیاں کرنی پڑتی ہیں پس اس کے لئے کسی ایسے ضابطہ اور مجموعہ قوانین کی ضرورت ہے جو تمام انسانی ضروریات کے مطابق ہو اور انسانی تنگ خیالی اور تنگ نظری سے مبرّا ہو۔

نمبر ۱۲۔ انسانی قوانین کی گرفت کا خطرہ تمام لوگوں کو ہر وقت خلوت اور جلوت میں بدیوں اور بداخلاقیوں سے روکنے میں بالکل ناکام و ناکارہ ثابت ہوا ہے مگر روحانی ضابطہ ہر حالت میں انسان کو بدیوں سے روکتا ہے اور اس بارے میں کامیاب ثابت ہوا ہے لہٰذا ضرورتِ مذہب ثابت ہے

(۲)

اب ذیل میں ان سوالات کے جوابات درج کئے جاتے ہیں جو بالعموم مذہب کے متعلق کئے جاتے ہیں۔

سوال۔ کیا مذہب انسان کی عقل کو کند کرتا ہے۔

جواب (۱) عقل آنکھ کی طرح ہے۔ کیا آنکھ کو ظاہری روشنی یا سرمۂ بصارت افزاء یا دوربین اور خوردبین کا شیشہ کند کرتا ہے یا تیز کرتا ہے پس جس طرح کا فائدہ آنکھ کو خارجی نور اور روشنی اور خوردبین اور دوربین کے شیشہ وغیرہ کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے اسی پر مذہب اور الہام کا فائدہ عقل کی نسبت قیاس کر لینا چاہیئے

(۲) اسلامی پیشگوئیاں جو نبی اسلامؐ اور مسیح اسلامؑ کے ذریعہ آج تک ظہور میں آئیں اور باوجود

اسباب مخالفہ اور حالاتِ نامساعدہ اور عقلی استدلالات کے مایوس کن فتووں کے اسلام کے نبی اور مسیح موعود کی کامیابیوں اور پیشگوئیوں کا وقوع میں آنا اور بالکل حرف بحرف اور لفظ بلفظ پورا اترنا عقولِ بشریہ سے یہ بالاتر واقعات صاف بتاتے ہیں کہ مذہبی الہام عقلی آنکھ کو تیز کرنے والی چیز ہے کیونکہ عقل کا منبع مشاہدات اور تجارب تک محدود ہے لیکن مذہب حق کی الہامی روشنی کا منبع قانونِ نیچر سے بالا خدائے علیم کا علم اور کلام ہے

(۳) نبی کی بعثت سے پہلے لوگ منتشر ہوتے ہیں اور حقیقی اتحاد اور وحدت اور سچی ہمدردی جو نبی کے ذریعہ اس کی جماعت میں پیدا ہوتی ہے اس کی مثال دنیا میں مفقود ہوتی ہے یہ نظامِ وحدت بھی عقلی تدابیر سے حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ مذہبی تعلیم اور الہامی رہنمائی کے ذریعہ یہ نمونہ پیدا ہوتا ہے ہر ایک رسول جو صاحب سلسلہ کی حیثیت میں آیا جس کی سخت سے سخت اور شدید سے شدید مخالفتوں کے باوجود دنیا میں جماعتِ روحانی قائم ہوئی اور وہ اپنے مخالفین پر آخر غالب ہوا۔ اور مادی عقل والے اور مادی عقل کی تدبیروں کو عمل میں لانے والے ہی اس کی جماعت کے مقابل مغلوب ہوئے۔ کیا اس سے سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ عقل کے مقابل الہامی بصیرت بڑھ کر ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مثیلِ موسیٰ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بے کسی اور بے سروسامانی کے ساتھ دنیا میں آئے اور دعویٰ نبوت کو خدا کی طرف سے پیش کرنے والے ہوئے۔ مادی عقل کی رہنمائی میں سوچکر واقعات پر نگاہ ڈال کر نتائج اخذ کرنے والا کوئی شخص یہ کہہ سکتا تھا کہ ایسی بے سروسامانی کے ساتھ نبوت کے مدعی اور منجانب اللہ تبلیغ رسالت کرنے والے بھی دنیا میں جماعت بنا سکیں گے اور ان پر کوئی ایمان لاسکے گا اور پھر اپنے باسروسامان دشمنوں اور مخالفوں پر باوجود ان کی دنیوی حشمت اور شوکت وجلال کے جو فوجوں اور لشکروں کی عظمت کے ذریعہ ہیبت اور دہشت پیدا کرنے والی تھی کبھی موسےٰ فرعون اور فرعونیوں پر غالب آسکے گا اور مثیلِ موسیٰ یعنی رسولِ عربی صلعم کو کبھی ایسی قوت اور طاقت حاصل ہو سکے گی کہ جس سے آپ تمام عرب پر ہی نہیں بلکہ قیصر وکسریٰ کی حکومتوں پر غالب آجائیں گے۔ اور ایسا اتفاقی طور پر نہیں ہوا بلکہ اپنی بے سروسامانی کی حالت میں قبل از وقت تحدی کے ساتھ اپنے غلبہ اور اپنے دشمنوں کی شکست اور تباہی کا اعلان بھی کر دیا۔ کیا اس سے صاف طور پر سمجھ دار انسان اس بات کو سمجھ نہیں سکتا کہ مذہبی تعلیم اور الہامی بصیرت کا مرتبہ مادی عقل سے بہت بڑھ کر ہے اور یہ کہ عقل کو مذہب کند کرنے والا نہیں بلکہ تیز کرنیوالا اور اس کی بینائی وبینش کو اور بھی ترقی دینے والا ہے۔

(۴) عرب کے لوگوں کو دنیا وحشی اور حیوانوں سے بڑھ کر نہیں سمجھتی تھی پھر آنحضرت صلعم کے مبعوث ہونے پر آپ کے شرفِ اتباع اور آپ کی تعلیم سے مسلمانوں کے دل اور دماغ میں ایسی اعلیٰ درجہ کی روشنی پیدا ہوئی۔ کہ وہ لوگ ہر طرح کے علوم و فنون میں دنیا کے استاد مانے گئے حضرت عمرؓ جیسے شخص نے جو قبل از قبولِ اسلام اونٹوں کا چرواہا تھا اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے قلبِ صافی اور روشنضمیری اور تیزیٔ ذہانت میں وہ ترقی اور کمال حاصل کیا کہ اپنے چندسالہ دورِ خلافت میں اپنی سیاست کی حیرت انگیز بوقلمونیوں سے دنیا کی کایا پلٹ دی اور ایک نیا جہان اپنے نظامِ نو سے پیدا کر دیا اور آپ کے کارنامے جو حسنِ تدابیر سے آپ کی کامیاب خلافت کو چار چاند لگاتے ہوئے ہیں آج یورپ والے جو دنیوی اور سیاسی عروج کے اعلیٰ مینار پر اپنے تئیں سمجھے بیٹھے ہیں کیا یہ تمام مادی عقل والے بہت سے سیاسی مسائل میں حضرت عمرؓ کی خوشہ چینی کرنے والے نہیں ہیں۔ کیا مذہب جس نے حضرت عمر فاروقؓ کو دینی دنیوی حسنِ تدابیر میں زمانہ کا یکتا بنا دیا اس نے اس مذہبی انسان کی عقل کو کند بنا دیا یا ترقی دے کر اور بھی تیز کر دیا پس حقیقت یہی ہے کہ مذہب عقل کو کند نہیں کرتا بلکہ اور بھی تیز بنا دیتا ہے۔

(۲)

دوسرا سوال۔ کیا مذہب دنیا میں لڑائی اور فساد کا باعث ہے؟

جواب حقیقی امن بغیر صحیح مذہب کی تعلیم پر عمل کرنے کے دنیا کو کبھی حاصل نہیں ہوا کیا صحفِ انبیاء مثلاً تورات و انجیل کی تعلیم فساد اور لڑائی کی تعلیم دیتی ہے جس میں یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کوئی تیرے داہنے گال پر تھپیڑ مارے تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے پھر قرآن مجید کی کیسی پاکیزہ تعلیم ہے کہ جس کا مقابلہ کوئی تہذیب و سیاست نہیں کر سکتی۔ بطور نمونہ صرف ایک آیت ہی ملاحظہ ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ۔ یقیناً اللہ تعالےٰ حکم دیتا ہے عدل و انصاف اور احسان اور قریبی رشتہ داروں کی جیسا سلوک کرنے کا اور روکتا ہے بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں اور بغاوت سے۔ پس عدل و احسان اور فطری ہمدردانہ سلوک پر عمل کرنا اور ذاتی بدی جو بدکار کی طرف سے کسی دوسرے تک اثر انداز ہوتی ہے اور المنکر کے نام سے موسوم ہے اور پھر وہ بدی جو اپنے محسنوں اور رعایاں حکومتوں اور امن کے حامیوں کے خلاف کی جاتی ہے ان سے خود بھی مجتنب رہنا اور دوسروں کو بھی مجتنب رکھنا۔ یعنی

عدل و احسان اور فطری ہمدردی کا سلوک دنیا میں عمل میں لانا اور فحشاء اور منکر اور بغی سے بچنا اور بچانا
یہ چھ امور یا یہ چھ خصائل ایسے ہیں کہ اگر دنیا میں امن کی تعلیم جو امر و نہی کی صورت میں پیش کی گئی ہے
رواج پذیر ہو جائے تو ہر طرف ہر ملک میں اور ہر قوم میں امن ہی امن قائم ہو جائے ۔ دنیا میں ہزاروں
لاکھوں عقلمند اور علم والے اگر کسی مجلس میں باہمی مشورہ اور رائے صاحب سے زیادہ سے زیادہ
تدبر اور غور کے بعد بھی امنِ عالم کے لئے کوئی قانون پاس کریں یا تعلیم رائج کریں تو قرآن کریم کی اس
مختصر اور جامع مانع اور کامل تعلیم سے بڑھ کر نہ پیش کر سکیں گے ۔

دُنیا میں بدامنی عدل کی ضد یعنی ظلم سے ہوئی یا محسن کشی سے جو احسان کی ضد ہے یا
والدین اور محسن حکومت کی بغاوت سے جو ایتاءِ ذی القربیٰ کی ضد ہے اگر یہ اضداد دور ہو جائیں تو پھر
امن کی صورت ضرور پیدا ہو جائیگی اور اگر لف و نشر کے رو سے بصورتِ عکس دیکھا جائے تو فحشاء
عدل کی ضد ہے اور منکر احسان کی اور بغی ایتاءِ ذی القربیٰ کی ۔

دنیا میں جب بھی امن کی کامل اور صحیح طور پر صورت پیدا ہوئی تو خدا کے نبیوں اور رسولوں کے
ذریعہ ہی پیدا ہوئی ۔ تاریخ کے صفحات سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ عرب میں رسولِ عربی صلعم کی
بعثت سے پہلے قوم عرب کن حالات میں سے گذر رہی تھی آیا امن میں یا فساد میں اور پھر آنحضرت
صلعم کے ذریعہ پیدا شدہ جماعت نے بلحاظ امن کے کیسے اچھے حالات پیدا کئے پھر دنیا جانتی ہے کہ
نبیوں رسولوں کی اتمامِ حجت کے بعد حسبِ دستورِ سنتِ الٰہیہ کہ ما کنا معذبین حتی نبعث
رسولا ۔ یعنی ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ رسول مبعوث نہ کر لیں ۔ شریر مخالفوں کی
تباہی اور ہلاکت کے لئے ضرور عذاب آیا کرتے ہیں چنانچہ قوم نوح قوم ہود قوم صالح قوم لوط
قومِ شعیب اور فرعونیوں پر عذاب آئے اور وہ عذاب اور ہلاکتیں اسی لئے موجب تباہی بنیں
کہ نبیوں اور رسولوں کے مقابلہ میں شرارت کرنے والوں نے ہر طرح سے امن کو برباد کرنے کی کوشش
کی اور انہوں نے درندہ ہو کر چاہا ۔ کہ زمین پر درندوں کا ہی قبضہ رہے اور خدا کے نیک اور امن پسند
بندے زمین سے نابود کر دیئے جائیں ۔ اس صورت میں خدا نے رسولوں کے ذریعہ ان شریروں کو
پہلے بہت کچھ سمجھایا لیکن جب وہ نہ سمجھے اور نہ شرارت سے ہی باز آئے تو خدا نے اپنے تباہ کن
عذابوں سے اس گندے عنصر کو مٹا کر دنیا میں امن قائم کیا ۔ پھر خدا کے رسولوں کو ماننے والی
اور ان کی تعلیم پر چلنے والی جماعت ہمیشہ ہی محفوظ رہی ان شریروں سے بھی اور خدا کے عذابوں
سے بھی نوح کی جماعت کے لوگ جو مومن تھے کشتی کے ذریعہ امن میں رہے اور خدا نے ان کی

حفاظت فرمائی۔ اسی طرح ہود۔ صالح وغیرہ رسولوں کی جماعت کو بھی ہر طرح امن حاصل رہا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا کے رسولوں کے ذریعہ مذہب کا اور مذہبی تعلیم کا دنیا میں پیش کیا جانا امن اور سلامتی کا باعث ہے نہ کہ فساد اور بدامنی کا۔ اور عذاب صرف اور صرف لامذہبیت کے نتیجہ میں ظاہر ہوئے ہیں۔

(۲) **مذہب** اور مذہبی تعلیم اور الہام الٰہی کا مسئلہ جو ازمنۂ ماضیہ اور قرونِ سابقہ کی بات ہے شاید کوئی اسے فسانۂ بے حقیقت اور داستانِ بے معنیٰ خیال کرے لیکن موجودہ زمانہ کے حالات اور واقعات جو بصورتِ مشاہدہ ثابت کے مستحق ہیں ان سے کسی کو کیا انکار ہو سکتا ہے۔ حضرت سیدنا مسیح موعود و مہدیٔ موعود اور موعودِ اقوامِ عالم اسی دورِ جدید میں مبعوث فرمائے گئے آپ نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر ساری دنیا کے لئے یہ اعلان کیا کہ ؎

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

اسی طرح آپ نے یہ محبت بھرا پیغام بھی دیا کہ ع

امن است در مقامِ محبت سرائے ما

یعنی ہمارے مقامِ محبت سرائے میں ہر طرح امن ہی امن ہے۔ ہاں جو لوگ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے بربادی اور تباہی کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے آپ نے انہیں بھی خبردار کرتے ہوئے الہاماً فرمایا "دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا"۔ دنیا کا لفظ بتاتا ہے کہ آپ کا نبی اور نذیر ہو کر آنا ساری دنیا کے لئے ہے اور دنیا کا آپ کو قبول نہ کرنا بلکہ رد کرنا یہ بغاوت اور مخالفت پر دلالت کرتا ہے اور نبی اور نذیر کا لفظ بتاتا ہے کہ نبوت کے ذریعے آپ تمام دنیا کی قوموں کے لئے انذاری پیشگوئیاں بھی کریں گے اور تبشیری بھی کیونکہ نبی بشیر بھی ہوتا ہے اور نذیر بھی۔ اپنے لئے اور اپنی جماعت کے لئے جو آپ پر ایمان لاتا ہے حفاظت اور ترقی کی بشارتیں دینے والے اور اپنے مخالف کافروں اور شریر منکروں کے لئے عذابوں اور تباہی کی خبریں دینے والے اور اپنی انذاری نشانات کے وقوع کو خدا کے زور آور حملوں کے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے اور ان کی اصل غرض خدا کی قبولیت کا اظہار ہے جس سے یہ ثابت ہوگا کہ آپ نعوذ باللہ مفتری اور کاذب اور مردود نہیں بلکہ خدا کے مقبول اور سچے نبی اور رسول ہیں چنانچہ ہزارہا قسم کے نشان آپ کی پیشگوئیوں

کے مطابق ظاہر ہوئے اور لاکھوں سعید روحیں آپ پر ایمان بھی لائیں اور مادی دنیا کے طالبوں اور پرستاروں کو ضلالت اور گمراہی کے تباہ کن اتھاہ سمندر سے ہدایت اور سلامتی کے کنارے پر پہنچانے کی غرض سے عتابات اور تنبیہات کے لئے ہولناک اور دہشت انگیز عذابوں کی صورت بھی پیدا کی گئی جو بروں کو مٹانے اور آئندہ بدی کے بیج کو اکھیڑ دینے کے لئے تھیں۔ دنیا کی کوئی قوم بھی اپنی مادی تدبیروں کے ذریعے ان عذابوں سے محفوظ اور مامون نہ رہی اور جو بجائے نقصان اور تنزل کے دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی پر ترقی کرتی چلی جا رہی ہے۔ وہ جماعت احمدی جماعت ہے۔ جس کی حفاظت اور امن اور ترقی کا واحد ذریعہ موجودہ زمانہ میں حضرت اقدس پر ایمان لانا اور آپ کی پیشکردہ تعلیم کے مطابق عقائدِ حقہ اور اعمالِ صالحہ کا نمونہ پیش کرنا ہے
آج بھی دنیا نے دیکھ لیا ہے کہ مذہب سے بیزار ہونے والوں اور دہریت کو اختیار کرنے والوں نے مذہب اور مذہبی زندگی کو ترک کرکے کیا لیا۔ کیا موجودہ جنگیں دنیا کی مادی عقلوں اور سائنسدانوں کی تدبیروں کا نتیجہ نہیں۔ کیا یہ بدامنی اور تباہی مذہب کے نتیجہ میں ظاہر ہوئی یا مذہب کے ترک کرنے کے نتیجہ ہیں۔ کیا اس سے ظاہر نہیں کہ مذہب امن و سلامتی کا پیامبر ہے اور لامذہبیت امنِ عالم کو تباہ کرنے والی چیز ہے۔ یورپ اور مغربیت میں بلکہ دنیا بھر میں جب بھی امن قائم ہوگا مذہب کے ذریعہ ہوگا۔ اور مذاہبِ عالم میں سے بھی مذہب اسلام اور احمدیت کے ذریعہ۔ اور وہ وقت دور نہیں کہ زمانہ خود اس کی تصدیق کے سامان پیدا کریگا اور نظامِ نو جو سراسر مذہب کی بنیادوں پر قائم کیا جائیگا۔ امنِ عالم کا ذریعہ بنے گا۔

(۳) مذہب کی وجہ سے مذہب کے اصولوں پر عامل ہوتے ہوئے کبھی فتنہ و فساد کی صورت پیدا نہیں ہوئی۔ اس کی کوئی ایک مثال بھی مذہب کے مخالف پیش نہیں کر سکتے ہاں ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ مذہب کے نام پر لڑائیاں ضرور ہوئی ہیں مگر مذہب کو چھوڑ کر اور اس کی تعلیم کو پسِ پشت ڈال کر ایسا ہوا ہے۔ اور اگر وہ لڑائیاں قابل اعتراض بتائی جائیں جو قیام امن کے لئے حاملین مذہب نے کیں تو یہ چیز قابل اعتراض نہیں۔ بلکہ یقیناً لائق صد تحسین ہے کہ دنیا میں امن قائم کرنے اور مظلوموں کو ظالموں کی چیرہ دستیوں سے بچانے کے لئے مٹھی بھر جماعتوں نے ہر زمانہ میں اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر زبردست جنگجو قوموں کا مقابلہ کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ کیا کوئی عقلمند اسے مذہبی لوگوں کے لئے باعثِ ملامت قرار دے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

(۴) پھر معترضین حضرات ذرا اتنا تو سوچیں۔ کہ اگر صرف مذہب کے نام پر چند خود غرض

لوگوں کا ناجائز فعل مذہب کے نام پر دھبہ لگاتا ہے اور ان کے نزدیک یہ بات انہیں ترک مذہب پر آمادہ کرتی ہے۔ تو کیا آئے دن جو دنیا داری کی خاطر کثرت سے نہ صرف جہلاء بلکہ بڑے بڑے عقلاء اور مدبرین جو دنیا کی خاطر لڑائیاں کرتے ہیں۔ تو کیا وہ اس کی وجہ سے دنیا کو چھوڑ دیں گے۔ دیدہ باید

(۴)

تیسرا سوال۔ موجودہ زمانہ میں مذہب کی کیا ضرورت ہے؟

جواب (۱) اگرچہ مذہب کی ضرورت ہر زمانہ کے لوگوں کو رہی ہے۔ لیکن میرے خیال میں مذہب کی ضرورت موجودہ زمانہ میں سب زمانوں سے زیادہ ہے اس لئے کہ مذہب کی صحیح اور اصل غرض خدا کا عبد اور مظہر بنانا ہے اور تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ یعنی اللہ تعالےٰ کی صفات کو اپنا اخلاقی معیار بناؤ۔ زندگی کے ہر پہلو میں اختیار کرنا ہے۔

آج جو دنیا کی حالت ہے وہ کسی صاحب عقل و دانش سے مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات اور اخلاق کو اختیار کرنا تو الگ رہا۔ خود اس کی ہستی سے ہی انکار کیا جا رہا ہے اور مذہب کی ضرورت اور اس کی شاندار اخلاقی تعلیم کو پس پشت ڈال کر محض اپنے عقلی ڈھکوسلوں کی پیروی پر لوگوں کو کمر بستہ کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ انسانی فطرت کو جس چیز کی مدتوں سے تلاش تھی یعنی خدا تعالیٰ کی جستجو اور اس کی کامل محبت اور اخلاق کے اعلیٰ معیار کو قائم کرنا۔ وہ دنیا سے مفقود ہے۔ موجودہ زمانہ کے لوگوں نے صرف اپنی عقلی تجاویز کو ہی اپنی اخلاقی حالت کا معیار قرار دے رکھا ہے اور اس کا نتیجہ صاف ظاہر ہے۔ کہ بعض بالکل عریاں قسم کی بے حیائی کے کام بھی ان کی عقل کے نزدیک عین شرافت اور تہذیب سمجھے جانے لگے ہیں جیسا کہ یورپ میں ننگوں کی سوسائٹی کا وجود اور ملک کے لئے بغیر نکاح کے اولاد پیدا کرنے والوں کی مدد اور حوصلہ افزائی وغیرہ امور ہیں جنہیں بعض افراد نے عقلی ڈھکوسلوں کی بناء پر اعلیٰ درجہ کی تہذیب اور اخلاق قرار دینے لگے ہیں اور پھر بعض حکومتیں جبراً لوگوں کے پسینہ کی کمائی چھین کر ان پر قبضہ رکھنا اسے انتہائی رواداری قرار دینے لگ پڑی ہیں غرض جب بڑے اور چھوٹے اس درجہ اخلاقی پستی میں گر چکے ہوں کہ بداخلاقی کو خوش اخلاقی اور ظلم کو انصاف سمجھنے لگ پڑے ہوں تو ایسے زمانہ میں تو مذہب کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

(۲) **اس** زمانہ میں ہر فرد اور ہر قوم کو اس بات کی تو ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ کاش دنیا میں انسانی زندگی قومی ہو یا انفرادی امن اور آرام سے گذرے۔ لیکن مذہب کی منکر اور محض عقل کو رہنما بنانیوالی قومیں آج دیکھ رہی ہیں کہ ان کی عقل نے قوموں کی قومیں ہلاک اور ملکوں کے ملک ویران

اور بحر و بر کی آبادیوں اور شہروں کو کھنڈرات بنا دیا ہے اور جب کوئی مغلوب حکومت صلح کے لئے ہاتھ بڑھاتی ہے تو غالب اور جابر حکومتیں غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈالنے پر اسے مجبور کرنے لگ پڑتی ہیں مگر وہ اتنا نہیں سوچتیں کہ اگر وہ خود مغلوب ہوتیں تو یقیناً غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈالنے کی بجائے شرائط والی صلح کو پسند کرتیں۔ اگر انقلاب زمانہ نے آج ایک قوم کو مغلوب کر دیا ہے تو کیا یہ ممکن نہیں کہ دوسرے وقت میں یہی مغلوب قوم غالب آجائے اور جو آج غالب ہیں وہ مغلوب ہو جائیں بات صرف اتنی ہے کہ گردشِ ایام سے غافل ہونے کے نتیجہ میں وہ نہیں جانتیں کہ نہ رات کا دور دائمی ہے اور نہ ہی دن کا دور ہمیشہ کے لئے قائم رہے گا۔ انقلاب کے دروازہ کو کس نے بند کیا ہے کہ وہ آئندہ بند رہ سکے گا۔ بہت ممکن ہے کہ نئے انقلاب سے مغلوب حکومتیں غالب ہو سکیں اس وقت یہی قانون جو آج غالب حکومتیں پسند کر رہی ہیں ان سے بھی زیادہ تشدد کے لئے وہ شدید ترین اور تباہ کن قدم اٹھانے والی ہوں۔ اس وقت کو ملحوظ رکھ کر فطرت سے سوال کیا جائے تو فطرت کبھی بھی اپنے لئے بلحاظ انفرادی و قومی حالات کے ایسی شدید سیاسی گرفت اور برباد کن سختی کا قانون پسند نہ کرے گی بلکہ نفرت اور کراہت سے اس کی مدافعت کے لئے کسی کوشش اور حیلہ کو تلاش کرے گی سو زمانہ ہمیشہ یکساں نہیں رہتا۔ پس غالب کو غلبہ کے حاصل ہونے کے وقت مغلوب پر رحم کرنا مغلوب کو اس کے غلبہ کے وقت اپنے اوپر مہربان بنانے کی تحریک ہاں فطری تحریک ہے۔ اور رحم اور نرمی کی جگہ تشدد اور سختی کا برتاؤ کرنے سے اپنی تباہی کی تحریک کیلئے زمانہ کو تیار کرنا ہے۔ کم از کم مغلوب حکومت صلح کا ہاتھ بڑھائے اور شرائط پر صلح پیش کرنے کی تحریک ہو تو غنیمت سمجھتے ہوئے صلح کر لینی چاہیئے قرآن کی اس امر کے متعلق کیا ہی پر حکمت اور امن بخش تعلیم ہے کہ اِن جنحوا للسلم فاجنح لھا۔ کہ دشمن اگر صلح کے لئے جھکے۔ تو اس کے لئے فوراً جھک جانا چاہیئے۔

(۳) عقلِ سلیم اور فطرتِ سلیمہ بھی اگر الہامی تعلیم اور مذہبی روشنی میں دنیا کے قیامِ امن کو ملحوظ رکھتے ہوئے غور کرے تو صلح کا ہاتھ جب بھی ایک فریق کی طرف بڑھے دوسرے فریق کو بھی فوراً بڑھانا مناسب ہے ورنہ باوجود تحریکِ صلح کے پھر بھی جنگ کو جاری رکھنا اس کے معنی کسی علمی تدبیر یا عقلِ سلیم کی پیروی کے نہیں بلکہ درندگی اور وحشت کے وحشیانہ جوش کا محض انتقامی جذبہ اور مظاہرہ ہے اور بس۔ جس طرح درندے جب تک کہ ان کے اندر درندگی کا جوش اور غیظ و غضب کا جذبہ ابھار میں رہتا ہے۔ وہ دوسرے کی تباہی اور ہلاکت سے باز نہیں رہ سکتے۔ یہی حالت ان درندہ صفت انسانوں کی ہے

کہ ان کی جنگ کسی امن اور صلح کی غرض سے نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی کسی فتنہ اور فساد کی مدافعت کی غرض سے ہوتی ہے بلکہ اس لئے ہوتی ہے کہ ہمارے پاس ابھی جنگ و قتال کے لئے حربی ساز و سامان کثرت اور وفور کے ساتھ موجود ہے اور مغلوب حکومت کا ملک جب تک کلیۃً ہمارے زیر نگین نہیں آتا اور اس مقصد کے حصول میں جو روکیں ہیں جب تک وہ ہم دور نہ کرلیں جنگ بند نہیں ہو سکتی بلکہ جاری رہے گی۔ ہاں جنگی سامانوں کے قائم رہنے تک قائم اور جاری رہے گی۔ کیا یہ نظریہ کسی اصلاح کا محتاج نہیں۔ اگر محتاج ہے اور محتاج اصلاح ہونے سے اس کا فاسد ہونا امر مسلم ہے تو ایسا فساد کس نے پیدا کیا۔ کیا مذہب نے یا عقل نے۔ ظاہر ہے کہ یہ عالمگیر جنگ جس نے ایک دنیا جہان کو ویران کر دیا اور ڈکٹیٹروں اور عقلی راہنماؤں نے ہی مذہب کو پسِ پشت پھینک کر اطرافِ دُنیا میں جنگ کی آگ سلگائی جس نے بڑھتے بڑھتے ایک جہان کو اس کا ایندھن بنا کر راکھ کر دیا جس سے عقل کا نام اور عقل عقل پکارنے والوں کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ مذہبی تعلقات سے محض بیگانہ ہونے کے نتیجہ میں عقل کی راہنمائی یہ گل کھلاتی ہے

دُنیا کی آباد بستیوں کی ویرانی اور آباد شہروں اور ملکوں کی بربادی اور تباہی ہولناک نظاروں اور ہیبت ناک منظروں اور دہشت انگیز ویرانوں سے اس مادی عقل کی گمراہ کن تجویزوں اور فساد آلود تدبیروں پر ماتم کر رہی ہے لیکن باوجود اس شورِ قیامت اور حشرِ عظیم کی سی مصیبت کے احمدی ہاں صرف احمدی جماعت ہے جو موجودہ دور کے طوفانِ عظیم کی تباہی سے نوح کے سلامتی بخش سفینہ میں بیٹھنے والے ہیں اور حسبِ ارشاد وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ محض خدا اور اس کے رسول پر سچا ایمان لانے اس کی پیشکردہ الہامی اور مذہبی تعلیم پر عمل کرنے سے مقامِ امن میں ہیں عذابوں پر عذاب آئے اور آرہے ہیں۔ ہلاکتوں سے دنیا تباہ اور برباد ہو رہی ہے اور قوموں کی قومیں زمانہ کی چکی میں پستی جا رہی ہیں۔ اور نقصان پر نقصان اٹھا رہی ہیں لیکن جماعتِ احمدیہ ہے کہ وہ ہر طرح کے نقصانوں سے محفوظ بلکہ ترقیات پر ترقیات اور برکات پر برکات حاصل کر رہی ہے کیا اس زمانہ میں کسی سمجھدار کے لئے ان ابتلاؤں اور بلاؤں میں امنِ عالم کے اسباب کا سمجھنا اور محض عقل کی پیروی کے نتائج اور مذہب کی رہنمائی اور پیروی کے نتائج کے درمیان کھلے طور پر فرق اگر معلوم کرنا چاہے تو کیا معلوم نہیں کر سکتا۔ نتائج ہر ایک کے کھلے ہیں اور سامنے موجود ہیں پھر نظری نہیں روحانی اور مخفی نہیں بلکہ ظاہر ہیں اور مشہودات سے ہیں۔ پس یہ زمانہ عقل کی خامیاں دکھانے اور مذہب کے فوائد اور خوبیاں ظاہر کرنے کے لئے عجیب زمانہ ہے جس کی نظیر پہلے کبھی نہیں پائی

گئی - مبارک ہیں وہ جو اس بدیہی اور کھلے فرق کو سمجھنے کی کوشش کر کے مذہب کی ضرورت کا احساس کریں -

(۵)

چوتھا سوال - ازمنۂ سابقہ میں مذہبی لوگوں نے دنیا کی کیا راہنمائی کی؟

جواب (۱) خدا تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں کے زمانہ کے حالات اور واقعات بلحاظ مقاصد نبوت و رسالت متماثل اور متشاکل ہوتے ہیں - ہر نبی اور رسول خدا کی وحی اور الہام کی راہنمائی میں مذہب کی بنیاد قائم کرتا ہے اور اپنی مذہبی تعلیم سے لوگوں کے عقائد - اعمال اور اخلاق کے صحیح توازن کے لئے اپنا اسوہ حسنہ پیش کرتا ہے اور افراط و تفریط کو دور کر کے اپنی جماعت کو جو ایمان لانے اور پیش کردہ تعلیم پر عمل کرنے سے کامل طور پر مومنانہ اخلاص کا نمونہ ظاہر کرتی ہے حد اعتدال پر قائم کر دیتا ہے اور اس طرح دنیا سے کفر اور فسق و فجور کا گند ہر ایک نبی اور رسول نے کچھ جماعت کے پاک نمونہ سے دُور کیا اور کچھ کافروں کی ہلاکت اور تباہی سے خدا کے عذابوں نے صفائی اور پاکیزگی زمین میں پیدا کی

ازمنۂ سابقہ اور قرونِ ماضیہ میں ہر نبی اور رسول پر ایمان لانے والوں نے مذہب کے ذریعہ حسناتِ دنیا اور حسناتِ آخرت کی کامیابیاں حاصل کیں اور امن میں بھی رہے اور سچے مذہب اور الہامی تعلیم کے مخالفوں نے ہمیشہ اور ہر زمانۂ رسول میں مخالفت کا برا خمیازہ ہی اٹھایا اور بجز عذاب اور ہلاکت اور تباہی و بربادی کے اور کچھ فائدہ حاصل نہ کیا - خود بھی تباہ ہوئے اور دوسروں کو بھی تباہ کیا - اس سے ظاہر ہے کہ ازمنۂ ماضیہ میں نبیوں اور رسولوں کی رہنمائی کے نتائج کیا ظاہر ہوئے اور مخالف لیڈروں اور ڈکٹیٹروں کی رہنمائی جو نبیوں اور رسولوں کی مخالفت میں ظاہر ہوئی اس کے نتائج کیا برآمد ہوئے قرآن نے آیت هل اتٰك حديث الجنود فرعون وثمود کے رُو سے فرعون کی ڈکٹیٹر شپ اور قوم ثمود کی جمہوریت کا نمونہ پیش کر کے انجام بھی دونوں کا جو مذہب کی بغاوت میں رونما ہوا بتا دیا کہ کیا ہوا -

(۲) درحقیقت آرام کی زندگی کے ساتھ خود روی کے وحشیانہ جذبات کا مظاہرہ صحیح نظام یا الٰہی تعلیم کی پابندی سے آزاد رکھنا چاہتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر نبی اور رسول کی بعثت میں جو صحیح نظام قائم کیا جاتا ہے ابنائے دنیا اس مذہبی نظام کو اپنی طبعی آزادی اور خود روی کے خلاف پا کر اس کے دشمن بن جاتے ہیں اور اس کے استیصال کے درپے ہو جاتے ہیں اور ان کی

بے راہ روی اور خدا کے نبیوں اور رسولوں کے مذہبی نظام کی مثال بالکل ویسی ہی ہوتی ہے جیسے ڈاکوؤں
چوروں اور بدمعاشوں کے گروہ اور نظامِ حکومت کی۔ نظامِ حکومت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں قیامِ
امن کے لئے دستور اور سیاست و حکومت قائم رہے لیکن چور اور ڈاکو اور بدمعاش نہیں چاہتے
کہ حکومت جو اپنے نظام اور انتظامی تصرفات سے لوگوں کی ان سے حفاظت کرنا چاہتی ہے ان کے لئے
مزاحمت کے قوانین کا اجراء کرے اور انہیں بدمعاشیوں سے روکے۔ یہی وجہ ہے کہ ان بدمعاشوں
کی تباہ شدہ فطرت اتنا بھی محسوس نہیں کر سکتی کہ اخلاق کیا ہوتے ہیں اور انسانی زندگی کا حقیقی
مقصد اور اس کا اعلیٰ نمونہ بجز مذہب اور الٰہی تعلیم کے حاصل ہی نہیں ہو سکتا۔

(۳) صحیح مذہبی تعلیم جو الہامِ الٰہی کے ذریعہ دنیا میں پیش کی جاتی ہے انسان کو روحانیت کے
وسیع سمندر میں اتارتی اور اسے خدا شناسی کی اعلیٰ شناوری اور غواصی سے خدا کا ہم کلام اور مقرب
بنا دیتی ہے جسے دنیا دار لوگ سمجھنے سے قاصر ہیں۔

اس تعلیم کا ہر پہلو کے لحاظ سے یہ ڈکٹیٹر اور قومی لیڈر کہلانے والے اور مذہب پر نکتہ چینیاں
کرنے والے بلحاظ حقیقتِ دلائل اور صحیح ایثار و قربانی اور بہترین نتائج کے مقابلہ نہیں کر سکتے منطقیوں
کے مغالطات کی طرح اور فلسفیوں کے غلط اور مادی نظریوں سے ظاہر پرستوں کو دھوکا دے لینا
اور بات ہے لیکن نبیوں اور رسولوں کی قوتِ قدسیہ اور الہامی رہنمائی جس کے ذریعہ مایوس کن حالات
اور واقعات کے جنگلوں اور ریگستانوں سے گذرتے ہوئے الٰہی بشارات کی روشنی میں خدا کے نبی
اور رسول مع اپنی جماعت کے کامیابی کی منزل پر جا پہنچتے ہیں کیا اس کا نمونہ تلاش کرنے سے ابناءِ
دُنیا میں بھی مل سکتا ہے۔

(۴) عقلِ سلیم اور فطرتِ صحیحہ خالقِ فطرت کی ہستی کو محسوس کرتی ہے اور نظامِ عالم کی باہمی
ترکیب و ترتیب کو اپنے لئے اپنے محسن خالق کے اسباب تربیت و احسانات کے رو سے استعانت
اور اعانت اور استفاضہ اور افاضہ کے تعلقات کا احساس رکھتی ہے۔

خدا کے نبی اور رسول جو الہامی تعلیم پیش کرتے ہیں اس میں حق اللہ اور حق العباد یا تعظیم
لامر اللہ اور شفقۃ علیٰ خلق اللہ کے دونوں پہلوؤں پر کامل روشنی ڈالتے ہیں۔

اسلامی تعلیم کی روشنی میں حضرت نبیؐ اسلام کا کامل نمونہ اور اسوۂ حسنہ اس شان کے
ساتھ پیش کیا گیا ہے کہ علاوہ انسانوں کے حقوق کے عام جانوروں اور جانداروں کے ساتھ بھی
شفقت سے نیک سلوک کرنا اسلامی تعلیم نے سکھایا ہے چنانچہ جہاں یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ

عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا کی رو سے پُرشفقت سلوک کے ساتھ مسکینوں یتیموں اور اسیروں کو جو مالی تکلیف کی حالت میں بھوک سے کھانے کے محتاج ہوتے ہیں انہیں محض اس خیالِ محبت سے کہ یہ بے بس اور محتاج لوگ ہمارے اللہ کے بندے ہیں بحالتِ توفیق واستطاعت ومقدرت انہیں کھانا کھلاتے ہیں علاوہ انسانوں کے حسبِ ارشاد وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ بے زبان اور معذور جانوروں کو جو زبانِ قال سے اپنی حالتِ احتیاج کا اظہار نہیں کر سکتے۔ ایک مسلم کے لئے اسلامی ہدایت اور تعلیم کے رو سے انہیں بھی اپنے مال میں حقدار سمجھ کر ان کا حق ادا کرنا ضروری ہے چنانچہ صحیح بخاری میں اسی قسم کی تعلیم پیش کرنے کی غرض سے بطور نمونہ ایک عورت کی حکایت بیان فرمائی۔ کہ اس نے ایک پیاسے کتے کو جو شدتِ پیاس کی وجہ سے مضطرب الحال ہو رہا تھا۔ کنوئیں سے پانی نکال کر اسے پلایا اور اس کا یہ عمل اس کے خالق اور محسن خدا نے اتنا پسند کیا کہ اس عورت کی نجات اور فلاح کا باعث یہی عمل بنا دیا۔

اسی طرح تشدد اور سخت دلی سے تکلیف دہ سلوک علاوہ انسانوں کے اسلام کی تعلیم میں جانوروں اور جانداروں سے کرنا بھی منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں محض اسی طرح کے تشدد اور سختی سے روکنے کے لئے آنحضرت صلعم نے بطور مثال کے ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ ایک عورت نے بلی کو بصورتِ حبس بند اور محبوس رکھنے سے بلا کھلانے اور پلانے کے اس قدر تشدد اور سختی سے کام لیا۔ کہ آخر بلی اسی تکلیف سے تڑپ تڑپ کر مر گئی اور خدا نے اپنی مخلوق بلی پر اس طرح کے تشدد کو سخت ناپسند کرتے ہوئے اس عورت پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے مناسب سزا دینے کے لئے دوزخ میں ڈال دینے کا حکم فرمایا۔

اب یہ تعلیم اور ایسی کامل اور وسیع تعلیم جو نبیوں اور رسولوں کی طرف سے دنیا میں پیش کی جاتی ہے ظالم ڈکٹیٹر اور بدکیش اور ستمگر لیڈر جو اپنی خود غرضی اور خود پرستی اور خود روی کے مطمح النظر کے سوا اور کچھ جانتے ہی نہیں اور حبِ مدح اور حبِ جاہ کے بغیر ان کا کوئی نصب العین ہی نہیں کیا جانیں اور کیا سمجھیں کہ الہامی تعلیم کی بناء پر پیش کردہ ملتِ بیضا اور مذہبِ حق کیا ہوتا ہے۔ بالآخر دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ موجودہ زمانہ کے لوگوں کی آنکھیں کھولدے تا وہ مذہب کی ضرورت کو سمجھیں پھر صحیح مذہب کو قبول کر کے خدا کی رضا حاصل کریں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سوامی یوگندرپال سے مناظرہ

ایک دفعہ ریاست پٹیالہ کے شہر سامانہ میں سوامی یوگندرپال مشہور آریہ مناظر سے میرا مباحثہ ہوا۔ علاوہ اور باتوں کے سوامی صاحب نے کہا کہ آج کل یورپ اور امریکہ والے آسمان میں بسنے والی مخلوق سے میل ملاقات کی کوشش کر رہے ہیں اور اس غرض کے لئے مختلف تجاویز کی جا رہی ہیں جب زمین والے آسمان کی آبادیوں میں جا پہنچے تو پھر وہاں قرآن کی تعلیم پر کس طرح عمل ہوگا۔

میں نے جواباً کہا کہ قرآن کریم وید کی طرح ملکی اور قومی بندھنوں میں جکڑا ہوا نہیں کہ آسمانی اور زمینی مخلوق کے ملنے پر اس کی تعلیم کے اجراء میں مشکل پیش آئے۔ قرآن کریم تو خود اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ رب العلمین کی طرف سے نازل کیا گیا ہے یعنی اس کی تعلیم اس خدا کی طرف سے ہے جو زمینی مخلوق کو بھی پیدا کرنے والا ہے اور اس کی پرورش کرنے والا ہے اور آسمانی مخلوق کی بھی ربوبیت کرنے والا ہے اور یورپ وامریکہ والے تو آج آسمانی مخلوق سے رابطہ کے لئے کوشش کرنے لگے ہیں قرآن کریم تیرہ سو سال سے بھی پہلے پیشگوئی فرما چکا ہے کہ وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِیْھِمَا مِنْ دَآبَّۃٍ وَھُوَ عَلٰی جَمْعِھِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ (سورہ شوریٰ) اس آیت میں خدا تعالےٰ نے اپنے نشاناتِ قدرت میں سے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ اس نے آسمان وزمین کو پیدا کیا اور زمین میں اور آسمان کی بلندیوں یعنی نجوم اور ستاروں وغیرہ میں دابّہ اور دوّاب کو پھیلایا بثّ کا لفظ کثرت سے پھیلانے کے معنوں میں آتا ہے جیسے سورۂ نساء میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً

اس آیت میں جو وَھُوَ عَلٰی جَمْعِھِمْ کے الفاظ فرمائے گئے ہیں اس میں جمع مذکر کی ضمیر استعمال کی گئی ہے جس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جس طرح زمین میں من دابّہ سے ذوی العقول اور غیر ذوی العقول دوّاب مراد ہیں اور اس میں دوسرے جانوروں کے علاوہ انسان بھی پائے جاتے ہیں اسی طرح آسمان کی بلندیوں میں جو مخلوق پائی جاتی ہے اس میں علاوہ غیر ذوی العقول دوّاب کے ذوی العقول دوّاب بھی پائے جاتے ہیں۔ یعنی انسان بھی موجود ہیں

اور وَھُوَ عَلٰی جَمْعِھِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ کے الفاظ میں یہ پیشگوئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوگی یہ انسان جو زمین وآسمان میں پائے جاتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ایک جگہ جمع کر دیگا

بے شک موجودہ حالات میں یہ تصوّر بوجہ فقدانِ اسباب کے عجیب معلوم ہوتا ہے لیکن ایک وقت آنے والا ہے جب کہ سائنس کی ایجادات اس حد تک ترقی کر جائینگی کہ یہ پیشگوئی پوری ہو جائے گی انشاء اللہ تعالےٰ۔

پس جس قرآن نے قبل از وقت یہ اطلاع دی ہے کہ ایک وقت آنے والا ہے جب سکانِ ارض و سماء آپس میں مل جائیں گے اس میں ان کے میل و ملاقات کے بعد کے حالات کو مدِنظر رکھ کر مناسب اور مکمل تعلیم بھی پیش کی گئی ہے۔ ہاں ایسے حالات پیدا ہونے پر وید کی تعلیمات رائج کرنے میں ضرور دقت ہوگی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی مجلس میں

ایک عرصہ کی بات ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے مجلس میں بعد نماز عصر خاکسار کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "مولوی صاحب! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں تو آپ بڑی گرمجوشی سے نظمیں اور قصیدے حضور کی مجلس میں سنایا کرتے تھے۔ ہمارے وقت میں تو آپ کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا ہے۔"

اس پر خاکسار نے ایک فارسی قصیدہ تیار کر کے حضور کی خدمت میں دوسرے دن بعد نماز عصر جب حضور قرآن کریم کے درس سے فارغ ہوئے پیش کر دیا۔ یہ قصیدہ ساٹھ ستر اشعار کا تھا جو بعد میں اخبار "الفضل" میں بھی شائع ہو گیا۔ اس کے چند ابتدائی اشعار یہ تھے۔

ہماں تجلّیٔ نورِ قدم بہ یاد افتاد — چو روئے مظہرِ حسنِ ازل در آمد باد
من آں شدم کہ بہ بینم جہاں برنگِ دگر — نگاہِ شوق نمودہ بہ جلوہ دورِ سعاد
مرا کہ پیرِ طریقت بشرطِ صدق و وفا — نمودہ وعدۂ کشفِ رموز و سرِّ مراد
بہ جد و جہد نتانم کہ کامگار شوم — مگر بہ ہمتِ مرداں کہ می کنند امداد
دعائے شیخ کہ ما آزمودہ ایم بسے — بود کہ بازوئے ہمت شود بداں اسعاد
ندا زِ وادیٔ ایمن کہ می شنفت کلیم — نہ بود صید نہ موسٰے برائے او صیّاد
عجب کہ طالبِ نار از طلب بہ نور رسید — کہ وا نداز سرِ تحقیق سرِّ حق بہ عباد
گدائے کوئے شہانم بہ آں امیدِ بزرگ — بود کہ دولتِ علیا مرا دہد آں داد
ندانم ایں کہ خدا آید از خودی رفتن — کہ ایں خودی زِ خدا آمدن شود برباد

جناب چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان بالقابہ کا واقعہ اتقاء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے عہد سعادت میں جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب بیرسٹری کی تعلیم کے لئے لنڈن گئے۔ سفر پر روانگی سے پہلے آپ حضور رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کے لئے عرض کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ لنڈن جا رہے ہیں۔ لنڈن شہر دنیا کی زیب و زینت کے اعتبار سے مصر سے بھی بڑھ کر ہے۔ آپ ہر صبح سورہ یوسف کی تلاوت کرتے رہنا۔ اور ہر شہر میں شرفاء کا طبقہ ہوتا ہے اپنے ہم جلیس شریف لوگوں کو بنانا۔

حضور کی ان نصائح پر عمل کرتے ہوئے جناب چوہدری صاحب نے لنڈن میں تعلیم کا زمانہ گذارا اور قریباً ہر روز سورہ یوسف کی تلاوت کرتے رہے۔ ان دنوں خواجہ کمال الدین صاحب ووکنگ مسجد میں تھے۔ انہوں نے حضرت چوہدری نصر اللہ خاں صاحب رضی اللہ عنہ کے والد ماجد جناب چوہدری صاحب کی خدمت میں لنڈن سے خط لکھا کہ لنڈن شہر اس وقت زیب و زینت اور دلکشی میں مصر سے بڑھا ہوا ہے لیکن چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح تقویٰ اور طہارت کا نمونہ پیش کر رہے ہیں

جب جناب چوہدری صاحب ہندوستان کی مرکزی حکومت کے رکن کی حیثیت میں دہلی میں مقیم تھے تو میں نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ حضرت چوہدری نصر اللہ خاں صاحب رض آپ کی کوٹھی کے برآمدہ میں کھڑے ہو کر قرآن کریم سے سورہ یوسف تلاوت فرما رہے ہیں اور بلند آواز سے کہتے ہیں میرا یوسف میرا یوسف۔ اور اشارہ اپنے صاحبزادہ یعنی چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی طرف کرتے ہیں۔ اس رویا سے میں نے جناب چوہدری صاحب کو اطلاع دے دی تھی فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ

ایک عجیب رؤیا

غالباً ۱۹۴۳ء کا واقعہ ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی طرف سے خاکسار کو حکیم محمد یوسف صاحب صدر انجمن اسلامیہ علاقہ ورنگل ریاست حیدرآباد کے بعض اعتراضات و شبہات بغرض جواب بھجوائے گئے اسی دوران میں مرکز کی ہدایت کے

کے ماتحت خاکسار کو چک نمبر ۵۶۵ ضلع شیخوپورہ میں بعض تربیتی اور اصلاحی امور کی سرانجام دہی کے لئے جانا پڑا۔ اور پھر یہ ہدایت موصول ہوئی۔ کہ وہاں سے فارغ ہو کر میں سہارنپور جاؤں جہاں پر نواب عادل خاں صاحب نے تبلیغی اغراض کے ماتحت میرے بھجوانے کے لئے درخواست دی تھی خاکسار دورانِ سفر میں حکیم محمد یوسف صاحب کے اعتراضات کے جوابات لکھتا رہا اور جماعتوں کے اصلاحی اور تبلیغی امور کو بھی سرانجام دیتا رہا۔

سہارن پور میں میں نے رویا میں دیکھا کہ میں دارالمسیح میں ہوں جہاں بہت خوبصورت اور قیمتی قالین بچھے ہوئے ہیں اور ان پر ایک نورانی صورت کی نوجوان عورت جس کی عمر ۱۷-۱۸ سال کی معلوم ہوتی ہے بیٹھی ہے اور اپنے بالوں کو کنگھی کر رہی ہے جب اسی مکان کے مقابل برآمدہ میں میری نظر پڑی تو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام برآمدہ میں ٹہلتے ہوئے نظر آئے حضور اقدس علیہ السلام کے قریب ہی ایک فرشتہ کھڑا ہے جو مجھے مخاطب کر کے کہتا ہے کہ کیا تو جانتا ہے کہ یہ نورانی عورت کون ہے؟ یہ اُم المومنین ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام انہیں ساتھ لے جانے کے لئے انتظار میں ٹہل رہے ہیں جب وہ کنگھی سے اپنے بالوں کی الجھنوں کو صاف کر لیں گی تو اس کے بعد حضرت اقدس ان کو اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ انتظار صرف الجھنوں کے صاف ہونے تک ہے

اس رویا سے مجھے معلوم ہوا کہ سیدۃ النساء حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا زمانۂ حیات بھی بہت سی برکات کا باعث ہے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت آپ کی حیاتِ طیبہ سے خاص طور پر وابستہ ہے واللہ اعلم بالصواب وعندہٗ ام الکتب۔

ایک تبشیری الہام

ایک دفعہ خاکسار مرکزی ہدایت کے ماتحت موضع دھرگ میانہ ضلع سیالکوٹ بھیجا گیا دھرگ کے ذیلدار مکرم چوہدری عنایت اللہ صاحب ایک مخلص اور بااثر احمدی ہیں ان کی صاحبزادی کی شادی عزیزم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ جو مکرم چوہدری شیر محمد صاحب ساکن چک نمبر ۳۲ سرگودھا کے فرزند اور جناب چوہدری علی بخش صاحب کے پوتے ہیں سے قرار پائی تھی۔ دونوں خاندانوں سے میرے دیرینہ تعلقات ہیں۔ بلکہ چوہدری علی بخش صاحب کی بیعت مع بعض دیگر افرادِ خاندان کے بفضلہ تعالےٰ میری کوشش سے ہی ہوئی تھی۔

چوہدری علی بخش صاحب تعلیم یافتہ اور صدر درجہ کے متعصب اور مخالفِ احمدیت تھے

اوران کے لڑکے مکرم چوہدری شبیر محمد صاحب احمدی ہو چکے تھے۔ دونوں کے درمیان مذہبی اعتبار سے بہت انشقاق اور اختلاف رہتا تھا۔ جب میں چک نمبر ۴۳ گیا اور چوہدری شبیر محمد صاحب کی تحریک پر میں ان کے مکان کے صحن میں تقریر کرتا۔ تو چوہدری علی بخش صاحب کمرے کے اندر چھپ جاتے اور جب میں اندر جاکر ان سے گفتگو کرنا چاہتا تو وہ باہر چلے جاتے علماء سوء اور متعصب پیروں اور سجادہ نشینوں سے وہ بے حد متاثر تھے اور کسی احمدی کو ملنا یا اس کی باتیں سُننا ان کو ہرگز گوارا نہ تھا۔

ایک دن جب میں صحن میں لوگوں کے سامنے تصوّف کے مسائل اور روحانی حقائق بیان کر رہا تھا اور وہ کمرے کے اندر تھے تو بعض باتیں ان کے کان میں بھی پڑیں۔ ہدایت کا وقت قریب تھا وہ ان باتوں سے متاثر ہوئے اور جب ہم حسب پروگرام چک نمبر ۴۲ میں چوہدری غلام حیدر صاحب احمدی کے ہاں جانے لگے اور گھوڑیوں پر سوار ہونے کو تھے کہ چوہدری علی بخش صاحب نے ایک آدمی کے ذریعہ پیغام بھجوایا کہ مولوی صاحب اگر آج رات یہاں ٹھہر جائیں تو میں ان کی تقریر تصوّف اور فلسفۂ ایمان پر سُن کر حضرت مرزا صاحب اور اپنے پیروں کی تعلیم میں موازنہ کرونگا۔

یہ پیغام سُنکر سب احباب کو خوشی ہوئی اور میں نے ایک دن کے لئے اپنی روانگی ملتوی کر دی اور چوہدری غلام حیدر صاحب کو اس سے اطلاع دیدی۔ چنانچہ وہ بھی چک نمبر ۴۲ سے میری تقریر سننے کے لئے پہنچ گئے۔ رات کو میں نے تین گھنٹہ تک فلسفہ ایمان اور مسائل تصوّف پر تقریر کی جس کو سُن کر چوہدری علی بخش نے کہا کہ اگر میں ایک دن اور ٹھہر جاؤں تو وہ جلسہ سالانہ پر قادیان جانے کا وعدہ کرتے ہیں۔ اس پر احباب نے خواہش کی کہ اب جبکہ چوہدری صاحب بہت کچھ نرم ہو چکے ہیں میں مزید ایک دن کے لئے ٹھہر کر اس موقعہ سے فائدہ اٹھاؤں۔ چنانچہ میں ٹھہر گیا اور چوہدری صاحب اس دن کی تقریر اور گفتگو سے اس قدر متاثر ہوئے۔ کہ بعض دوسرے دوستوں کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد سب نے بیعت کر لی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

دونوں خاندانوں کی خواہش تھی کہ نکاح میں پڑھاؤں انہوں نے زیادہ اصرار اس لئے بھی کیا کہ خاکسار حقیر خادم کو سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صاحبزادی کے خطبہ نکاح پڑھانے کی سعادت بھی حاصل ہو چکی تھی (اس واقعہ کا ذکر چوتھی جلد میں گذر چکا ہے

اس تقریب پر چوہدری عنایت اللہ صاحب نے بہت سے غیر احمدی سکھ اور عیسائیوں

کو بھی مدعو کیا۔ اور مجھے فرمایا کہ اس موقعہ پر ایسا خطبہ دیا جائے۔ کہ سب مذاہب والے اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ ذیلدار صاحب کے گھر کے قریب ہی مسجد تھی میں اس میں چلا گیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ وہ اپنے خاص فضل سے مجھے ایسی تقریر کرنے کی توفیق دے جو سب سامعین کے لئے فائدہ بخش ہو۔ میں دعا کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہایت شیریں اور دلپسند لہجہ میں مجھ پر مندرجہ ذیل پنجابی منظوم کلام نازل ہوا ؎

سبھو حمد خدا لئے نوں جیندی مثل نہ کو
اکورع اتے مجید نوں جس نے بخشی گو

اس الہام میں اکورع اور مجید کے متعلق مجھے تفہیم ہوئی کہ یہ زبان کے نیچے کی دو رگیں ہیں جو گویائی میں کام دیتی ہیں۔ اور دوسرے مصرعہ میں گو کا لفظ گویائی کا مخفف ہے۔ مجھے اس بشارت سے ایک گونہ تسلی ہوئی اور اس کے چند منٹ بعد مجھے خطبہ نکاح کے لئے بلایا گیا۔ حاضرین کی تعداد کئی سو تھی۔ خطبہ شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے روح القدس سے تائید فرمائی اور میری زبان پر فلسفہ نکاح اور حکمتِ تزویج کے متعلق بعض ایسے معارف جاری ہوئے کہ تمام حاضرین نہایت محظوظ ہوئے اور بار بار اس بات کا اظہار کرنے لگے کہ ایسے حقائق اس سے پہلے سننے میں نہیں آئے میں نے عرض کیا کہ یہ فیض اور برکت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہے اور آپ کی تعلیم کے ماتحت یہ معارف بیان کئے گئے ہیں۔

مجھے اس کامیابی پر اس لئے بھی زیادہ خوشی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام اور آپ کے خلفاءِ عظام کی برکت سے قبل از وقت بذریعہ الہام مجھے بشارت دیکر میرے ایمان کو تازہ کیا۔ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ زبان کے نیچے کس قسم کی رگیں ہیں جو گویائی میں مدد دیتی ہیں یا ان کا کیا نام ہے لیکن بذریعہ الہام مجھ پر یہی انکشاف ہوا۔ واللہ اعلم بالاسرار ہٖ والشکر للہ رب العلمین

ایک علمی اشکال کا حل

ایک عرصہ کی بات ہے کہ خاکسار بسلسلہ تبلیغ فیروزپور شہر میں مقیم تھا کہ بعض احباب نے پرچہ اہلِ حدیث جو مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی ادارت میں شائع ہوتا تھا مجھے دکھایا اس پرچہ میں غالباً ریاست جودھپور کے ایک مستفسر کا سوال درج تھا اور لکھا تھا کہ کسی پرانی قلمی

بیاض میں ایک دوائی کا نام بطور خطِ مرموز تحریر ہے جس کے خواص بہت عمدہ اور اللہ تعالیٰ کے خزائن میں سے ایک خزانہ بتلائے گئے ہیں لیکن اس کا نام رمز میں اس لئے تحریر کیا گیا ہے کہ تا نااہل اس کے ذریعہ سے ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکیں۔

اس دوائی کا نام علم جفر کے حساب جمل اور علم نجوم کے بروج اور ہفت سیارگان اور علم رمل کی ۱۶ اشکال سے مرکب صورت مرموزہ میں پیش کیا گیا تھا۔ خاکسار کو بھی ان علوم کے مطالعہ کا موقعہ بفضلہ تعالیٰ میسر آیا تھا۔ اور ان علوم میں کئی کتب میں نے دیکھی تھیں جب احباب فیروزپور نے بتایا کہ شہر کے غیر احمدی علماء کے نزدیک یہ عقدہ لاینحل ہے اور اس دوائی کا نام کسی کو معلوم نہیں ہوتا تو خاکسار نے اس مرموزہ نام کے متعلق غور کیا۔ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے میں یہ عقدہ حل کرنے میں کامیاب ہو گیا اور حسب قواعد علم جفر۔ نجوم اور رمل اس کا حل شرح و بسط سے لکھ کر اخبار "اہل حدیث" میں شائع ہونے کے لئے بھجوا دیا۔ جو نام میں نے قواعد مخصوصہ کی روشنی میں استخراج کیا وہ حبُّ الغراب یعنی کچلہ تھا جب میرا مرسل شدہ جواب اخبار "اہل حدیث" میں شائع ہوا تو مولوی محمد امین صاحب جو مولوی ثناء اللہ صاحب کے خاص شاگردوں میں سے تھے اور سلسلہ احمدیہ کے سخت مخالف تھے اس جواب کو پڑھ کر میری ملاقات کے لئے قادیان آئے اور ان علوم کے متعلق بعض دیگر مسائل بھی دریافت کرتے رہے۔

یہ مولوی صاحب سخت گندہ دہن تھے اور قادیان کا نام سننا بھی گوارا نہ کرتے تھے لیکن میرے جواب کو دیکھ کر ان علوم کے متعلق بعض دیگر باتیں معلوم کرنے کے لئے میرے پاس قادیان آ گئے۔

اس واقعہ کا خاکسار نے اس لئے ذکر کیا ہے کہ ہر قسم کے علوم و فنون دینی خدمات کے لئے بسا اوقات بطور آلات کے کام دیتے ہیں اور ان علوم کے ذریعہ کئی لوگوں کے ظلمانی حجاب دُور ہو جاتے ہیں اور ان کے لئے ہدایت کا رستہ آسان ہو جاتا ہے۔

اخلاقِ کریمانہ

سنہ ۱۹۱۸ء میں جب انفلوائنزا کی وبا شدت اختیار کر گئی اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بھی سخت بیمار ہو گئے۔ ان ایام میں خاکسار لاہور سے مرکز مقدس آیا اور حضور کی شدید علالت کے پیش نظر حضور کی عیادت کے لئے حاضر ہوا۔ حضور اس وقت چارپائی

پر لیٹے ہوئے تھے اور مکرم و محترم مولوی عبدالرحیم صاحب درد اور جناب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب چارپائی کے پاس فرش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جب خاکسار حقیر غلام کمرہ کے اندر آکر نیچے فرش پر بیٹھنے لگا تو حضور فوراً اُٹھ کر فرمانے لگے کہ آپ سرہانہ کی طرف تشریف رکھیں۔ میں نے عرض کیا کہ خاکسار نیچے فرش پر بیٹھنے میں ہی سعادت سمجھتا ہے۔ حضور نے اصرار کے ساتھ سرہانہ کی طرف بیٹھنے کا ارشاد کیا اور فرمایا کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے ہیں۔ صحابہ کا احترام ضروری ہے چنانچہ حضور نے ایک طرف ہو کر خاکسار کو چارپائی پر بٹھا لیا۔

جب خاکسار عیادت کے بعد واپس ہوا تو حضور کے اخلاقِ حسنہ اور نمونۂ ادب و احترام صحابہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے بے حد متاثر ہوا۔ اور دیر تک رقتِ قلب سے حضور کے لئے اور حضور کی نسلوں کے لئے دعا کرتا رہا۔ اے خیر الراحمین اللہ تو اپنے ان مقدس رسول پر اپنی بے شمار رحمتیں تا ابد نازل فرماتا رہ۔ آمین

ظہیر الدّین اروپی

ظہیر الدین اروپی مدعیٔ الہام تھا اور اپنے آپ کو یوسفِ موعود کہتا تھا۔ ایک دن جب میں مبارک منزل احاطہ میاں چراغ دین میں قرآن کریم کا درس دے رہا تھا تو وہاں ظہیر الدین آگیا اور اس نے سب احباب کے سامنے اپنا دعویٰ پیش کیا اور قبول کرنے کی دعوت دی۔ اس نے اپنے دعوے کی تائید میں کچھ اشتہار بھی شائع کئے تھے اور کئی لوگ اس کے ہمخیال بھی ہو گئے تھے میں نے اسے کہا کہ آپ ایسی باتوں سے پرہیز کریں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں فتنہ کی صورت نہ پیدا کریں اس پر اس نے کہا کہ میرا دعویٰ خدا تعالےٰ کی وحی کے ماتحت ہے میں نے اسے کہا کہ کیا آپ اپنے اس دعویٔ الہام کے متعلق تحریر دے سکتے ہیں اس پر اس نے ایک تحریر لکھ دی۔ ابھی اس تحریر پر چالیس دن ہی گذرے تھے کہ اسے کسی شدید جرم کی بناء پر ملازمت سے معزول کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد اس پر غبن کا مقدمہ دائر ہوا اور اس کی بہت ذلت اور رسوائی ہوئی ازاں بعد ایک عورت کے اغوا کے کیس میں بھی وہ ماخوذ ہوا۔ ان پیہم حوادث سے اس کی ہوش ٹھکانے ہوئی اس کے عقیدتمند اس سے بدظن ہونے لگے اور اس نے ان کو کہا کہ چونکہ میرے دعویٰ کے بعد خدا تعالےٰ کی تائید میرے شاملِ حال نہیں اس لئے میں اپنے دعویٰ کو سردست ملتوی کرتا ہوں تنگیٔ معاش کی وجہ سے اس نے غیر مبائعین کے امیر مولوی محمد علی صاحب سے بھی خط و کتابت شروع کی۔

لیکن انہوں نے اس کو منہ لگانا پسند نہ کیا۔ اس کے بعد اس نے ٹمٹم چلانے کا کام شروع کیا لیکن اس میں بھی کامیاب نہ ہوًا اور اب معلوم نہیں کہ وہ کہاں اور کس حالت میں ہے۔

ظہیر الدین کے متعلق میں نے دو رویا بھی دیکھے تھے جن کا ذکر انہی دنوں اخبار "فاروق" مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۱۸ء میں شائع ہوگیا تھا۔ یہ رویا مندرجہ ذیل الفاظ میں شائع ہوئیں۔

دو رویاء

مندرجہ ذیل سطور مولانا غلام رسول صاحب فاضل راجیکی کے ایک خط سے چھاپی جاتی ہیں

"ڈاکٹر نور محمد صاحب نے کل میرے نام ایک اشتہار آخری حجت نامہ بھیجا۔ جس میں کئی طرح کی ہزلیات کا ذکر ہے اس میں اس نے ظہیر کی پیشگوئی شائع کی ہے کہ میں ڈیڑھ سال کی میعاد میں فوت ہو جاؤنگا۔ کل دعا کا موقعہ میسر آیا اور ان دعاؤں میں ہی سوگیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ جلسہ سالانہ ہے اور اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام منتظم ہیں۔ موسم بہار کا معلوم ہوتا ہے۔ اسی اثناء میں حضرت ممدوح کی طرف سے ایک خوبصورت کٹورے میں جو غالباً چاندی کا معلوم ہوتا ہے۔ ایک عجیب قسم کا شربت جو نہایت ہی لذیذ اور خوشبودار ہے آیا۔ تاکہ میں اسے پی لوں اور میں نے اسے تین دفعہ کرکے پیا ہے۔ پھر میں خواب میں ہی حکیم محمد الدین صاحب سے کہتا ہوں کہ ظہیر نے تو میرے لئے ڈیڑھ سال کی پیشگوئی کی تھی کہ میں مرجاؤنگا۔ لیکن اس شربت سے مجھے یہی علم دیا گیا ہے کہ میں تین سال سے پہلے نہیں مرونگا۔"

دوسری رویا

"ان دنوں میں نے ظہیر الدین کے فتنہ کے متعلق بہت زور سے دعا کی اور اس بارہ میں مجھے دکھایا گیا کہ ایک سانپ ہے جس پر سیاہ اور سفید قسم کے داغ اور نقش ہیں۔ وہ ایک دیوار پر چڑھ رہا ہے۔ میرے ہاتھ میں ایک بہت بڑا سونٹا ہے جس سے میں نے اسے بالکل کچل دیا ہے اور اس کے سر کو ایسا کچلا ہے کہ بس اس کو ہلاک ہی کردیا ہے۔ پھر میں نے ظہیر کو دیکھا کہ وہ مجھ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہے۔ میں نے کہا کہ جب تک تیری بددعا پر جو تو نے اشتہار میں شائع کی ہے پورا سال نہ گذر جائے میں بات نہیں کروں گا۔

غلام رسول راجیکی - ۱۷ جولائی ۱۹۱۸ء

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار "فاروق" نے مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۱۸ء کے پرچہ میں مندرجہ

ذیل نوٹ شائع کیا۔ جس کا عنوان یہ تھا:۔
"سال کے اندر اندر ظہیر کے اشتہار اور یوسفِ موعود کے دعویٰ کا انجام اور اس کی ذلت اور دعوے سے انکار۔"

"ظہیر الدین اروپی اپنی ناکامی اور نامرادی کی وجہ سے جو لازم افترا اور پیرویٔ حدیث النفس ہے۔ ہر چند اس قابل نہیں کہ اس کے لئے ایک کالم بھی دیا جائے۔ لیکن ایک نشانِ صداقت ظاہر ہونے کی وجہ سے معافی چاہتا ہوں کہ چند سطور دینے پر مجبور ہوا ہوں۔ ۱۳ر دسمبر ۱۹۱۶ء کو ظہیر نے ایک دعا شائع کی جس کا خلاصہ اسی کے الفاظ میں یہ ہے:۔

"وہ کلامِ الٰہی اور الہامِ ربانی جو مجھ پر نازل ہوا ہے اور جس کی بناء پر میں اپنے تئیں یوسفِ موعود قرار دیتا ہوں ...... فی الواقع خدا تعالیٰ ہی کا کلام اور وحی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ نہ تو از قسمِ اضغاث و احلام ہے نہ از قسمِ احادیث النفس نہ ہی کذب اور افترا اور نہ از قسمِ آراء بلکہ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ وہ خاص خدا تعالیٰ کی وحی اور الہام اور اسی کا مقدس کلام ہے .. .. میں دعا کرتا ہوں کہ اگر میں نے تحریرِ بالا میں کسی قسم کے جھوٹ اور فریب سے کام لیا ہے تو اے میرے خدا جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تو مجھے اپنے سخت سے سخت غضبناک عذاب میں ایک سال تک ہلاک اور بالکل برباد کر دے اور مجھ پر ایسا عذاب نازل کر دے کہ تمام دُنیا کے لئے عبرت ہو۔"

یہاں خدا کا اقتداری نشان دیکھئے کہ اسی سال میں ظہیر کی وہ ذلت ہوئی کہ خدا دشمن سے دشمن کو بھی نصیب نہ کرے اور اس آیتِ قرآنی نے اپنا جلوہ دکھایا جو یوں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَیَنَالُھُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَذِلَّۃٌ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ۔ سو اس سے بڑھ کر اور کیا ذلت ہو سکتی ہے جو ظہیر کی اگست کے مہینہ میں ہوئی اور جس کی تفصیل ار ستمبر کے پیغام میں ہے

جو آج ۱۰ ستمبر کو وصول ہوا۔ ظہیر کا ایک خط چھپا ہے جو اس نے مولوی محمد علی صاحب کے نام نہایت لجاجت سے لکھا ہے اس کے بعض فقرات یہ ہیں :۔

"آپ کو علم ہے کہ میرا کوئی چھوٹا یا بڑا بھائی نہیں اور نہ ہی کوئی چاچا بابا ہے (یعنی وحید طرید ہوں۔ ناقل) جو گھر کے کاروبار کا خیال رکھ سکے۔ اس لئے میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ اگر میں ہفتہ وار لاہور سے گھر آؤں تو پھر تیس روپے ماہوار کافی نہ ہونگے اس لئے انجمن میرے لئے مکان کا بھی بندوبست کرے"

سنئے ظہیر کیا کہتا ہے۔ مجھے تیس روپے اور مکان دے دو اور میں اس کے لئے اپنے عقائد چھوڑتا ہوں۔ ظہیر پھر خط میں یوں لکھتا ہے۔

"آئندہ کے لئے میں نے اپنے دل میں عہد کر لیا ہے۔ کہ ایسے خیالات کا میری طرف سے کبھی اظہار نہ ہوگا بلکہ میں آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ اپنے دعوٰی کا بھی کسی سے ذکر نہ کرونگا ..... میں نے آپ کی طرف لکھ دیا تھا کہ آئندہ کوئی اشتہار شائع نہ ہوگا اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انجمن (لاہور) کی ماتحتی میں رہ کر کوئی ایسی کارروائی کی جائے ...... پس میں بجائے حضرت مسیح موعود پر کوئی الزام لگانے کے اپنے آپ پر الزام لگاتا ہوں اور اپنی بیوقوفی اور غلطی کا اقرار کرتا ہوں"

باوجود اس قدر لجاجت اور اپنے عقائد سے مرتد ہونے کے مولوی محمد علی صاحب نے شملہ سے یہ جواب دیا کہ آپ اس مضمون کا ایک اشتہار بھیجدیں اور میں اسے لاہور پہنچ کر چھپوا دونگا۔ لیکن سردست میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کے بعد کیا ہوگا۔ یہ فقرہ پڑھ کر ظہیر سمجھ گیا ہوگا کہ باوجود اتنی بڑی قربانی اور اپنے عقائد سے کھلا کھلا ارتداد اختیار کرنے کے پھر بھی تیس روپے کی نوکری مع مکان کا وعدہ نہیں ہوتا۔ تو وہ فرنٹ ہو گیا لیکن جو کچھ اس کے دل میں تھا وہ ظاہر ہو گیا یعنی دنیا نے یہ دیکھ لیا کہ اس کی اشتہار بازی اور مسیح موعود کو صاحب شریعت ظاہر کرنا اور یوسف موعود ہونے کا دعوٰی

محض دنیا طلبی کے لئے تھا اور اس کی قدر و قیمت محض تیس روپے ماہوار اور کرایہ مکان ہے۔ تف ہے ایسی زندگی پر۔ اس سے بڑھ کر ایک لکھے پڑھے مدعی الہام انسان کی کیا ذلت ہو سکتی ہے اور کیا بڑا غضب اور عذاب ہو گا لیکن اگر یہ کم ہے تو خدائے منتقم ابھی زندہ ہے۔ میں مولوی غلام رسول صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں کہ ان کے ہاتھ پر ایک ابن صیاد ہلاک ہوا۔"

ضروری نوٹ

میری مذکورہ بالا دونوں رویا کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے بطفیل برکت حضرت سیدنا مسیح پاک علیہ السلام ظاہر فرما دی۔ اول ظہیر نے میرے متعلق یہ پیشگوئی شائع کی تھی کہ میں ڈیڑھ سال کی میعاد کے اندر فوت ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد اس نے خاکسار اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز دا طلع شموس طالعہ کے متعلق شائع کیا۔ کہ دونوں کی وفات ۱۹۲۰ء تک ہو جائے گی اللہ تعالیٰ کی نصرت سے اس کی یہ دونوں پیشگوئیاں بالکل غلط ثابت ہوئیں اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مع جملہ فیوض و برکات کے خیر و عافیت سے ہیں اور حضور کا یہ حقیر غلام بھی اب تک جبکہ ۱۹۵۷ء شروع ہو چکا ہے بفضلہ تعالیٰ بقید حیات ہے۔ فالحمد للہ۔ نوٹ: ظہیر کبھی کا فوت ہو چکا ہے۔ عبداللطیف شاہد پبلشر کتاب ہذا

بنارس کا نیپالی مندر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ کے عہد سعادت میں ایک تبلیغی وفد جس میں حضرت مولوی محمد سرور شاہ صاحبؓ حضرت میر قاسم علی صاحبؓ حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ۔ خواجہ کمال الدین صاحب اور خاکسار شامل تھے بنارس گیا جب ہم جلسہ میں تقریریں کرنے سے فارغ ہو کر قیام گاہ پر آئے تو خواجہ صاحب نے کہا کہ یہاں پر ایک مشہور تاریخی مندر نیپالی مندر کے نام سے مشہور ہے اور لوگ دور دور سے اسے دیکھنے آتے ہیں اگر ہم بھی اسے دیکھ لیں تو معلومات میں اضافہ ہو گا اور تبلیغی اعتبار سے فائدہ اٹھایا جا سکے گا۔

چنانچہ ہم سب احباب اس مندر کو دیکھنے کے لئے گئے۔ یہ مندر ایک بہت بڑی بلڈنگ میں ہے۔ جس کے اوپر جا بجا مجسمے تراشے ہوئے ہیں۔ اوپر کرشن جی مہاراج کی مورتیاں ہیں اور نیچے آسنوں

کے نمونے دیئے گئے ہیں یعنی عورت و مرد کے سماگم کے حیا سوز مناظر۔ جب یہ مندر بنایا گیا۔ تو بیحیائی کا عجیب زمانہ تھا اور بڑے بڑے پنڈتوں اور لیڈرانِ قوم کا اندازِ فکر انسانیت اور فاسد تھا کہ ان کی اخلاقی حالت پر رونا آتا ہے۔

مندر کے چبوترے کے اوپر ایک پاسبان بیٹھا تھا۔ جو صرف مردوں کو درشن کے لئے اندر جانے کی اجازت دیتا تھا۔ عورتوں کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔ جب ہم وہاں پہنچے تو امریکہ کی ایک سیاح لیڈی اس مندر کو دیکھنے کے لئے اندر داخل ہونے لگی۔ دربان نے اس کو روکنا چاہا لیکن اس لیڈی نے کہا کہ میں سیاحت کے لئے امریکہ سے ہندوستان آئی ہوں اور نیپالی مندر کو دیکھنا میرے پروگرام میں شامل ہے۔ اس لئے مجھے روکا نہیں جا سکتا۔ اس نے پانچ روپے محافظ کی نذر کئے اور اندر جانے میں کامیاب ہو گئی۔

اخلاقی اعتبار سے ایسے حیا سوز نظارے جگن ناتھ پوری اور اڑیسہ کے دوسرے مشہور مندروں میں بھی کثرت سے نظر آتے ہیں۔ جن کو دیکھ کر اب شریف ہندو بھی شرماتے ہیں۔

الٰہ بخش صاحب ضیاء پشاوری کے متعلق رویا

الٰہ بخش صاحب ضیاء پشاوری نے قبولِ احمدیت کے بعد ابتدا میں بہت اخلاص اور عقیدت کا اظہار کیا۔ ۱۹۲۹ء میں میں نے ایک عربی قصیدہ جس کے ساڑھے تین صد اشعار تھے پشاور میں لکھا۔ الٰہ بخش صاحب نے اس قصیدہ کو طبع کرانے کے لئے اسے کاتب سے لکھوایا۔ اور حضرت مولانا محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوانحِ حیات بھی شائع کرنے کا ارادہ کیا اور سلسلہ کے بعض دیگر کام بھی اپنی مرضی کے ماتحت سرانجام دینے شروع کئے۔ ضیاء صاحب ابھی قادیان مقدس میں تھے۔ کہ خاکسار کو تبلیغی سلسلہ میں لکھنؤ جانا پڑا۔ وہاں پر میں نے ایک رات رویا میں دیکھا۔ کہ ضیا صاحب کا خوبصورت چہرہ بالکل سیاہ ہو گیا ہے۔ مجھے اس رویا سے بہت تشویش ہوئی۔ قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں اس کے دو مطلب ہو سکتے تھے۔ اول لڑکی پیدا ہونا جیسا کہ آیت اذا بشر احدھم بالانثیٰ ظل وجھہ مسوداً وھو کظیم (سورہ نحل) سے مستنبط ہوتا ہے۔ دوئم ایمانی حالت سے ارتداد اختیار کرنا۔ جیسا کہ سورۂ آلِ عمران میں اللہ فرماتا ہے فاما الذین اسودت وجوھھم اکفرتم بعد ایمانکم یعنی سیاہ چہروں کی تعبیر ایمان کے بعد کفر اختیار کرنا ہے یہ دوسری تعبیر میرے لئے تشویش کا باعث تھی۔

میں نے ضیاء صاحب کو خط لکھا۔ کہ اگر ان کے گھر امیدواری ہو تو رویا کی تعبیر لڑکی کے تولد سے پوری ہو سکتی ہے۔ لیکن دوسری صورت شدید الانذار اور خطرناک ہے جس کے لئے انکو خاص طور پر دعا۔ استغفار اور صدقہ کی طرف توجہ کرنا چاہیئے۔

اس کے کچھ عرصہ بعد ضیاء صاحب لاہور چلے گئے اپنی خوبصورت متشرّعانہ ڈاڑھی بھی منڈوادی اور بعض وسوسہ اندازوں سے متاثر ہو کر سلسلہ سے دُور ہو گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

خدا تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی آنکھیں کھولے اور جس آسمانی نور کو انہوں نے نہایت جوش اور جذبہ سے قبول کیا تھا اس کو دوبارہ قبول کرنے کی انہیں توفیق ملے۔ واللّٰہ علی کلّ شیئٍ قدیر

ایک اور رؤیا

صوفی عبدالرحیم صاحب امرتسر کے رہنے والے ایک مخلص احمدی کے لڑکے ہیں انہوں نے پہلے علوم شرقیہ کی تحصیل کی اور بعد میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی بہ سلسلۂ ملازمت عراق میں بھی رہے اور بعد میں ریلوے کے ایک بڑے عہدہ پر فائز ہوئے لاہور میں قیام کے دوران میں جب وہ سلسلہ میں داخل تھے تو میرے ساتھ بھی ان کے مراسم تھے اور بعض اوقات تصوّف کے معارف اور نکات کے متعلق ان سے باتیں کرنے کا موقعہ ملتا تھا۔

ایک دفعہ خاکسار اور حضرت سید زین العابدین ولی اللّٰہ شاہ صاحب صوفی صاحب کے گھر بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے کہا کہ ہم دونوں ان کی محکمانہ ترقی کے لئے دعا کریں۔ چنانچہ ہم نے مل کر دعا کی۔ اور حضرت شاہ صاحب اور صوفی صاحب کے فرمانے پر میں نے رات کو بھی توجہ سے دعا کی۔ رات کو مجھے رؤیا میں بتایا گیا کہ صوفی صاحب کو ترقی مل جائے گی میں نے اس کی اطلاع صُوفی صاحب کو دی بلکہ ان کے کہنے پر لکھ کر دے دی۔ اس وقت ان کی تنخواہ چار پانسو روپے ماہوار تھی بعد میں وہ ترقی کرتے ہوئے قریباً پندرہ سو روپے ماہوار تک جا پہنچے۔ لیکن افسوس ہے کہ ظاہری ترقی کے ساتھ ان کا سلسلہ سے ربط قائم نہ رہ سکا۔

۱۹۳۷ء میں میں نے صُوفی صاحب کی نسبت ایک منذر رؤیا دیکھا کہ ان کا چہرہ سیاہ ہو گیا ہے۔ نیز یہ بھی دیکھا کہ اخبار الفضل میں ان کے متعلق اخراج از جماعت کا اعلان ہوا ہے۔ میں نے بوجہ دیرینہ تعلقات محبت کے ازراہِ ہمدردی صوفی صاحب کو اطلاع دی کہ میں نے آپ کے متعلق ایک شدید منذر رؤیا دیکھی ہے۔ آپ خاص طور پر استغفار اور توبہ کریں اور اصلاح کی طرف قدم بڑھائیں

صوفی صاحب نے مجھے لکھا کہ آپ یہ بتائیں کہ وہ رؤیا کیا ہے اور کب پوری ہوگی۔ میں نے لکھا کہ آپ بجائے رؤیا کی تفصیل دریافت کرنے کے استغفار اور اصلاح کی طرف توجہ کریں رؤیا بہت منذر ہے لیکن توبہ سے اللہ تعالیٰ کی قضا ٹل سکتی ہے۔ اس کے بعد بھی صوفی صاحب رؤیا بتانے پر اصرار کرتے رہے آخر میں نے صوفی صاحب کے اصرار کی وجہ سے ان کو رؤیا سے اطلاع دے دی اور لکھا کہ اگر آپ اصلاح کی طرف توجہ نہ کریں گے تو آپ کا اخراج از جماعت ۱۹۴۰ء تک ہو جائیگا چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ اب معلوم ہوا ہے کہ صوفی صاحب جماعت احمدیہ سے بہت دور ہو چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پیرا

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے عہدِ سعادت میں حضور اقدس کے ہاں گوجر قوم کا ایک پہاڑی شخص ملازم تھا جو بہت ہی سادہ طبع تھا۔ اس کا نام پیرا تھا۔ ایک دن وہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطب میں آگیا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا۔ تمہارا کیا مذہب ہے وہ اس وقت وہاں سے چلا گیا اور کچھ دیر کے بعد ایک پوسٹ کارڈ لے آیا اور حضور کو عرض کرنے لگا کہ میرے گاؤں کے نمبردار کو یہ خط لکھ دیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ خط کس غرض کے لئے لکھنا ہے۔ کہنے لگا آپ نے جو دریافت کیا تھا۔ کہ میرا مذہب کیا ہے آپ ہمارے گاؤں کے نمبردار کو لکھ کر دریافت کرلیں اس کو معلوم ہے۔ حضرت نے یہ سُن کر تعجب فرمایا۔ کہ اس کی سادگی کس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اس کو اپنے مذہب کا علم نہیں۔

ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ نے اس کو نماز پڑھنے کی تلقین کی۔ وہ اس وقت تو خاموش رہا۔ لیکن کچھ دن کے بعد نماز پڑھنا شروع کردی جب آپ نے دریافت فرمایا کہ اب کیسے نماز شروع کردی ہے تو کہنے لگا کہ مجھے خدا کی طرف سے آواز آئی ہے کہ "اُٹھ او سُورا نماز پڑھ" بس میں نے نماز شروع کردی ہے۔ اس کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ جب وہ نماز پڑھ رہا تھا تو ایک خادمہ نے اسے آواز دی تو وہ نماز میں ہی بول اٹھا۔ کہ تھوڑی سی نماز ابھی باقی ہے پڑھ کر آتا ہوں۔

یہی وہ سادہ شخص تھا جس نے باوجود سادگی اور کم علمی کے ایک دفعہ بٹالہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو ایسا مدلّل اور دندان شکن جواب دیا کہ پھر اس کو حضرت اقدس علیہ السلام پر اس کے سامنے اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

رگِ جان کے متعلق میری رؤیا

۱۹۵۰ء میں خاکسار نے پشاور میں ایک رؤیا دیکھی۔ کہ میں قادیان میں ہوں اور وہاں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بھی بقیدِ حیات مشاغل ضروریہ میں مصروف نظر آتے ہیں حضرت اقدس نے اپنی طرف سے جلی حروف میں ایک بڑا اشتہار شائع کیا ہے جس کا عنوان

میری صداقت کا ایک عظیم الشان نشان

ہے اس اشتہار میں آپ نے نحن اقرب الیہ من حبل الورید کی تشریح فرماتے ہوئے اپنی صداقت پیش کی ہے اور تحریر فرمایا ہے کہ گو مادی اسباب کے اعتبار سے رگِ گردن انسانی حیات کی آخری کڑی ہے لیکن خالق الاسباب اور مقتدر خدا جس نے اس رگِ جان کو پیدا کیا ہے انسانی زندگی کے لئے اس سے بھی زیادہ مؤثر اور قریب ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثِ اول میں اللہ تعالےٰ نے نحن اقرب الیہ من حبل الورید کا اعجاز نما نشان دکھایا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو مکہ مکرمہ سے جو اسلام کی اجتماعی زندگی کے لئے رگِ جان کی طرح تھا ہجرت کرنا پڑی اور آپ کے دشمنوں نے خیال کیا کہ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن نعوذ باللہ نیست و نابود ہو جائیگا تو وہ قادر و قیوم خدا جو آپ کے لئے رگِ جان سے بھی زیادہ قریب تھا اس نے ایسے اسباب پیدا کئے کہ مکہ مکرمہ سے جدا ہو کر بھی حیاتِ اسلامی قوتِ نامیہ حاصل کرتی رہی۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کو اتنی طاقت حاصل ہوگئی کہ آپ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ شان سے داخل ہوئے اور کافروں اور منافقوں کا یہ وسوسہ کہ مکہ مکرمہ سے جو مسلمانوں کے لئے مرکزی مقام اور رگِ جان کی مانند ہے نکلنا مسلمانوں کے لئے تباہی کا باعث ہوگا بالکل غلط ثابت ہوا۔ اسلام کی مکہ مکرمہ سے جدا ہو کر ترقی اور عروج خدا تعالےٰ کا ایک عظیم الشان نشان تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثِ اول میں ظہور پذیر ہوا اور اس نشان سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ انسان کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہے اور رگِ جان کٹ جانے کے بعد بھی اسبابِ حیات پیدا کر سکتا ہے۔

یہی صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانیہ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ظاہر ہوگی جبکہ پیشگوئیوں کے مطابق مرکزِ احمدیت قادیان سے جو جماعت احمدیہ کی ترقی اور نمو کے لئے رگِ جان کے مشابہ تھا۔ ہجرت کرنا پڑی اور مخالفین احمدیت اور منافقین نے خیال

کیا کہ قادیان چھوڑنے کے بعد اب احمدیوں کی ترقی کی کوئی صورت نہیں۔ گویا ان کی رگِ جان کٹ گئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے جو رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہے ایسے اسباب پیدا فرمائے کہ جب قادیان سے ہجرت کے بعد حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنے عزمِ مقبلانہ سے لاہور میں ڈیرہ ڈالا تو وہاں بھی جماعت ترقی کرتی چلی گئی اور اب حضور نے اپنا نیا مرکز ربوہ تعمیر فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے جماعت دن دونی اور رات چوگنی ترقی کر رہی ہے اور لرادّک اِلیٰ معادٍ کے وعدہ کے ماتحت یہ مقدر ہے کہ خدا تعالیٰ اپنا عظیم الشان نشان قادیان کی واپسی کے متعلق دکھائے گا۔ اور اس نشان سے ایک دفعہ پھر دنیا پر ظاہر ہو جائیگا کہ خالق الاسباب خدا زندگی کے اسباب کے فقدان کے بعد نئے اسباب تخلیق کر سکتا ہے اور اس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے آیت مذکورہ بالا کی جو تشریح پوسٹر میں فرمائی اس کا مفہوم تقریباً وہی تھا جو میں نے اوپر درج کیا ہے۔ الفاظ میرے اپنے ہیں

المرءُ مع مَن اَحَبَّ

جب اوپر کا کشفی نظارہ مجھے دکھایا گیا تو میں نے رؤیا میں ہی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ ایک صحابی نے عرض کیا تھا کہ جنت میں حضور کا مقام بہت بلند اور رفیع المنزلت ہوگا لیکن ہم اپنے درجہ کے مطابق بہت پست مقام پر ہوں گے۔ پس ہمارے لئے جنت میں حضور کی صحبت سے مستفیض ہونا کیسے ممکن ہوگا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ المرءُ مع مَن اَحَبَّ یعنی انسان جس کے ساتھ محبت رکھتا ہے اسی کی معیت اس کو حاصل ہوگی یہ واقعہ عرض کر کے میں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا۔ کہ کیا آپ کے محبوں کو بھی آپ کی معیت اسی طرح حاصل ہوگی جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبّین کو حاصل ہے۔

اس پر یک دم نظارہ بدلا اور میں نے دیکھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دَور کے بجائے حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ کا دَور سامنے آگیا اور مجھے بتایا گیا کہ المرء مع من احب کی شان والے محب وہی ہوں گے جو حضور کی تحریکِ جدید میں حصہ لے رہے ہیں اور قربانی کا اعلیٰ نمونہ دکھا رہے ہیں اور اپنے اموال اور جائدادوں کو دینی اغراض کے ماتحت وقف کر رہے ہیں اگر ایسی قربانی اور اخلاص کا جذبہ جماعت کے معتدبہ حصہ میں پیدا ہو جائے تو ایک طرف تو

المرء مع من احبّ کی شان کے مستحق ہو جائیں گے اور دوسری طرف قربانی اور خلوص کے اس جذبہ کو دیکھ کر خدا تعالیٰ اپنی خاص تجلی ظاہر فرمائیگا اور فقدانِ اسباب کی یاس آلود حالت کو بدل کر نئے اسبابِ حیات پیدا کریگا اور مرکزِ احمدیت قادیان کی واپسی کی صورت پیدا ہوگی اور اپنے مخلصین اور عاشقانِ وجہ اللہ فدائیوں کی خاطر اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی قدرت نمائی فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان محبوں اور خدا کی راہ میں فنا ہونے والوں میں شامل فرمائے۔ آمین

قصیدہ لامیہ

۱۹۲۹ء میں جب خاکسار تبلیغی اغراض کے ماتحت پشاور میں مقیم تھا۔ تو میں نے ایک عربی قصیدہ لکھا جس کے ۲۶۰ اشعار تھے۔ اس قصیدہ کو لکھنے کے بعد رؤیا میں مجھے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی اور حضور نے یہ قصیدہ مجھ سے سُنا۔ اس کے بعد قادیان میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بھی اس قصیدہ کا معتدبہ حصہ سُنانے کا موقعہ ملا۔

اس قصیدہ کا ایک حصہ عربی رسالہ "البشریٰ" فلسطین میں میرے فوٹو کے ساتھ "لامیۃ الهند" کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس کے چند اشعار بطور نمونہ کے ذیل میں درج کرتا ہوں

ایا اهل ارض الثغر مسعی الجحافل — واقصی بلاد الهند اقصی المنازل

نزلت ببلدتکم "فشاور" منزلی — وارجو رجاء الخیر منکم لنازل

وجئت لایام وبعد مضیها — لیوم الرحیل ویوم مرجعی لقافل

سلام علیکم من غریب بارضکم — سلام علیکم من نزیل وراحل

وهل من انیس فی البلاد یا رلنازل — وهل من جلیس یرجبن فی المحافل

وان نزولی عندکم لبشارة — وهل فی البشارة رغبة للاماثل

وثمرت ذیلی بالوداد لخدمة — وبذلی لجهد المستطیع لقابل

ولله در شغفکم وانبسکم — بارسال من یرجی لتبشیر آمل

امام الزمان خلیفة لمسیحنا — و"محمود" وصف الحق عند الافاضل

ومثلی له الخدام تحت نظامه — وللخلق منه مبشرٌ کل فاضل

وما جئت الا امتثالا لامره — وما انا الا مثل عبد وعامل

وماجئتُ الا للبلاغ مواسیاً وتبلیغ امر الحق غیر مجادل
ومرجوّنا حرٌّ نجیب وبارعٌ ومرجوّنا سمع لحق کنا هل
وانی اقول الحق والصدق مشربی فسمع کلامی نافع عند عاقل
وان کلامی ناطق ومدلل وقوة نطقی قد علت بالدلائل
وهل عندکم قلب شهید وناظر؟ وهل عندکم سمع الرضاء لقائل
فبشری لکم قد جاء موعود ربکم مسیحاً ومهدیاً باوصاف کامل
وجاء بایات من الله مرسل واذ جاءکم لم تعرفوه کغافل
ومن کان لم یعرف امام زمانه فعند رسول الله مات کجاهل
وماجاء الا عند شدة حاجة اتی عند شدة انتظار لنازل
فما هو الا کالرجاء لامل وما هو الا کالجواب لسائل
وانزلَ غیثُ الفضلِ عند نزوله وفارت ینابیع جود و وابل
اری النفخ نفخ الصور من قوة العلی لاحیاء خلق اهلکوا بالتغافل
وفاز بفتح الباب علماً وحکمة لدو رجد ید حاز کل الفضائل
ومص علوماً ملهما ومکلما بتعلیم وحی الله عین الفواضل
وحل محل الرسل للخلق هادیاً بشیراً نذیراً مصلحاً کالمجامل
واسس بنیان الهدی بتجدد بشان عجیب قد اری شان کامل
بکلامه قد افصحت بملاحة کما بهی اللالی تلمعن والوذائل
ویصبی قلوبَ الناس حسنُ بیانه بانطاق روح القدس خُص بحاصل
ویشفی العلیل بحکمة قدسیة ویروی الغلیل من الزلال بعاجل
ریاح العدی قتالة بسموها وتریاقها فی کتبه والرسائل
عَلَت صحفه مملوة من معارف باعجاز جذب الحق فی حد کامل
وانفاسه ذات العجائب ایة کسمّ وتریاق بتاثیر عامل
لاحیاء قوم قد تجلت برحمة لافناء قوم قد ارت فعل قاتل
فما هو الا حجة الله فی الوری وما هو الا رحمة فی النوازل
دعا الخلق ماموراً بشان رسالة ونادی لبرّ کل عالی وسافل

ولاح لاهل العصر كالشمس فی الضحیٰ تجلی لآفاق بانوار کافل
وکان زمان الغی کاللیل مظلماً اری دور شمس بعد لیل وآفل
بنور الهدی قد اشرقت ارض ربنا ترائت به سبل الهدی بالشواکل
وعسکر ایات بعظمة شانها لصدق مسیح الحق فوج العوامل
جلالة رب العرش جلّت بقدسها اذا قام للتقدیس عسکر زاجل
وان نبی الله احمد قد علا بنصر من الله العزیز ونائل
بایات صدق المرسلین لصادق وتصدیق معیار لحق وباطل
ولما ادّعی اَعْلَاهُ نصر قدیرنا ومن قبل دعواه لعاش کخامل
وقد جاء فی القرآن خاب من افتریٰ ایفلح کالصدیق دعوی المخاتل
وانا "لننصر رسلنا" قول ربنا فنصر بغیر الصدق لیس لباطل
وربی لمنصورٌ مسیح محمد مجدد دین الله فی وقت آمل
فما عنده من حظکم ونصیبکم خذوه بشکر واستفیضوا بعاجل
فان تؤمنوا تستبشروا بمفازکم وان تکفروا تبّ لکم بالنوازل
وان حیاة الانبیا لنعمة فواها لکم ان تشکروها کعاقل
ویأتی لخلق الله دور حیاتهم نصیباً من الرحمٰن غبا کواهل
کذالک دور حیات احمد قد اتی وهل بعده یاتی الزمان لآمل
اضعتم بغفلتکم زماناً مبارکاً والهتکم الاهواء من حب باطل
وان مسیح الحق شمس بجلوة بطلعة موعود اتانا کنازل
وبورک للتقدیس ابناء فارس وبُورک اقوام بهم کالاماثل
فطوبی لعین قد رأت وجه احمدا وبشریٰ لعین قد تری من مماثل
فیا قومنا قوموا الی الحق توبة ومن جاء موعوداً بکل الفضائل
اقول وایم الله لیس بکاذب له من علائم صدقه کالدلائل
ولاح کمرآةٍ لوجه محمد اری شانه الاسنیٰ بوصف التماثل
وهذا امام صاحب العصر کامل وعدل وحکم من حکیم وعادل
واَعلا لواء الحمد لله عالیا واهلک کل الملل فسدت بباطل

علی رأس هذا القرن قام مجدداً — لتجدید دین الله کالبدر کامل

فان کان فی دعواه لیس بصادق — فاین الذی قد قام للدین فاصل

واین لهذا القرن من یهد یّنه — واین لهذا الدور وعدٌ لنا زل

مضی نصف هذا القرن وازداد فوقه — أأخلفَ وعداً ام عصیتم کجاهل

وآیُ الجمال مع الجلال تلألأت — لصدق المسیح وانزلت کالمساحل

قرأت علامات الزمان بوقتها — تجلت له آیات صدق لنازل

وقد کان قلب المرء احری برشده — ولکنه قد زاغ من حب باطل

واحبار قوم بالتخاصم قد غدوا — کحاطب لیل فی بیان المسائل

باخطائهم فی الاجتهاد تخالفوا — ومن بعدُ قاموا بالهویٰ التفاضل

وما عندهم الا فساد وفتنة — وما عندهم الا غوایة جاهل

وما عندهم الا جدال وزلة — وما عندهم الا طریق التغافل

یقولون بالافواه ما لیس فیهم — ویسطون بالتکفیر لا بالدلائل

ومن عندهم سب ورمی حجارة — محل الدلیل فانه عند جاهل

وان کان فیهم عالماً متبحراً — ویوجد فی الدنیا بشان الافاضل

ویحسبه حبراً فی العلم فانتاً — وعلامة فی الدهر من کل فاضل

فادعو الی المیدان کل مبارز — وادعو بصوت الحق کل مجادل

لیکتب من التنزیل معیار صادق — بتفسیر آیات بشرط التقابل

وانی لتلمیذ لذی المجد والعلیٰ — وانی بفیضان المسیح کفاضل

ومن فیض صحبته هدیت کاننی — تعلمت درس الصدق من کل کامل

علی مقولی ما قد جری من معارف — فمن بحر حکمته کقطرة وابل

وانشاد مثلی بالنبوغ کرامة — وهذا باعجاز المسیح المحامل

وجاء مسیح الخلق من عند ربنا — لیحکم بین الناس عند التناجل

ومن معضلات الدین حل رموزها — وحل عویصاً مشکلا فی المسائل

واهلك ادیان الضلالة کلها — بقوة برهان علا اهل باطل

وتاثیر دعوته حسام مشهر — بدا کالصواعق خاطفا کل نابل

واموات ازمنة لاحی بنفخة — فواها لاعجاز اراہ ککامل
وايّدَ دين الله دين محمد — واعلا هدی الاسلام عند التقابل
وروضة ملتنا لعادت ببهجة — الی نضرة ونضارة بمناهل
فهل من رفيع قد علا بجلالة — کاحمد ذی شان رفيع المنازل
اری قوة الاقلام فوق الصوارم — وما فی کلام ليس فی سيف قاتل
وقالوا الجهاد لواجب فی زماننا — نعم واجب لٰکن جهاد الدلائل
ومن كان يدعو دعوة بادلّة — فليس بمحتاج المدی للمقاتل
وثلج قلوب بالبراهين والهدی — وراحة ارواح بذوق الدلائل
ولله دين ليس فيه تجبّر — وما فيه من جبر تری بالتدخل
ومَن عنده علم وفهم وحكمة — سعی سعی اصلاح بحسن التعامل
وجاء بحربة بينات مسيحنا — لكسر صليب قد علا بالحبائل
وكسّر صلبان النصاری بحجة — ولاح جلال الصدق عند الافاضل
ففروا من الميدان خوفاً وهيبة — وكانوا بزعم فوق سحبان وائل
وان النصاری والهنود ودونهم — رَاَوا قوت الاسلام دين الفضائل
فسل كل قسّيس اتانا مناظراً — وسل كل آريٍّ دعا كالمنازل
لقدمات دوئی بعد ما قام سائلا — وكان لاعلام الصليب كحامل
فقام لدعوته مسيح محمد — فاهلك دوئی من دعا المباهل
ومن قبل هذا ليكرام الفشاوری — وكان لسب المصطفی نطق طامل
فَقَتَّلَهٗ سيف من الله فاصلا — ومن قبل انباء المسيح كفاصل
وقامت عليهم حجة الله تامة — بانواع اٰيات الهدی والدلائل
لهم ای عذر بعد اتمام حجة — وليس التقی انكارهم بالتجاهل
وَاِنَّا من الكفار فی عين حاسد — ولكن بشأن المؤمنين لعادل
وانا سمعنا السب والشتم للهدی — فكيف نخاف اللوم لوم العواذل
ومن كان لا يخشی ظباة صوارم — فانی له التهديد من عذل عاذل
ومن قام منا قام لله ناديا — فكيف له التخويف من سيف قاتل

وفی ارضکم عشاق وجه مسیحنا   ومنهم قتیل الحب فی ارض کابل

وفیکم لافراد کثیر کمثله   فهل خاف منکم احمدی لصائل

اخافوا سیوفاً او حجاراً بعشقه   وکل قتیل قد فداه کباسل

ومن قام للایذاء ظلماً بشقوة   له عبرة تکفیه فی ارض کابل

فیجزی ببر والشعیر بمثله   لیجزی بحسب البذر فعل الحاقل

وکأس شربنا فی وهاد بلذة   واخری لنا فوق اسصاد بنائل

نباهی بان الله ارسل احمدا   نباهی ببعث العبد فینا کنازل

له نعمة بدوامه ودوامها   فکل نعیم عنده غیر زائل

ولولاه لم یخلق زمان تجدد   ولا دور فلکیاته بالمحامل

له الملک ملکوت السموات والعلی   له الملک لایبلی ید ومر بنائل

وانا وجدنا نعمة بعد نعمة   اذا ما وجدنا بعث هادی مجامل

هدانا لروضات النعیم وقبله   لکنا کضال السبسب المنخاحل

سقانا من الصهباء کاساً رویةً   نعم کأس حب الله ذوقاً کواصل

وحبب ذکر الله من حب احمد   الی قلب لاهی بعد شغف التغازل

فرغنا به من حسن لیلی وعشقها   ومن ذکر محملها ونجد وراحل

ترکنا وجوهاً کان یصبی جمالها   لوجه لأصبی کل مصبی وقائل

جمال الحبیب وحسن محبوب ربنا   کفانا بشغل الحب عن کل شاغل

لنا فی هواه عجائب بلذاذة   لنا من مباهات بنیل ونائل

الی بابه العشاق یسعون بالهوی   لکأس لها قیل ادرها وناول

فیروی العطاشی من کؤوس توالیا   ویحیی قلوباً بالهدی غیر ماطل

وقد ازلفت جنات عدن لبابه   له الباب ما وصی فبشری لداخل

ویأتی زمان مثل برق لنصره   له تخضع الاعناق من غیر آجل

وان ملوک الارض یوماً لمجده   لیأتون باب الصدق وعداً لنائل

ویبغون برکته بمس ثیابه   فبشری لهم من زینة لعواطل

لاحمد مجد الحق بالمدح والثناء   له فی بلاد الله ذکر الفضائل

لبارك فيه الحق من كل بركة — فبورك اسعافا باعلى الوسائل

له عزة لا توهبن لغيره — له رفعة لا تكسبن لعامل

الا ان ارض الهند فاقت بشأنها — لعزة ذى مجد وشهرة كامل

وكالقادسية قاديان مسيحنا — وبيضتها دار الامان لداخل

لحفظ من الافات مثل سفينة — وبلدتها قد قدست للاماثل

ومهبط انوار النبيين كلهم — ومنزل قدوس بتقديس نازل

وفى هذه الدنيا من الله جنة — واثمارها قد ذللت لمحاول

ومن يسكنون بها طيور جنانها — سلامٌ سلامٌ قولهم عند واصل

ويا من توطنها وحل مهاجراً — هنيئا لعيشك من جنان الفضائل

سلامٌ على دار المسيح واهلها — سلامٌ عليها من نزيل وراحل

سلامٌ على المحمود ابن مسيحنا — امام الهدى للخلق حقا كباسل

وفينا كميٌّ فاتك وفصافص — وفى كل ميدان همام وباذل

وفى الحسن والاحسان مثل مسيحنا — وتوجه الرحمن تاج الفضائل

وللخلق حصن باذخٌ حرز دينه — لامن من الافات مأمن نازل

بشير فقمر الانبياء بنوره — شريف له شرف الملوك وعادل

ونفسى فدت وجه المسيح بحسنها — وروحى فدت احسانه والخصائل

وعينى رأت حسنا بديعا ومصبيا — واحسن منه ما رأت من مماثل

وانسى ولا انسى حبيبى وذكره — فكيف وذالك سر روحى وحاصل

سلام على حبى وعشاق وجهه — سلام على حسن وصب وواصل

ولى نغمة الورقاء فى مدح احمد — ولى فى الثناء تغردٌ كالعنادل

واوصافه من مدحنا لغنية — وعما بدا من شرح حسن الشمائل

وصلى عليه الهنا بدوامه — واخلافه بتوالد وتناسل

وانى غلامٌ للرسول واله — وانى ابو البركات من فيض كامل

وقلبى بما انشدتُ هزّ تشكراً — ونصحا كانى من كميد وجاذل

وانى لعبد مذنب ثم تائب — وربى غفور ما بدا من رذائلي

بشقوة نفسی ابتلیت بشرها | والهیت من ملهی بسوء العوامل
فاستغفر الله العظیم لما بدا | من الذنب والعصیان منی کجاهل
وارجو نجاتی من شفاعة محسنی | بفضل من الله الکریم المجامل
واسئل رب العرش فیض تعشق | ونفسی فدته کل حین کواصل
وعشقی علی موج البحار تموّجًا | لقلزم عشق لا یری حدّ ساحل
وکنت من العشاق فردًا ومنزلی | اُرانی به اقصی العلیٰ من منازل

علیٰ باب مولانا مددت ید الرجاء
فهل من کریم من عطاء لسائل

میرا شجرہ نسب (سورج بنسی)

غلام رسول ولد میاں کرم دین صاحب ولد میاں پیر بخش صاحب ولد حاجی احمد صاحب ولد محمود صاحب ولد حافظ عبد الغفور صاحب ولد حضرت میاں نور صاحب چنابیؒ ولد خلیفہ عبد الرحیم صاحب ولد حضرت شیخ حاجی احمد صاحبؒ ولد سارنگ ولد بیگ ولد گکھڑ ولد راجہ۔ ولد گگھو ولد کنور مری ولد مہاراجہ جیتوؔ ولد راجہ ویر ولد ماہنی ولد دیور ولد پانڈو ولد مولا ولد سدھ ولد نگا ولد وڈا ولد وڑائچ ولد متہ ولد تھلپال ولد نارو ولد شاہ ولد کانشی ولد ہربند ولد سورج۔ نوٹ:۔ یہ شجرہ نسب غیر مکمل ہے۔

کوئٹہ کا ہولناک زلزلہ

جب کوئٹہ میں تباہی انگیز زلزلہ آیا تو خاکسار ان دنوں حیدر آباد میں مکرم و محترم جناب نواب اکبر یار جنگ بہادر کی کوٹھی میں مقیم تھا۔ جس رات زلزلہ آیا اس کی صبح کو اس کی خبر حیدر آباد میں بھی پہنچی۔ بعد نماز فجر میں محترم نواب صاحب کی کوٹھی کے برآمدہ میں ٹہل رہا تھا کہ شہر کے ایک نواب صاحب

ک جیسا کہ حیات قدسی کے حصہ اول میں تفصیل دی جا چکی ہے ہماری قوم وڑائچ کہلاتی ہے اور سورج بنسی شاخ ہے۔ مہاراجہ جیتو کی سمادھی ابھی تک ریاست جیند میں ہے جہاں پر میلہ بھی لگتا ہے۔ جیتو نامی ایک ریلوے سٹیشن بھی بھٹنڈہ لائن پر ہے۔

کار پر آئے اور میرے مقابل پر کار روک کر اس سے باہر نکلے۔ علیک سلیک کے بعد مجھ سے دریافت کرنے لگے کہ کیا جناب نواب اکبر یار جنگ بہادر اندر تشریف رکھتے ہیں۔ آج رات کوئٹہ میں شدید زلزلہ آیا ہے جس سے بڑی تباہی آئی ہے اس کی جناب نواب صاحب کو اطلاع دینے آیا ہوں میں نے جواباً کہا کہ جناب نواب صاحب کوٹھی میں ہی تشریف رکھتے ہیں ان کو ابھی اطلاع بھجواتا ہوں ساتھ ہی میں نے کہا کہ ہمارے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اللہ تعالےٰ سے اطلاع پاکر پانچ زلزلوں کی پیشگوئی شائع فرمائی ہوئی ہے ان میں سے ایک یہ زلزلہ کوئٹہ میں حادثہ نما ہو گیا ہے

میرے منہ سے ابھی یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ وہ نواب صاحب چیں بجبیں ہو کر بڑبڑاتے ہوئے موٹر پر سوار ہو گئے اور جناب نواب اکبر یار جنگ صاحب سے بات کئے بغیر واپس چلے گئے اس وقت مجھے بہت تعجب ہوا کہ یہ صاحب تباہی خیز زلزلہ سے تو بالکل نہیں گھبرائے لیکن جب ان کو یہ بتایا گیا کہ یہ زلزلہ ایک منجانب اللہ مامور کا نشان صداقت ہے اور اس کی پیشگوئی کو پورا کرنے والا ہے تو وہ اس کو برداشت نہ کرسکے حالانکہ یہ ایک حقیقت تھی اور ان کے لئے مناسب تھا کہ کم از کم وہ مجھ سے استفسار کرکے مزید تحقیق فرمالیتے اور اگر بعد تحقیق اس بیان کو درست پاتے تو اس سے فائدہ اٹھا کر ابدی سعادت حاصل کرتے لیکن جب انسان کجروی اختیار کرتا ہے تو وہ راہِ سداد کو بالکل فراموش کر دیتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حدیثِ نزولِ ابنِ مریم

ایک دفعہ ایک علمی مجلس میں جس میں مَیں بھی موجود تھا۔ ایک غیر احمدی عالم نے بیان کیا کہ حضرت مسیح اسرائیلی علیہ السلام کا قرآن کریم کی رو سے زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر چڑھنا ثابت ہوتا ہے جب وہ اپنا مضمون تفصیل سے بیان کر چکے تو میں نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو اس تعلق میں مَیں بھی کچھ عرض کروں۔ حاضرین کی اجازت سے میں نے کہا کہ کوئی مسلمان قرآن کریم کے فیصلہ کا انکار نہیں کر سکتا۔ اگر وہ ایسا کرے تو اس کا ایمان جاتا رہتا ہے۔ جناب مولوی صاحب نے حیات مسیح کے متعلق جو کچھ بیان فرمایا ہے اس کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) حضرت مسیح علیہ السلام زندہ ہیں (۲) وہ بجسدہ العنصری زندہ ہیں (۳) آسمان پر اپنے جسم کے ساتھ چڑھے ہیں اور جسم عنصری کے ساتھ وہاں موجود ہیں اور ان سب باتوں کا ثبوت قرآن کریم سے ملتا ہے

میری صرف اتنی گذارش ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق جو کچھ مولوی صاحب نے بیان

کیا ہے اس کے متعلق قرآن کریم میں الفاظ دکھا دیئے جائیں یعنی لفظ حیّ اور بجسدہ العنصری اور رفع بجسدہ العنصری الی السّماء اگر یہ الفاظ قرآن کریم میں مل جائیں تو میں ابھی اسی مجلس میں حضرت مسیح کی حیات اور اس کے زندہ آسمان پر چڑھنے کا اقرار کرلونگا اور جناب مولوی صاحب کی صداقت بھی ثابت ہو جائیگی اور مجھے بھی قرآن کریم کے الفاظ کے مطابق ہدایت نصیب ہو جائے گی میں نے حاضرین سے پر زور الفاظ میں خطاب کیا اور کہا کہ کیا یہ طریق فیصلہ سب کو منظور ہے۔ سب حاضرین نے میری بات کی تصدیق کی اور غیر احمدی عالم سے مطالبہ کیا کہ وہ یہ الفاظ قرآن کریم میں دکھائیں ورنہ وہ احمدیوں کے عقیدہ کو درست تسلیم کریں گے

اس پر غیر احمدی مولوی صاحب نے کہا کہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم سے مذکورہ الفاظ تو نہیں دکھا سکتا لیکن جب میں نے احادیث سے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات ثابت کردی ہے تو مزید کسی ثبوت کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے عرض کیا کہ قرآن کریم خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور احادیث اسکے پاک نبی کا کلام ہے اور خدا اور اس کے رسول کا کلام آپس میں موافق ہونا چاہیئے جب قرآن کریم سے حیات کا ثبوت نہیں ملتا بلکہ برخلاف اس کے حضرت مسیحؑ کی وفات ثابت ہوتی ہے تو احادیث قرآن کریم کے مخالف کیسے ہو سکتی ہیں۔ مزید براں اگر مذکورہ بالا الفاظ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق احادیث میں پائے جاتے ہیں تو وہی پیش کر دیئے جائیں۔

یہ سُنکر غیر احمدی مولوی صاحب نے کہا کہ یہ الفاظ بعینہٖ تو احادیث میں موجود نہیں اور احمدی لوگ تاویلوں سے کام لیتے ہیں۔ ورنہ بخاری شریف میں صاف لکھا ہے کہ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم اس حدیث میں لفظ ابن مریم اور لفظ نزل موجود ہے اگر تاویل نہ کی جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم نے نزول فرمانا ہے اگر وہ آسمان پر سے نازل ہونے والے نہ ہوتے تو یہ الفاظ حدیث میں کیوں وارد ہوتے۔ ان الفاظ میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں۔ اگر احمدی لوگ تاویل نہ کریں تو بات صاف ہے۔

مَیں نے جواباً عرض کیا کہ مولوی صاحب نے اپنی طرف سے احمدیوں پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ تاویل کرتے ہیں میں ان سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا تاویل قرآن کریم کے رو سے ناجائز ہے؟ مولوی صاحب نے کہا ہاں ناجائز ہے میں نے عرض کیا کہ ہر صورت میں منع ہے یا بعض صورتوں میں جائز ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہر صورت میں منع ہے اور سب کے لئے منع ہے۔ میں نے کہا کہ قرآن کریم کی سورہ یوسف میں آتا ہے کہ جب برادرانِ یوسف اور ان کے والدین نے حضرت یوسف علیہ السلام

کی شان و شوکت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ کیا۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا
ھذا تاویل رؤیای من قبل قد جعلھا ربی حقا۔ اس آیت میں حضرت یوسفؑ نے
اپنی رؤیا کی تاویل کا ذکر کیا ہے اسی طرح آپ نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ذکر میں فرمایا ہے وَ
علمتنی من تاویل الاحادیث۔ یعنی اے خدا تو نے مجھے تاویل الاحادیث کا علم بھی سکھایا
پھر قیدخانہ میں دو قیدیوں نے جب آپ سے اپنے خواب کی تعبیر دریافت کی تو حضرت یوسف
سے انہوں نے عرض کیا کہ نبئنا بتاویلہ یعنی ہماری رویا کی تاویل سے ہمیں آگاہ فرمائیے۔

پھر سورہ آل عمران کے پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فاما الذین فی قلوبھم زیغ
فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون
فی العلم یقولون اٰمنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب۔ اس آیت سے یہ ظاہر
ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ محکمات کو نظرانداز کرکے متشابہات کے حصہ کے پیچھے پڑجاتے
ہیں محض اس لئے کہ یا تو خدا تعالیٰ کے نبی اور رسول کے مبعوث ہونے پر اس کی مخالفت کا پہلو اختیار
کریں اور یا محکمات کو ترک کرنے سے لوگوں کے لئے فتنہ کی صورت پیدا کریں جیسا کہ مسیح اور ابن مریم
کے لفظ کے ساتھ نزول کا لفظ جو بطور متشابہات کے تھا اسے محکمات کے طور پر پیش کرکے مسیح محمدی
حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کے مقابل پر علماء کھڑے ہوگئے اور مسلمان ہو کر یہودیوں
اور عیسائیوں کے مسیح کو جو موسوی سلسلہ کا مسیح تھا مسلمانوں کا موعود مسیح قرار دینے لگے اور اس طرح
دین میں فتنہ اور فساد پیدا ہوا۔ یہ علماء چونکہ "راسخون فی العلم" نہ تھے اس لئے غلط تاویلات کے مرتکب
ہوئے۔ حالانکہ صحیح تاویل کا علم محض خدا تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوتا ہے اور وہ ان لوگوں کو حاصل
ہوتا ہے جو وقت کے مامور پر ایمان لاکر دعاؤں اور تدبّر سے صراط مستقیم پر ہدایت پاتے ہیں۔

میں نے کہا کہ میری پیش کردہ آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحیح تاویل قرآن کریم کے رُو سے
جائز ہے۔ ہاں ان لوگوں کے لئے جو کجی سے تاویلات کریں ایسا کرنا جائز نہیں۔

حدیث نزولِ ابنِ مریم

اب میں حاضرین مجلس کے سامنے حدیث کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم
وامامکم منکم کے متعلق صحیح تاویل پیش کرتا ہوں۔ ہم احمدیوں پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ احمدی تاویلوں
سے کام لیتے ہیں۔ حالانکہ احمدی اگرچہ تاویل کرتے ہیں لیکن وہ صحیح تاویل کرتے ہیں مگر غیر احمدی علماء

نہ صرف یہ کہ تاویلات سے کام لیتے ہیں بلکہ بسا اوقات غلط تاویلات کرتے ہیں۔

اس مختصر سی حدیث میں ضمیر جمع مخاطب چار دفعہ استعمال ہوئی ہے یعنی (۱) انتم (۲) فیکم (۳) امامکم (۴) منکم کے الفاظ ہیں۔ میں نے غیر احمدی مولوی صاحب سے پوچھا کہ کیا یہ درست ہے؟ انہوں نے تصدیق کی۔ پھر میں نے کہا کہ اس حدیث میں جن لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتم کے الفاظ میں مخاطب فرمایا وہ کون تھے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ تھے۔ میں نے کہا یہ درست ہے اور اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے جن اصحابؓ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ ابن مریم تم میں نازل ہوگا۔ کیا ان کی زندگی میں ابن مریم ان میں نازل ہوئے۔ یا جب تک ابن مریم کا نزول نہ ہوا ان اصحاب کی زندگی کے ممتد کرنے کا اللہ تعالےٰ نے سامان فرمایا۔ اگر ایسا نہیں ہوا اور اس حدیث کے مذکورہ بالا الفاظ کی کوئی تاویل کرنے کی بھی گنجائش نہیں تو کیا اس حدیث کے صدق پر حرف نہیں آتا۔ کیونکہ اس حدیث کے مطابق صحابہؓ کی زندگیوں میں ابن مریم کا نزول ان میں نہیں ہوا۔

یہ سُنکر مولوی صاحب کہنے لگے کہ حدیث صحیح ہے اور ابن مریم کا نزول بھی درست ہے صحابہ کرامؓ کی وفات کے بعد اس حدیث کے مخاطب وہ مسلمان ہوں گے جن میں مسیح علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ صحابہ کی جگہ بعد کے زمانہ کے مسلمان مراد لینا تو تاویل ہے اور تاویل کو آپ ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اس حدیث میں چار دفعہ یعنی انتم۔ فیکم۔ امامکم اور منکم میں خطاب کی ضمیر صحابہؓ کرام کی طرف راجع تھی جس کی آپ نے چار دفعہ تاویل کر کے اس سے آئندہ زمانہ کے مسلمان مراد لئے ہیں۔ اور اس تاویل کو آپ نے اس لئے جائز قرار دیا کہ صحابہؓ کرام کی وفات کی وجہ سے ان الفاظ کو ظاہر پر محمول نہیں کیا جا سکتا اور اس طرح حدیث مجروح ٹھہرتی ہے۔

اندریں صورت اگر ہم احمدی ابن مریم کے لفظ کو ظاہر پر محمول نہ کریں اور آنے والے مسیح کو امتِ محمدیہ کا ایک فرد سمجھیں۔ کیونکہ قرآنی آیات سے اور دوسری احادیث سے حضرت مسیح ابنِ مریم کی وفات نصوصِ بیّنہ سے ثابت شدہ ہے تو اس ایک تاویل پر آپ کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے

اس موقعہ پر میں نے کسی قدر تفصیل سے وفاتِ مسیح ابن مریم کے متعلق آیات قرانی اور احادیث سے استدلال پیش کئے اور بتایا کہ جب قرآن کریم و احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح اسرائیلی فوت شدہ ہیں اور آیتِ استخلاف کے رو سے جس طرح موسوی خلفاء حضرت موسیٰ کی امت سے پیدا ہوئے اسی طرح امتِ محمدیہ کے خلفاء بھی اسی امت میں سے پیدا ہوں گے۔ اور جس طرح

قرآن کریم کی آیت استخلاف میں محمدی خلفاء کو لفظ منکم میں امت محمدیہ کے افراد قرار دیا گیا ہے اسی طرح حدیث کیف انتم الخ میں امامکم منکم کے الفاظ فرما کر محمدی مسیح کے نزول کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اس غلط فہمی کو دور کیا گیا ہے کہ آنے والا ابن مریم مسیح اسرائیلی ہوگا

پھر صحیح بخاری میں دو مسیحوں کے مختلف حلیئے اسی غرض سے بیان کئے گئے ہیں تاکہ مسیح اسرائیلی اور مسیح محمدی میں امتیاز ہو سکے۔ ماہرانِ فن انگوٹھے کی باریک لکیروں سے جو بالکل مشابہ ہوتی ہیں مختلف افراد میں امتیاز کر لیتے ہیں تو کیا دونوں مسیحوں کے رنگ اور حلیہ میں جو نمایاں فرق حدیث میں مذکور ہے اس سے کسی قسم کا اشتباہ باقی رہ سکتا ہے۔

اندریں حالات جب مولوی صاحب کو صحابہؓ کرام کی وفات کی وجہ سے حدیث کی چار جگہوں میں تاویل کرنا پڑی تو کیا ہم احمدی بالکل اسی صورت کے پیدا ہونے پر یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کی وجہ سے ابن مریم کے ایک لفظ کی صحیح تاویل نہیں کر سکتے؟

جب میں نے یہ بات وضاحت سے پیش کی تو مولوی صاحب کہنے لگے کہ ابن مریم تو کنیت ہے اور کنیت قابلِ تاویل نہیں ہوتی اور حدیث میں نزول کا لفظ بھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن مریم آسمان پر ہیں اور وہاں سے نازل ہوں گے۔ میں نے کہا کہ اول تو حضرت مسیح اسرائیلی کی وفات ثابت ہو جانے کے بعد نزول کا لفظ ان کے متعلق قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ آنے والے مسیح موعود کے متعلق ہے جو پہلے مسیح کی مماثلت میں امت محمدیہ میں آنے والا ہے۔ اور دوسرے یہ بات کہ کنیت قابلِ تاویل نہیں ہوتی۔ یہ بھی درست نہیں۔ کیا قرآن کریم میں ابن اللہ ابناء اللہ۔ ابن السبیل اور ابولہب کے الفاظ جو بطور کنیت کے استعمال ہوئے ہیں ظاہری صورت پر محمول کئے جا سکتے ہیں اور کیا ان کی تاویل نہیں کی جاتی۔ اور حدیث بخاری میں ابو سفیان اور ہرقل شہنشاہ روم کا جو مکالمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا ہوا ہے اس میں ابو سفیان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق امر امرُ ابن ابی کبشہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اور آپ کی کنیت ابن ابی کبشہ بتائی ہے اور ابن ابی کبشہ اور ابی کبشہ دونوں کنیتیں قابلِ تاویل ہیں۔

پھر حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ اُمّکم یا بنی ماء السماء۔ یعنی حضرت ہاجرہ تمہاری ماں تھی اے آسمان کے پانی کے بیٹو۔ پس عربوں کو بنی ماء السماء کی کنیت سے پکارنا ظاہری معنوں میں نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ عرب میں پانی کی قلت کی وجہ سے جہاں کہیں آسمانی پانی برستا عرب لوگ وہاں ڈیرے ڈال دیتے اور وہ پانی ان کی زندگی اور پرورش کا

باعث بنتا۔ اس لئے ان کو آسمانی پانی کے بیٹے کہا۔ خود ابو ہریرہ بھی کنیت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی اور یہ بھی تاویل کے قابل ہے

لفظ نزول جو حدیث میں وارد ہے جس کا مصدر نزول ہے اور اسی سے نزیل مشتق ہے جس کے معنے مسافر کے ہیں۔ اس تعلق میں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وانزلنا الحدید (سورہ حدید) یعنی ہم نے لوہا نازل کیا اور انزل لکم من الانعام ثمانیۃ ازواج (زمر) یعنی خدا نے تمہارے لئے آٹھ جوڑے چوپاؤں میں سے نازل کئے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انزلنا علیکم لباسا یواری سواٰتکم (اعراف) یعنی ہم نے لباس اتارا جو تمہاری شرمگاہوں کو ڈھانپتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وان من شیئی الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم۔ یعنی کوئی بھی ایسی چیز نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہیں لیکن ہم اس کو معلوم اندازے سے اتارتے ہیں اسی طرح آیت وانزل معھم الکتاب کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ کتابوں کے ساتھ نبیوں کا بھی نزول ہوتا ہے۔ کیا تمام نبی آسمان سے نازل ہوتے ہیں اور دنیا کی ہر چیز آسمان سے نازل ہوتی ہے اور پھر کیا لوہا۔ لباس اور چوپائے آسمان پر رہتے ہیں اور وہاں سے نازل ہوتے ہیں

میری ان تشریحات کو سن کر سب حاضرین نے میرے ساتھ اتفاق کیا اور غیر احمدی مولوی صاحب بالکل خاموش ہو گئے۔

جلسہ لائل پور میں تقریر

جس سال لائل پور شہر میں مسجد کے افتتاح کے سلسلہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز وہاں تشریف لے گئے تو جلسہ میں علاوہ اور مقررین کے خاکسار کی تقریر حدیث نزول مسیح کے متعلق جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی صدارت میں رکھی گئی اس تقریر میں میں نے علاوہ اور باتوں کے مذکورہ بالا امور بھی پیش کئے۔ تقریر کے بعد جناب چوہدری صاحب اور بعض دیگر حاضرین نے بہت مسرت کا اظہار فرمایا اور اس تقریر کا غیر احمدیوں پر بھی بفضلہ تعالیٰ اچھا اثر ہوا۔

میں نے جو کچھ بیان کیا تھا یہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے معارف کی خوشہ چینی اور آپ کے فیضانِ علم میں سے ایک قطرہ تھا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

تصفیۂ قلب

خاکسار نے ایک دفعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں تحریر کیا کہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کے بعد حضور کے فیضان سے مجھے غسلِ دماغ نصیب ہوا (اس واقعہ کا ذکر پہلی جلدوں میں گذر چکا ہے) اب اگر قلبی غسل اور اِنارت[^1] کا افاضہ حضور کے طفیل ہو جائے تو دماغ کے ساتھ قلب بھی منوّر ہو جائے

اس کے کچھ عرصہ بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے قادیان کی مسجد مبارک میں مجلسِ علم و عرفان میں تقریر کرتے ہوئے ہدایت فرمائی۔ کہ نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ ہر نماز کے فرضوں کے بعد بارہ دفعہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ اور بارہ دفعہ درود شریف پڑھا کریں۔ یہ ہدایت زیادہ تر ممبران خدام الاحمدیہ کو تھی۔ لیکن خاکسار نے اسی دن سے اس پر باقاعدہ عمل شروع کر دیا اور آج تک بالالتزام اس ہدایت پر عمل پیرا ہے

اس عمل سے بفضلہ تعالیٰ مجھے بہت سے فوائد حاصل ہوئے جن میں سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مجھے تصفیہ قلب اور تجلیۂ روح کے ذریعہ ایک عجیب قسم کی انارت محسوس ہونے لگی اور جس طرح آفتاب و مہتاب کی روشنی کو آنکھ محسوس کرتی ہے اسی طرح میرا قلب دعا کے وقت اکثر کبھی بجلی کے قمقمے کی طرح اور کبھی گیس لیمپ کی طرح منوّر ہو جاتا ہے اور کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرا وجود سر سے پاؤں تک باطنی طور پر نورانی ہو گیا ہے

اور جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کی توفیق ملے۔ یا صحابہؓ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام میں سے کسی مقدس وجود کی اقتدا کا موقعہ نصیب ہو اور نماز بہ قرأت جہر ہو رہی ہو تو بعض دفعہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے ہر ہر لفظ سے نور کی شعاعیں نکل نکل کر میرے قلب پر مستولی ہو رہی ہیں اور اس وقت ایک عجیب نورانی اور سرور بخش منظر محسوس ہوتا ہے فالحمد للّٰه علیٰ ذالك

ممبر سے فائدہ نہ اُٹھانے دیا ہمیں

۱۹۵۱ء کی مجلس مشاورت سے پہلے ایک موزون کلام خدا تعالیٰ کی طرف سے میری زبان پر جاری ہوا کہ "ممبر سے فائدہ نہ اٹھانے دیا ہمیں"۔ میں نے اس کلام سے

[^1]: انارت۔ باطنی نور موہبت ہونا

مکرمی میاں شمس الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ پشاور کو اور گھر کے افراد کو اطلاع دے دی۔
اس وقت تو اس کا مفہوم سمجھ میں نہ آیا لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ یہ الہام الیکشن کے متعلق تھا جو
ملک میں حکومت کی طرف سے کئے جا رہے تھے اور جس میں کئی احمدی بھی بطور امیدوار کھڑے
ہوئے تھے لیکن افسوس ہے کہ احراریوں اور دوسرے مخالفین احمدیت کی شدید مخالفت اور
مسموم پراپیگنڈا کی وجہ سے ہمارا کوئی ممبر بھی کامیاب نہ ہو سکا اور جماعت اور ملک کو جو فائدہ
احمدی ممبروں کی وجہ سے پہنچنا تھا اس سے محرومی ہو گئی۔ اس الہام میں اسی طرف اشارہ
تھا اور خدا تعالےٰ نے بعد کے حالات سے اس الہام کی تصدیق فرما دی۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے
احمدیت کے نور کو پھیلانے کے بہترین اسباب پیدا فرمائے اور مخالفین احمدیت کی آنکھیں
کھول کر ان کو اس آسمانی نور کی شناخت کی توفیق بخشے۔ آمین

مدرسہ چٹھہ میں شیعہ مجتہد العصر سے مناظرہ

مدتِ مدید کی بات ہے کہ خاکسار نے شیعہ علماء کی تفاسیر کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ جب
میں تفسیر صافی پڑھ رہا تھا تو سورہ احزاب کی آیت خاتم النبیین کے تفسیری نوٹوں کے ضمن میں یہ حدیث
درج تھی کہ اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَیَا عَلِیُّ اَنْتَ خَاتَمُ الْاَوْلِیَاءِ یعنی میں خاتم الانبیاء ہوں اور اے
علی تم خاتم اولیا ہو۔ اس حدیث سے مختلف مناظروں میں بالخصوص شیعہ حضرات کے ساتھ بحث
میں ہم نے بہت فائدہ اٹھایا چنانچہ ایک دفعہ ضلع گوجرانوالہ کے گاؤں مدرسہ چٹھہ میں میرا مناظرہ
شیعوں کے مناظر علامہ فضل الدین مجتہد العصر سے جو لکھنؤ سے خاص طور پر مناظرہ کے لئے بلائے
گئے تھے ہوا۔ موضوعِ بحث شیعوں کی طرف سے مسئلہ ختم نبوت رکھا گیا اور یہ مسئلہ شیعوں نے اس
لئے رکھا تاکہ مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کی احمدیوں کے خلاف ہمدردی حاصل کی جا سکے۔
میں نے اجراءِ نبوت کی تائید میں علاوہ اور دلائل کے تفسیر صافی سے مذکورہ بالا حدیث پیش
کی میرے پاس ایران کی مطبوعہ تفسیر موجود تھی۔ جب میں نے یہ حوالہ پیش کیا تو شیعہ مناظر صاحب
نے میری تقریر کے دوران میں ہی شور مچانا شروع کر دیا۔ اور "غلط، غلط" کہنا شروع کیا۔ میں نے
عرض کیا جناب علامہ صاحب آپ کے نزدیک کونسی بات غلط ہے اس پر شیعہ مناظر صاحب
نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق خاتم اولیا کے الفاظ نہیں بلکہ خاتم الاوصیاء کے
الفاظ ہیں۔ جب انہوں نے اصرار کے ساتھ اپنا اعتراض دہرایا تو میں نے ان پر حجت قائم کرنے کے لئے کہا

کہ اس حوالہ پر مناظرہ کا فیصلہ رکھا جائے۔ انہوں نے اور دوسرے حاضرین نے جب اس کو قبول کیا تو میں نے ایران کی مطبوعہ تفسیرِ صافی سے اصل حوالہ نکال کر پہلے اہلِ حدیث اور حنفی علماء کے پاس جا کر ان کو دکھایا اور جب انہوں نے یہ حوالہ دیکھکر کئی ہزار کے مجمع میں اس کی تصدیق کی تو میں نے یہ حوالہ جناب مجتہد العصر صاحب کو دکھایا۔ جب انہوں نے یہ حوالہ دیکھا تو ان کا چہرہ زرد پڑ گیا اور میں نے باوازِ بلند حاضرین کے سامنے اعلان کیا کہ علامہ صاحب بڑی تحدی سے یہ کہتے تھے کہ یہ حوالہ درست نہیں اور خاتم الاولیاء کے الفاظ اس حدیث میں ہرگز پائے نہیں جاتے یہ احمدیت کی صداقت کا کتنا بڑا نشان ہے کہ جس بات کو جناب مجتہد العصر صاحب ناممکن قرار دیتے تھے وہ ممکن ہو گئی اور احمدیت کے حق میں حوالہ صحیح ثابت ہو گیا۔

میرے اس اعلان سے حاضرین پر خدا تعالےٰ کے فضل سے ایسا اثر ہوا کہ اسی وقت آٹھ آدمیوں نے احمدیت قبول کرنے کا اعلان مجمع میں کیا۔ یہ اعلان سُنکر شیعہ مناظر شکستہ دل ہو کر مجلس سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اسی وقت باوجود لوگوں کے اصرار کے کہ وہ مزید ٹھہریں سواری کا انتظام کرا کے لکھنؤ کے لئے روانہ ہو گئے۔

اس سے پہلے مدرسہ چٹھہ میں صرف ایک احمدی تھا۔ اب خدا تعالےٰ کے فضل سے نو افراد کی جماعت ہو گئی۔ اس کے بعد اسی موضع میں سید ذوالفقار علی صاحب کے ساتھ میرا مناظرہ ہوا۔ جس میں ۱۲ افراد نے بیعت کی۔ اب اس گاؤں میں صرف ایک گھر شیعوں کا باقی ہے اور تقریباً سارا گاؤں احمدی ہو چکا ہے۔ مکرمی چوہدری محمد حیات صاحب وہاں کے رئیس اور مخلص اور بااثر احمدی ہیں اللہ تعالےٰ ان سب کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین

رضاءِ الٰہی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ وارضاہ نے ایک مجلس میں جس میں یہ حقیر خادم بھی حاضر تھا بیان فرمایا کہ ہمارا ایک پرانا دوست جو معززانہ پوزیشن کا مالک تھا ملاقات کے لئے ہمارے گھر پر آیا۔ ہم نے اسی وقت گھر میں چائے کا انتظام کرنے کے لئے کہا اور جب چائے تیار ہو کر آئی تو ہم نے اپنے دوست کو کہا کہ آپ کے لئے چائے تیار کروائی ہے نوش فرمائیے یہ بات سنتے ہی ہمارے وہ دوست برافروختہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ آپ نے یہ بات کہکر میری ہتک کی ہے کیا ہم نے اس سے پہلے کبھی چائے نہیں پی جو آپ خاص طور پر اس کی تیاری کا ذکر کر رہے ہیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ نے اس واقعہ کا ذکر کر کے فرمایا کہ جب انسان ایسا عاجز ہے کہ وہ دوسرے انسان کی جس کے ساتھ اس کے دیرینہ مراسم اور میل ملاقات ہے مرضی بھی سمجھ نہیں سکتا۔ اور بغیر بتلانے کے یہ جان نہیں سکتا۔ کہ وہ کیا چاہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کو جو غیب الغیب اور وراء الوریٰ ہے خود بخود کیسے معلوم کر سکتا ہے اور اس بالاہستی کی رضاء کو کیسے پاسکتا ہے پس شریعتِ حقہ کا خدا تعالےٰ کی طرف سے بذریعہ الہام نزول ضروری ہے انسان مجردِ عقل کے ذریعہ سے خدا کی رضا کو جو مذہب کی اصل غرض اور حیاتِ انسانی کا اصل مقصد ہے معلوم نہیں کر سکتا۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

فلسفی کز عقل می جوید ترا دیوانہ ہست،
دور تر ہست از خرد ہا آں رہِ پنہانِ تو
از حریم تو ازیں ناں ہیچکس آگاہ نہ شد
ہر کہ آگہ شد شد از احسانِ بے پایانِ تو

صدر انجمن احمدیہ کی ممبری

ماہ فروری ۱۹۵۷ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خاکسار حقیر خادم کو باوجود میری پیرانہ سالی اور ضعف کے ازراہِ نوازش صدر انجمن احمدیہ کا ممبر نامزد فرمایا اس تعلق میں خاکسار کے نام دو چٹھیاں موصول ہوئیں جن کی نقول درج ذیل ہیں۔

نقل چٹھی حضرت مرزا عزیز احمد صاحب ایم۔اے ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی عبدہ المسیح الموعود

مخترمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

اطلاعاً تحریر خدمت ہے کہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے آپ کو صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کا ممبر نامزد فرمایا ہے اللہ تعالےٰ آپ کو یہ اعزاز مبارک کرے۔ صدر انجمن کے اجلاسوں کی اطلاع آپ کی خدمت میں بروقت بھجوادی جایا کرے گی۔ والسلام

بخدمت محترم
حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی ربوہ

(دستخط) مرزا عزیز احمد ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ
پاکستان۔ ربوہ ۲۷ ۲/۵۷

نقل چٹھی جناب میاں غلام محمد صاحب اختر۔ ناظر اعلیٰ ثانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیمپ کراچی ۲/۵/۲۱

واجب الاحترام حضرت مولانا سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ غلام نوازی آپ کو صدر انجمن احمدیہ کا ممبر نامزد فرمایا ہے اللہ تعالیٰ یہ اعزاز آپ کو اور آپ کے خاندان کو مبارک کرے

خدا تعالیٰ آپ کی اولاد کو اپنے محترم اور واجب العزت والد کے نقش قدم پر چل کر اخلاص کا ایک غیر معمولی نمونہ پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ آپ کو بہت بہت مبارک ہو۔

میرے اور میری اولاد اور میری بیوی کے لئے بھی دعا فرماویں۔ ان دنوں میری بیوی کی صحت ٹھیک نہیں ہے۔ خاص دعا فرمائیں۔

خاکسار آپ کا خادم

(دستخط) غلام محمد اختر ناظر اعلیٰ ثانی

ایک مفید مثال

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک علمی مجلس میں گفتگو کے دوران میں یہ سوال پیدا ہوا کہ عقل انسانی کی موجودگی میں وحی والہام کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے عرض کیا کہ انسانی عقل کی مثال آنکھ کی طرح ہے انسانی آنکھ باوجود بینا ہونے کے اندھیرے میں نہیں دیکھ سکتی۔ آنکھ کا بالقوۃ بینا ہونا بغیر خارجی روشنی کے ناکافی ہے۔ پھر آنکھ خارجی روشنی کے مختلف درجات سے مختلف قسم کے انکشافات کا فائدہ حاصل کرتی ہے چنانچہ معمولی چراغ کی روشنی میں آنکھ جس حد تک دیکھتی ہے بجلی کے قمقمے کے ذریعہ اس سے زیادہ دیکھتی ہے اور چاند اور ستاروں کی روشنی میں اس پر جو انکشاف ہوتا ہے سورج جو نیر النہار ہے اس کی روشنی میں اس سے کہیں زیادہ انکشاف اس پر ہوتا ہے۔

اسی طرح دوربین اور خوردبین کے شیشہ سے آنکھ جو کچھ دیکھ سکتی ہے اس کے بغیر وہ امر

منکشف نہیں ہوتا۔ عقلِ انسانی ہی خدا تعالیٰ کی وحی اور الہامی کلام کی دوربین اور خوردبین سے جو کچھ دیکھ سکتی ہے وہ اس کے بغیر ہرگز مشاہدہ میں نہیں آتا۔ الہامی دوربین سے زمانہ ماضی اور مستقبل بعید کے واقعات بالکل قریب نظر آتے ہیں۔ اور کلام الٰہی کی خوردبین سے باریک سے باریک اسرار اور غوامض جن تک عقلِ انسانی کی رسائی نہیں ہو سکتی نظر آجاتے ہیں اس کی تصدیق کے طور پر میں نے فرعونِ موسیٰ کی لاش کے محفوظ رہنے کا انکشاف اور حضرت یوسف علیہ السلام کی فرعون مصر کے خواب کی تعبیر کا واقعہ جو قرآن کریم کی وحی میں مذکور ہے اس کا ذکر کیا نیز قرآن کریم میں جو آئندہ زمانہ کے متعلق پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں ان کا ذکر بطور مثال کے کیا۔

سیّدۃ النساء حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال

جب سیّدۃ النساء حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا۔ تو خاکسار جنازہ میں شرکت کے لئے پشاور سے ربوہ حاضر ہوا۔ اس سے قبل خاکسار نے یوم حشر کی طرح ایک نظارہ دیکھا تھا جو حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے جنازہ پر اجتماع کے مشابہ تھا۔ اس نظارہ کو دیکھ کر خاکسار شدتِ غم اور جذبات کے تلاطم کی وجہ سے ازخود رفتہ ہو گیا اور اس موقع پر دو دفعہ مجھ پر غشی کی حالت طاری ہوئی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ ترحّم خسروانہ خاکسار کی طرف خاص توجہ فرمائی۔

اس کے بعد خاکسار نے اپنے جذبات کا اظہار بطور مرثیہ کے عربی زبان میں کیا یہ عربی اشعار رسالہ البشریٰ فلسطین میں لاُمّ المؤمنین بدا ارتحال کے عنوان سے شائع ہو چکے ہیں بعض اشعار ذیل میں درج کرتا ہوں ؎

أيا يوم الرحيل ويوم حسرات — بأحزان القلوب وسيل عبرات
رأينا فيك من حشر عظيم — كأن الله نزل من السمٰوات
لأمّ المؤمنين بدا ارتحال — وقدر الله حلّ بهول مافات
فعند النعي قد فزعت قلوب — وقد فجعت نفوس عند صدمات
وبعد مسيحنا يوم الرزيئة — لرحلتها أشد من المصيبات
رأينا منظر الآفاق كالليل — وفي أبصارنا الدنيا بظلمات
رضينا بالقضاء وما لقينا — وليس لنا نقول خلاف مرضات

لعبدٍ مومن صبرٌ واجرٌ ليُرحم بالهدی من بعد صلوٰت
ونشكوا بثّنا حزنًا بدمع الی الرحمن مولانا وزفرات
وان حياة دنيانا كاسفار لاعوام وايّام وساعات
وذكر الخير يبقى بعد موت وذكر الخير كالمحيا الاموات
وامّ المؤمنين حياة قوم وخير الامهات كاهل خيرات
ونعلم شان ام المؤمنينا لها مجد وعند الله درجات
وان الله قد اثنی عليها واكرمها بانواع الكرامات
وسمّاها خديجة بوحي ونعمته لمرسله كبركات
جريُّ الله فی حلل النبيّين لها زوج واسنٰی بالرسالات
مسيح الخلق مهدی وهادی نبی الله حقا بالكمالات
رسول الله احمد ذو المكارم وموعود المهيمن بالبشارات
هو الموعود ذو قدر رفيع هو المعهود ذو مجد بآيات
له ذكر التزوّج فی حديث ويعلم من له علم بمشكوٰت
بشارة زوجة فيها باولاد فكل قد تحقق بالعلامات
لها من ربها شان عظيم لها قبل التولد من بشارات
كذالك جاء فی التنزيل ذكر ولكن بالاشارة والكنايات
ومن جرثومة السادات نسلاً وآل محمد فخر لسادات
وبنت المصطفٰی من نسل زهراء وكانت للمسيح كخير زوجات
مقدسة مطهرة تقی وبالنفس الزكية اطهر الذات
وكرمها المهيمن اصطفاء لمرسله كآيات ببركات
لها من حسن اخلاق بشان ومن أسنی المكارم بالمباهات
وللغرباء كانت مثل أمّ وللفقراء مسعفة بحاجات
ومرنسة اليتامٰی والمساكين ومشفقة عليهم بالمواسات
تعين علی النوائب والنوازل تواسی اهلها عند المهمّات
تحب الله من حب شديد وتفدی وجهه حبًّا بجذبات

وتذکرہ بتسبیح وحمد — وکان بشغفها فی کل اوقات
لها شغل لذیذ فی دعاء — لها خیر المشاغل فی العبادات
لیمضی وقتها فی الدین نصحاً — لها الطاعات او شغل المناجات
لها فی الدین سعی بعد سعی — لها فی اللہ جهد عند خدمات
مجاهدة وعابدة بشان — وصابرة بصبر کل حالات
بوقت الابتداء زمان بؤس — اذا الاقوام قامت بالمعادات
ارت صبراً بسمع کل سبّ — وتدعو للعدو دعاء خیرات
بدعوتها ونصرتها العظیمه — لقد وجدت من اللہ المرادات
واعطاها العطاء رب کریم — واغناها المهیمن بالعنایات
بشارات لها قبل التولد — وبعد مماتها تبشیر جنات
لها الاولاد فی الدنیا ونسل — لها البشرٰی وکانوا مثل آیات
وندعو اللہ یعطی ما تشاء — وفی الجنات یرفعها بدرجات

ویحفظ اللہ لها من آل احمد
وینصرهم بنصرته وبرکات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا فلسفہ

خاکسار نے ایک مضمون بعنوانِ بالا لکھا تھا۔ جو احباب کے فائدہ اور برکت کے لئے یہاں تحریر کیا جاتا ہے۔

درود شریف کی اہمیت اور عظمت اسی سے ظاہر ہے کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے نماز کا فریضہ جسے ہر ایک مسلم کے لئے طرۂ امتیاز قرار دیا گیا ہے اور جس کی ادائیگی ہر مومن کے لئے ایسی ہی ضروری قرار دی گئی ہے جیسے قیامِ زندگی کے لئے غذا اور دفعِ علالت کے لئے علاج اور دوا۔ درود شریف کو اس دائمی اور ابدی عظیم الشان عبادت کا جزو قرار دیا گیا ہے اور جس طرح نماز کے لئے قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ میں لفظ صلوٰۃ استعمال ہوا ہے اسی طرح یہی لفظ درود شریف کے لئے رکھا گیا ہے جس سے یہ امر قرینِ قیاس اور صحیح الامکان معلوم ہوتا ہے کہ نماز کا نام صلوٰۃ نماز کے اسی جزو کی بناء پر رکھا گیا ہے جیسے بعض سورِ قرآنیہ کے اسماء ان کے بعض اجزاء کے نام پر رکھ دیئے

گئے ہیں۔ علاوہ اس کے درود شریف کا نماز کے ہم اسم ہونے کی صورت میں پایا جانا اس کی اہمیت اور فضیلت کو جس اعلیٰ شان کے ساتھ ظاہر کر رہا ہے۔ وہ مخفی نہیں۔

فضیلتِ درود

درود شریف بہترین حسنات کے ذخائر اور خزائن میں سے ہے اور اس سے بڑھ کر درود شریف کا پڑھنا اور کیا موجب حسنات ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اسے اپنا اور اپنے ملائکہ کا فعل قرار دیا ہے جس سے درود شریف پڑھنے والا مومن خدا تعالیٰ اور ملائکہ کا شریک فعل ہو جاتا ہے گو یہ دوسری بات ہے کہ ہر ایک کے درود شریف کی نوعیت جداگانہ ہے۔ درود شریف چونکہ مومنوں کا وصف ہے اس لئے درود شریف علامتِ ایمان اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بھی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے تو خدا تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمت نازل فرماتا ہے یہ بشارت دراصل آیت قرآنی مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا کے ماتحت ہے کہ ایک نیکی کی جزا کم از کم دس گنا زیادہ ملتی ہے لیکن عرفان اور نیت کی وسعت سے جزا کا دائرہ اور بھی وسیع ہو جاتا ہے۔

درود شریف کا ماحصل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کا مطلب وہی ہے جو لفظ صلوٰۃ اور سلام سے ظاہر ہے صلوٰۃ کا لفظ اللہ تعالیٰ کی صفت حمید و مجید کے لحاظ سے جو درود شریف میں دعائے صلوٰۃ کی مناسبت سے لائی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حمد اور حسن ثناء اور آپ کی عظمت اور مجد کے لئے درخواست کرنے کے معنوں میں ہے۔ اولٰئک علیھم صلوات من ربھم کے ارشادِ باری میں صلوات کے معنے حسنِ ثناء بھی ہیں یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کے متعلق ثناء اور تعریف کا اظہار ہوتا ہے۔ اسی طرح آیت هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ کے ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے کہ صلوٰۃ سے مراد ایسی رحمت بھی ہے کہ جس کے ذریعہ انسانوں کو انواع و اقسام کی تاریکیوں سے نور کی طرف نکالا جاتا ہے ان معانی کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کا مفہوم اور مطلب یہ ہوگا کہ سب مومن صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کے ارشاد کی تعمیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق مخالفین اور کافرین کی مذمتوں اور غلط بیانیوں کے مقابل حسنِ ثناء اور مدح اور تعریف کی اشاعت کریں کیونکہ کافر اور مخالف لوگ اپنے برے پراپیگنڈے سے ظلمات اور تاریکی کے پردے حائل کرنا

چاہتے ہیں تا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صداقت اور آپ کی نبوّت و رسالت کی اصلی اور خوبصورت شان کو دیکھ کر لوگ مسلمان نہ ہو جائیں اس لئے اللہ تعالےٰ نے حکم دیا۔ کہ جہاں مخالف لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صداقت پر تاریکی کے پردے ڈالکر آپ کی اصل حقیقت کو چھپانا چاہیں تم مومن لوگ ان کے اعتراضات کی تردید اور ان کے غلط خیالات کا ازالہ کرتے ہوئے وہ سب تاریکی کے پردے ہٹا دو اور دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اصل حال اور حقیقی نورِ صداقت سے آگاہ کردو تا ایک طرف تمہارے اس صلوٰۃ اور سلام سے آپؐ مخالفوں کی پیدا کردہ تاریکیوں سے باہر آجائیں اور دوسری طرف محقق اور طالبانِ حق آپؐ کی اصل اور پُر حقیقت شان سے آگاہ ہوکر اس حق کو قبول کرکے نور حاصل کرلیں۔

صلوٰۃ اور سلام کی چار قسمیں

غرض مومنوں کا صلوٰۃ اور سلام چار رنگوں کا ہو سکتا ہے اوّل یہ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دشمنوں اور مخالفوں کے تاریک اور پُر مذمت پراپیگنڈا کی تردید اور اس کا کماحقہٗ ازالہ کریں اور بتائیں کہ آپؐ مذمم نہیں بلکہ محمدؐ ہیں اور آپؐ کاذب اور مفتری نہیں بلکہ خدا کے سچے نبی ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ امام مہدی کے اصحاب ہر مجلس میں مہدی کا ذکر کثرت کے ساتھ کیا کریں گے اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ مہدی کے مخالفوں کی طرف سے چونکہ جا بجا مخالفانہ ذکر ہوں گے اس لئے اصحابِ مہدی بطور ذبّ کے تردید کریں گے اور تبلیغ کی غرض سے مہدی کا ذکر بکثرت وقوع میں آئیگا

دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعلیم اور آپ کے خلقِ عظیم کے سچے وارث بن کر پاک نمونہ اور پاک اخلاق کے ساتھ دنیا کو دکھائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا وہ نمونہ نہ تھا جو مخالف اور آپؐ کے دشمن پیش کرتے ہیں بلکہ آپ کا نمونہ اور خلق وہ ہے جو مومنین کی پاک جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پاک تعلیم کو اپنے پاک نمونہ اور پاک اعمال سے ظاہر کر رہی ہے اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا جلوۂ صداقت جو مومنین کے پاک نمونہ کے ذریعہ ظہور میں آئے گا۔ مخالفوں کو تاریکیٔ شبہات سے باہر نکالیگا۔

تیسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پاک تعلیم کی اشاعت اور اسلام کی تبلیغ کیلئے دنیا کی ہر قوم کو دعوت دے کر آپؐ کے محامد اور محاسن سے انہیں آگاہ کرتے ہوئے لوگوں کے آگے سے تاریکی جہالت کے پردوں کو اٹھایا جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نورِ صداقت کا ہر وقت اور ہر جگہ جلوۂ حقیقت ظاہر کیا جائے۔

چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بکمال تضرُّع وخشوع اور بکمال ارادت وصدق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اغراض ومقاصد کی تکمیل کے لئے دعائیں کی جائیں تاکہ تاریکی کے سب پردے اٹھا دیئے جائیں اور ہر ایک انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمونہ کا مظہر ہو کر آپؐ کی قوتِ قدسیہ کا جلوہ دنیا کو دکھائے اور تا ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی وہ نسل جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک نمونہ سے منحرف ہو کر جہنمی زندگی کے اتھاہ گڑھے میں گر پڑی ہے دوبارہ آپؐ کی اتباع سے آدم کی طرح مسجودِ ملائکہ بننے کی مستحق ٹھہرے پس یہ صلوٰۃ اور سلام جو چار رنگوں کا ہے اگر مومن اس کی تعمیل کریں تو یہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انصار میں سے بنا دیتا ہے اور باوجود بُعدِ زمانی اور مکانی کے ایسا مومن جو صلوٰۃ اور سلام کے مذکورہ کوائف سے اپنا درود شریف پیش کرتا ہے لاریب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا اور کامل ناصر اور جماعتِ انصار میں اپنی خاص شان کا انصاری ہوتا ہے

درود شریف سے صفاتِ الٰہیہ کا ظہور

اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم میں ارشاد ہے وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اس سے پہلے آیا ہے سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ ان دو آیتوں کا یہ مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ کے مرسلوں کو معصوم تسلیم کرنا۔ ہر عیب اور ہر نقص سے پاک اور سلامتی کے ساتھ ماننا ہی اس بات کی دلیل اور علامت ہے کہ سب کی سب اور کامل حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس کی حمد کی یہ شان ہے کہ وہ سب عالموں کی ربوبیت کا فیضان ہر وقت نازل فرما رہا ہے اور جس کی ربوبیت کے ماتحت خدا کے مرسلوں کی بعثت ظہور میں آئی اور بالآخر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے عظیم الشان مرسل کو تمام دنیا کی قوموں اور سب عالموں کی ربوبیت کے لئے مبعوث فرمایا۔ تا خدا تعالیٰ کی حمد کے اظہار کے علاوہ دہریوں اور مشرکوں پر یہ ثابت کرے کہ تیرا رب جس نے اے رسول تجھے مبعوث فرمایا بہت بڑی عزت والا ہے اور ان سب نقائص اور عیوب سے منزہ ہے جن کو اس قدوس اور سبوح ذات کی طرف جاہل مشرک اور دہریہ لوگ منسوب کرتے ہیں۔

پس صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کے ارشاد میں صلوٰۃ کے علاوہ سلام بھیجنے کی غرض انہی معنوں میں ہے جیسا کہ اوپر بیان کر دیا گیا چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کے لئے جو الفاظ مسنونہ صلوٰۃ کے ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کی صفت حمید اور مجید کو پیش کیا گیا جس کا یہ مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ کی حمد اور مجد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرسل ہونے کی حیثیت اور آپ کی صداقت کے ظہور کے ساتھ خاص طور پر تعلق ہے۔

آنحضرتؐ کے اغراض و مقاصد

درود شریف کو جب دعا کے طور پر پڑھا جائے تو چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اغراض و مقاصد کو ملحوظ رکھ کر ان کی تکمیل کے لئے دعا کی جائے۔ آپ کے اغراض و مقاصد تین طرح پر ہیں ایک خالق کے متعلق دوسرے مخلوق کے متعلق تیسرے نفس کے متعلق۔ خالق کے متعلق آپ کا یہ مقصد ہے کہ اعلاءِ کلمۃ اللہ اور تعظیم لامر اللہ کی شان دنیا میں ظاہر ہو۔ مخلوق کے متعلق یہ کہ ہر انسان خدا تعالیٰ کی توحید کو اعتقادی اور عملی صورت میں پانے والا ہو جائے اور حق اللہ اور حق العباد کی امانت کو ادا کرنے والا اور تعظیم لامر اللہ اور شفقت علی خلق اللہ کے فرائض کی ادائیگی کے لئے کامل نمونہ ہو۔ خدا کے قرب اور وصل سے جنت کا وارث اور جہنمی زندگی سے نجات پانے والا بنے۔ ذاتی مقصد یہ ہے کہ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے مطابق آپؐ خدا تعالیٰ کے عرفان اور قرب و وصل کے مدارج میں جس قدر بھی بیش از پیش ترقی کے خواہشمند ہیں ان مدارج میں آپؐ کو ہر لمحہ ترقی حاصل ہوتی رہے چنانچہ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی میں اس امر کی بشارت دی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترقی غیر متناہی مدارج کی شان رکھتی ہے۔

صلوٰۃ نسک حیات و ممات

آیت کریمہ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صلوٰۃ کو مقام استفاضہ پر اور حیات کے بالمقابل رکھا ہے اور نُسُکِی یعنی آپ کی قربانی کو مقام افاضہ پر اور ممات کے بالمقابل پیش کیا ہے اس سے آپ کی زندگی کا اعلیٰ مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ سے استفاضہ کا لامتناہی سلسلہ علی الدّوام جاری ہے اور دوسری طرف آپ کی طرف سے خلق خدا کے لئے افاضہ کا غیر متناہی اور ابدی سلسلہ چلتا رہے اسی مقصد کو فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ کے الفاظ میں بھی پیش کیا گیا ہے یعنی فَصَلِّ سے استفاضہ کر اور وَانْحَرْ سے قربانی کا سلسلہ جاری رکھ جو تیری طرف سے خلق کے لئے افاضہ کی حیثیت میں ہے اس کے نتیجہ میں کوثر تجھے عطا ہوگا۔ یعنی ہر طرح کے انعامات اور برکات کی وہ کثرت جو غیر متناہی اور گنتی و شمار کی حدود سے باہر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربانی کو لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ اور عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ کے الفاظ میں بھی ذکر کیا ہے کہ دوسری مخلوق کے متعلق آپؐ کی ہمدردی اور شفقت تو درکنار کافروں تک کے لئے جو آپ کے جانی دشمن تھے آپؐ کی ہمدردی اور قربانی کا یہ حال تھا کہ خدا تعالیٰ جو خالقِ فطرت العالم سرّ و علن ہے شہادت دیتا

ہے کہ آپ کافروں اور دشمنوں کی ہمدردی سے اس قدر گداز ہو رہے تھے کہ اپنی جان کو بوجہ شفقت اور مجاہدات شاقہ کے ہلاکت میں ڈالے ہوئے تھے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان شفقتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور آپؐ کی محسنانہ اور کریمانہ عنایتوں اور مہربانیوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے آپؐ پر درود شریف پڑھتے وقت آپؐ کے مقاصد کی تکمیل کے لئے دعائیں کرنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کا درود

اللہ تعالےٰ اور اس کے ملائکہ کا درود مومنوں سے الگ حیثیت رکھتا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کا درود صفتِ رحمانیت کے افاضہ کے رنگ میں بلا محنت بلا کسی معاوضہ و مبادلہ کے پیش ہوتا ہے لیکن مومنوں کا درود ایک دعا اور روحانی مجاہدہ اور کوشش ہے جس کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے بطورِ معاوضہ صفتِ رحیمیت کے افاضہ کے ماتحت فیضان نازل ہوتا ہے اس طرح سے آنحضرت صلعم کو صفتِ رحمانیت اور صفتِ رحیمیت دونوں قسموں کے فیضان کا مورد بنایا جاتا ہاں یہ دوسری بات ہے کہ مومن اپنی نیت اور عرفانی وسعت سے اپنے درود میں اللہ تعالےٰ اور اس کے ملائکہ کے درود بلکہ جمیع انبیاء و مومنین کے برکاتِ دعا اور انعامات دعوات کو بھی شامل کر کے دعا کرے اور اس طرح کی دعا کے وسیع دائرہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے استفاضہ کے دائرہ کو وسعت دے اور اپنے درود میں صفتِ رحمانیت اور رحیمیت کے فیوض کو جمع کر کے جامع حیثیت میں پیش کرے۔

النبی اور آل کا لفظ

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کے ارشاد میں صرف النبی کا لفظ لایا گیا حالانکہ درود شریف میں آل کا لفظ پیش کیا گیا ہے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے النبی کی تشریح لفظِ محمد اور آلِ محمد سے فرمائی ہے اور اس لئے کہ نبوت کے لحاظ سے اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت تک کے لئے نبی تھے لیکن شخصی حیثیت سے جب آپ تریسٹھ سال کی عمر تک پہنچکر دنیا سے رحلت فرما گئے تو شخصی وجود کی عدم موجودگی میں آپ کی قائم مقامی میں آلِ محمدؐ ہی کام کر سکتی تھی اور آلِ محمدؐ سے مراد آپؐ کی اُمت کے صدیق شہید۔ صالح اور خصوصاً امت کے مجددین جو علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے مصداق ہیں اور خلفائے راشدین مہدیین ہیں اور چونکہ نبی بغیر امت کے نہیں ہو سکتا اس لئے النبی کے لفظ کے بطن میں جب امت داخل ہے تو آلِ محمدؐ جو نبی کے سچے وارث اور اس کی امانت کے سچے حامل ہیں کیوں داخل نہ ہوں اور جب النبی اپنے اغراض و مقاصد کی تکمیل

کے لئے امت کے انصار کی دعا اور درود شریف کی نصرت کا مقتضی ہے تو آلِ نبی اور آلِ محمد جو محمد رسول اللہ کے اغراض و مقاصد کی تکمیل کی غرض سے ہی حاملِ امانت کی حیثیت میں کام کرنے والے ہیں ان کو کیوں اس درود شریف میں شامل کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہو پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا النبی کے لفظ کی تشریح اور توضیح میں درود شریف میں محمد اور آلِ محمدؐ کے الفاظ کو پیش کرنا عین حکمت اور ضرورت کے اقتضاء کے ماتحت ہے اور تفسیر کے لحاظ سے نہایت ہی صحیح اور بہترین تفسیر لفظ النبی کی فرمائی گئی ہے۔

ایک سوال کا جواب

ہاں یہ امر کہ کَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ الخ کے الفاظ پڑھنے کی ضرورت کیوں اور کہاں سے پیدا کی گئی سو اس کے جواب میں یہ عرض ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ اور ساتھ ہی یہ دعا کی تھی کہ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا جیسے ہم دونوں یعنی ابراہیم اور اسمٰعیل (علیہما السلام) تیرے خادم اور دین حنیف کی اشاعت و حمایت کرنے والے ہیں اسی طرح اس دین کی خدمت اور اشاعت کے لئے ہماری ہی اولاد اور ذریت سے ایک امتِ مسلمہ بنانا اور اس میں ایک ایسا رسول بھی مبعوث فرمانا جو تیری آیات ان پر تلاوت کرے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کو اعتقادی اور عملی اور حالات کے لحاظ سے پاک کرے

یہ وہ دعا ہے جس کے اثر اور نتیجہ کے ماتحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ظہور میں آئی اور اسی کے ماتحت آپ کی امت جو امتِ مسلمہ ہے ظہور پذیر ہوئی پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا سے آپؐ کو یہ برکت ملی۔ کہ آپؐ کے برکات کا سلسلہ اور آپ کی ذریت اور اولاد کی برکات کا سلسلہ علی الدوام قیامت تک کے لئے لمبا کیا گیا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق دوسرے مقام میں بھی اس بات کا بطور برکت ذکر فرمایا۔ کہ قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ اس دعا کی رو سے جب تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت اور نسل دنیا میں رہے گی امامت اور نبوت کا انعام آپ کی صالح اولاد میں جاری رہیگا اور چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت کا سلسلہ قیامت تک قائم رہنے والا ہے۔ لہٰذا سلسلہ برکاتِ امامت و نبوت بھی قیامت تک جاری رہنے والا ہے ہاں اس انعام کی محرومی کے لئے

صرف ظالمین کو مستثنےٰ کیا ہے لیکن اس استثنا سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ ایک غیر ظالم ذریت بھی اس انعام سے ابد تک محروم رکھی جائے

ان دونوں آیات سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے اثر اور نتیجہ میں آپ کی نسل دو سلسلوں میں چلی اور دونوں کو انعامات امامت اور برکات نبوت سے مستفیض فرمایا گیا ایک سلسلہ حضرت اسحٰق علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت مسیح پر ختم ہوا اور دوسرا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے شروع ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درود شریف کے الفاظ میں ابراہیم اور آلِ ابراہیم کے صلوات اور برکات کے لئے دعائیہ الفاظ پیش کرنا اپنے لئے اور اپنی امت کے لئے انہی برکات کے سلسلہ کی غرض سے ہے۔

درود شریف کے پاک اثرات

امت کی یہ دعا جو درود شریف کے الفاظ میں پیش کی گئی ہے اور جو خدا تعالےٰ کے امر اور ارشاد کے ماتحت مانگی جاتی ہے ایک قبول شدہ دعا ہے اس کی قبولیت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشارت بھی دی گئی۔ اسی بشارت کے ماتحت آپ نے فرمایا علماءُ اُمتی کانبیاءِ بنی اسرائیل اور فرمایا یُوْشِكُ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْكُمْ ابْنُ مَرْیَمَ حَكَمًا عَدْلًا وَاِمَامًا مَهْدِیًّا یعنی میری امت کے علماء مجددین جو اسرائیلی انبیاء کی طرح مخصوص القوم اور مخصوص الزمان حیثیت سے مبعوث ہوں گے وہ اسرائیلی انبیاء کے نمونہ پر ہونگے اور یہ برکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سلسلہ نسل کے لحاظ سے اس نمونہ پر عطا ہوگی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسحاقی سلسلہ کے ذریعہ عطا کی گئی اور مسیح موعود کی برکت جو امام مہدی ہو کر آنے والے ہیں اور جن کی بعثتِ دنیا کی سب قوموں اور قیامت تک کے لئے ہوگی وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سلسلۂ نسل کے لحاظ سے اس نمونہ پر عطا ہوگی۔ جو حضرت ابراہیم کو اسمٰعیلی سلسلہ اور آنحضرتؐ کے وجودِ باجود کے ظہور سے ملی سو خدا کے فضل سے آج اس زمانہ تک امت کی دعا اور درود کے پاک اثرات ظہور میں آچکے اور ایک طرف تیرھویں صدی تک ہر صدی کے سر پر مجددین کی بعثت سے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے رو سے اسحاقی سلسلہ کی برکت کا نمونہ ظاہر ہو گیا اور دوسری طرف اس چودھویں صدی کے سر پر سیدنا حضرت مسیح موعود و امام مہدی معہود علیہ السلام کی بعثت سے وہ دوسری بات بھی ظاہر ہوگئی جو اسمٰعیلی سلسلہ کی برکت کے

نمونہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے ظہور میں آئی اور جس طرح آپ کی بعثت اسرائیلی انبیاء کے بعد ظہور میں آئی اور شان میں بھی اسرائیلی انبیاء کی برکات سے بڑھ چڑھ کر ظہور میں آئی۔ اسی طرح تیرھویں صدی تک کے مجددین جو اسرائیلی انبیاء کے نمونہ پر آئے ان سے مسیح موعود علیہ السلام بوجہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مظہر اکمل اور بروز اتم ہونے کے پہلے کے سب مجددین سے افضل شان کے ساتھ ظہور فرما ہوئے اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خاتم الانبیاء ہونے کی خصوصیت ہے اسی طرح آپ میں خاتم الاولیا ہونیکی خصوصیت پائی جاتی ہے پس آج اس زمانہ میں اہل اسلام کے لئے بے حد مسرت اور خوشی کا موقعہ ہے کہ ان کا درود شریف پڑھنا با برکت ثمرات اور مبارک نتائج کے ساتھ ظہور پذیر ہوا۔

رسول کریم کی نبوت کے برکات

اگرچہ صدیقیت شہیدیت اور صالحیت کے مدارج کے لوگ بھی امت میں پیدا ہوئے لیکن النبی کے لفظ میں جو یصلون علی النبی کے ارشاد میں ہے اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صدیقیت۔ شہیدیت۔ صالحیت اور اپنی مومنانہ شان کا جلوہ دکھلاتے ہوئے جہاں بہت سے صدیق شہید صالح اور مومن پیدا کئے۔ وہاں نبی بھی آپ کی اتباع سے آپ کی امت میں پیدا ہونے والے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آل محمد کو النبی کے لفظ میں داخل کر کے کمالات نبوت میں بھی ظلی طور پر شامل ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا۔

درود شریف اور حضرت مسیح موعود

درود شریف جس کے الفاظ نماز میں پڑھے جاتے ہیں ان پر غور کرنے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنے والے مسیح موعود محمدی ہیں نہ کہ اسرائیلی اور وہ اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دعا یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیمؑ کے برکات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آل محمد کو عطا ہوں اور چونکہ مسیح اسرائیلی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے اور اسرائیلی نبیوں میں سے ہیں اور آل ابراہیم میں سے۔ اس لئے درود شریف کی دعا سے یہ مطلب ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابراہیمؑ اور آپؑ کی آل کی طرح ایک مسیح بھی دیا جائے گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے مسیح کی طرح کا ایک اور مسیح دیا جاتا ہے نہ یہ کہ وہی پہلا مسیح آپ کو دیا جاتا ہے اگر پہلا مسیح آئے تو پھر "کما" کا حرف تشبیہہ جو پہلے مسیح کے مشبہ کو چاہتا ہے نہ کہ پہلے مسیح کے عین کو وہ اپنے مفاد کے لحاظ سے باطل ٹھہرتا ہے کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان

مغائرت کا پایا جانا ضروری ہے ورنہ تشبیہ کا فائدہ ہی کیا پس حرف کمانے اپنے معادسے یہ ظاہر کردیا کہ آنے والا مسیح موعود پہلا مسیح اور اسرائیلی مسیح نہیں بلکہ اس کا مثیل ایک دوسرا مسیح ہے جو مسیح محمدی اور امتِ محمدیہ کا ایک فرد ہے جیسا کہ حدیث اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ اور حدیث مِلّیتین اور آیت استخلاف یعنے وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ الخ کے لفظ مِنْکُمْ اور کَمَا میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت اور خلافت کے لئے جو شخص متعین ہوگا وہ امتِ محمدیہ کا فرد ہوگا۔ اس صورت میں مسیح اسرائیلی جو قرآن اور حدیث اور واقعاتِ تاریخیہ کی رو سے فوت شدہ ثابت ہیں اگر انہیں زندہ بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ نہیں بن سکتے اس لئے کہ قرآن۔ حدیث اور درود شریف کے الفاظ منکم اور کما اس امر کے لئے مانع ہیں کہ ایسا مسیح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ بنے جو آپ کی اُمت سے نہ ہو۔

مسیح موعودؑ میں شانِ محمدیت کا جلوہ

درود شریف کے الفاظ پر غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم کی سب برکات کا مورد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آلِ محمدؐ کو بنایا جانا ان معنوں میں ہے کہ آپؐ آدم سے لیکر مسیح تک سب انبیاء کے کمالات اور برکات کے مورد بنائے گئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ کشف جس میں آپؐ نے بیت المقدس میں سب انبیاء کی امامت میں نماز ادا کی اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی اتباع سے سب انبیاء کے کمالات منفرداً اور مجموعاً حاصل ہوسکتے ہیں۔

چنانچہ علماء اُمّتی کانبیاءِ بنی اِسرآئیل کے ارشاد کے رو سے آپؐ کی امت کے مجددین میں سے ہر ایک مجدد کسی نہ کسی نبی کے کمالات کا وارث ہوا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو مجددِ اعظم ہیں جری اللہ فی حلل الانبیاء کی شان کے ساتھ سب انبیاء کے کمالات کے مجموعی طور پر وارث بنائے گئے بلکہ اس لحاظ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آلِ ابراہیمؑ سے ہیں مسیح موعودؑ آلِ محمدؐ میں سے ہونے کی وجہ سے کما صلیت اور کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم کے الفاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات اور برکات کے بھی ظلی طور پر کامل وارث ہوئے۔

درود شریف کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی وحی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جو وحی درود شریف کے متعلق نازل ہوئی وہ یہ ہے صلّ علیٰ محمد واٰلِ محمد الصّلوٰۃ ھوا لمربی انی رافعک الیّ والقیتُ علیکَ محبۃً مّنی یعنی محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر درود بھیج۔ درود ہی تربیت کر کے ترقی اور کمال بخشنے والا ہے میں تجھے بلند کرونگا۔ میں اپنی طرف سے تجھے محبت کا خلعت پہناؤنگا۔ حضرت مسیح موعود نے یہ ترجمہ خود فرمایا۔ اور اس کے ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجنے سے انسان عیسےٰ بلکہ موسیٰ کا مقام پا سکتا ہے جس کا ثبوت میں تیرے وجود کو بناؤں گا (براہین احمدیہ صـ۲۳۹) پھر حقیقۃ الوحی کے صـ۱۲۸ پر فرماتے ہیں:۔

"ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ درود شریف کے پڑھنے میں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجنے میں ایک زمانہ تک مجھے بہت استغراق رہا کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں وہ بغیر وسیلہ نبی کریمؐ کے مل نہیں سکتیں جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ (اس کی طرف وسیلہ طلب کرو) تب ایک مدّت کے بعد کشفی حالت میں میں نے دیکھا کہ دو سقّے یعنی ماشکی آئے اور ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راہ سے میرے گھر میں داخل ہوئے ہیں اور ان کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں اور کہتے ہیں ھٰذَا بِمَا صَلَّیْتَ عَلٰی مُحَمَّدٍ یعنی یہ اس کی وجہ سے ہے جو تم نے محمدؐ پر درود بھیجا ہے"

درود شریف کے برکات

درود شریف پڑھنے کے بہت سے فوائد ہیں منجملہ دیگر فوائد کے ایک یہ بھی ہے کہ درود شریف کی دعا چونکہ قبول شدہ دعا ہے اس لئے اگر اپنی ذاتی دعا سے پہلے اور پیچھے اسے پڑھ لیا جائے تو یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت کے معنوں میں قبولیتِ دعا کے لئے بہت بھاری ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔

پھر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چونکہ بنی نوع انسان کی شفقت کی وجہ سے ہر ایک انسان کی زندگی کے بہترین دینی و دنیوی مقاصد کے حصول کے خواہاں ہیں اس لئے آپ ہی کے مقاصد میں اگر اپنے مقاصد کو بھی شامل کر کے درود شریف پڑھا جائے تو یہ امر بھی قبولیت دعا اور حصولِ مقاصد کے معنوں میں نہایت مفید ہے کوئی مشکل امر جو حاصل نہ ہو سکتا ہو درود

شریف پڑھنے سے اس صورت میں حاصل اور حل ہو سکتا ہے کہ درود شریف پڑھنے سے جو
دس گنا ثواب جزا کے طور پر ملتا ہے اس ثواب کو مشکل کے حل ہونے کی صورت میں جذب کیا جائے
اس طرح ضرور کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

قربِ الٰہی کا عجیب و غریب ذریعہ

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کو معراج بھی قرار دیا ہے اور درود شریف نماز
کا جزو ہے اس لئے درود شریف معراج کے معنوں میں قربِ الٰہی اور وصلِ الٰہی کے منازل تک پہنچانے
کے لئے عجیب ذریعہ ہے۔ چنانچہ بعض روایات میں پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
شب معراج خدا تعالےٰ کے قرب اور وصل کے لحاظ سے اس مقام اور مرتبہ پر پہنچے جہاں کے
لئے فرمایا کہ لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ نَبِیٌّ مُرْسَلٌ وَّلَا مَلَکٌ مُقَرَّبٌ یعنے خدا کی
معیت اور حالتِ وصول کے لحاظ سے مجھے وہ وقت بھی میسر آجاتا ہے کہ میں قرب اور وصلِ الٰہی
کے اس بلند تر اور قریب تر مرتبہ پر ہوتا ہوں جہاں نہ کوئی نبی مرسل پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی کسی مَلکِ
مقرب کی رسائی ہے بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالےٰ کے حضور
پہنچے تو آپ نے فرمایا اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ کہ ہر قسم کی قولی اور بدنی اور مالی قربانی
خدا ہی کے لئے ہے اس کے جواب میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ فرمایا گیا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا
النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ گویا سلام رحمت اور برکات ہر سہ امور خدا تعالیٰ کی طرف
سے پیش کئے گئے۔

اب ان الفاظ کے پڑھنے کا موقعہ نماز میں قعدہ اور تشہد ہے۔ تشہد سے مرتبہ شہود کی
طرف بھی اشارہ ہے کہ ہر ایک مومن نماز کے ذریعہ جو معراج المومنین ہے تشہد کی آخری منزل
میں قرب اور وصلِ الٰہی کے مرتبہ کو حاصل کرنے والا ہے چنانچہ مومن کا التحیات للہ والصلوات
والطیبات کے الفاظ کو خدا کے حضور پیش کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظلیت میں آپکی
مظہریت اور فنافی الرسول کے مرتبہ کو حاصل کرنا ہے۔ کیونکہ یہ مرتبہ اصالۃً اور حقیقۃً آپ کا ہے
اور اس پر جو شخص بھی فائز ہوگا ظلی اور بروزی طور پر ہی ہوگا اور جب مومن اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ
اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور
پیش کرتا ہے تو اس وقت یہ فنا فی اللہ کی حیثیت میں خدا تعالیٰ کی ظلیت کی چادر پہن کر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا ہے۔

پس درود شریف ان معنوں کے لحاظ سے نماز کی اس حقیقت پر بہترین دلالت ہے جو معراج کے معنوں پر اشتمال رکھتی ہے کیونکہ درود شریف سے فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ اور اللہ اور رسول کی ظلیت کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے وھو المراد رزقنا اللہ ھٰذا المرام

اسی طرح وہ سب مومن جو نماز کے معراج کی برکات سے متمتع ہوتے ہیں وہ سب کے سب آلِ محمدؐ میں داخل ہیں چنانچہ خدا تعالےٰ کے سلام میں جو بالفاظ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے پیش ہؤا۔ آپؐ نے اسے اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس کے ساتھ ہی اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ فرما کر اس سلام میں اپنی آل کو بھی جو عباد اللہ الصّالحین ہیں شامل فرمالیا اور جیسے یصلّون علی النبی کے ارشاد میں النبی کے لفظ کے نیچے محمد اور آلِ محمد کو پیش کیا اسی طرح اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ کے فقرہ میں لفظ نبی کے نیچے اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ فرما کر عَلَيْنَا کی ضمیر جمع متکلم جو مجرور واقع ہوتی ہے اس سے عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ کی شمولیت کی وضاحت فرمادی کہ النبی اپنے سلسلہ نبوت کے امتداد کے لئے عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ کے وجود کا بالضرور متقضی ہے تا نبی کی شخصی زندگی کے خاتمہ کے بعد آل نبی اور عباد اللہ الصالحین اس کی تعلیم اور امانتِ نبوت کے حامل پائے جائیں سو جس طرح اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ الخ کے فقرہ کے بعد اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ فرما کر نبی کے ساتھ عباد اللہ الصالحین کا الحاق فرمایا اسی طرح اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ اور اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ الخ میں وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ کے الحاق کو پیش کیا اور سلام کے الفاظ میں جنہیں عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ کے وصف سے نامزد کیا۔ انہیں صلوٰۃ والی عبارت میں آل محمد کے لفظ سے تعبیر کردیا۔ اس وضاحت اور الحاق سے آپ کی امید افزا بشارت نے بتادیا کہ جو کمالات قرب الٰہی اور وصل الٰہی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہیں وہ سب کے سب ظلّی طور پر آپ کی آل کو وراثتاً عطا ہوسکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ الصّلوٰۃ معراج النبی نہیں فرمایا بلکہ الصّلوٰۃ معراج المومن فرمایا۔ کہ اس معراج میں ہر ایک مومن اپنے نبی کی اقتدا میں ظلّی طور پر حصہ دار ہے۔

ایّها النّبیّ کے خطاب میں ایک خاص نکتہ

یہ بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو فوت ہوچکے ہیں اور حاضر نہیں پھر آپؐ کو التحیات میں بیٹھ کر ایہا النبی کے صیغہ مخاطب سے پکارنا کس وجہ سے ہے؟ اس کے متعلق

عرض ہے کہ یہ خطاب شخصی حیثیت سے نہیں کیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یا محمد نہیں کہا جاتا اور جہاں درود شریف میں محمدؐ کا لفظ لایا گیا ہے وہاں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کے الفاظ سے خطاب خدا تعالیٰ سے کیا ہے اور محمد اور آلِ محمد کو صیغہ غائب کی حیثیت میں پیش کیا ہے ایہا النبی کے صیغہ خطاب کو لانے سے یہ مدعا ہے کہ مومن نماز کے آخری نتیجہ میں اور اس کے آخری حصہ میں روحانیت کے اس بلند تر مقام کو جس کے حصول کے لئے نماز کو معراج بنایا گیا ہے حاصل کر کے صرف شخصی حیثیت کے محمدؐ کو نہیں بلکہ محمدؐ بشانِ نبوت کو اپنی طلبت کے مرتبہ پر مشاہدہ کرے اور انوارِ نبوت کو مشاہدہ کرتے ہوئے النبی کو پردہ غائب میں نہیں بلکہ مرتبہ شہود میں انکشافِ سرِّ حقیقت و حقیقتِ سرِّ نبوت مُنہ سے یہ کہے کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ پس یہ خطاب اور صیغہ مخاطب صرف قال کے لحاظ سے نہیں بلکہ حال کے لحاظ سے بھی ہے۔ خدا تعالیٰ ہر مومن کو یہ مرتبہ عطا کرے۔

قرآن کریم کی اعجازی شان

علماءِ اسلام فیج اعوج کے اثرات کے تحت قرآنی حقائق و معارف سے بیگانہ ہو چکے تھے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کی ترتیب۔ ربط دعاوی اور دلائل کے متعلق اہلِ اسلام کو نیا علمِ کلام دیا چنانچہ ۱۸۹۳ء میں جوامرت سر کے مقام پر عیسائیوں کے ساتھ آپ کا مشہور مناظرہ پندرہ دن تک ہوا اور "جنگِ مقدس" کے نام سے شائع شدہ ہے اس میں آپ نے یہ عظیم الشان بات پیش کی کہ سچے مذہب کے پیروؤں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جو امر بھی پیش کریں اُس کے متعلق دعویٰ اور اس کے اثبات میں دلائل اپنی الہامی کتاب سے پیش کریں یہ بات درست نہیں کہ کسی مذہب کا نمائندہ اس مذہب کی طرف ایسا دعویٰ منسوب کرے جو اس مذہب کی الہامی کتاب میں نہ پایا جاتا ہو اور نہ اس کے اثبات میں دلائل الہامی کتاب میں موجود ہوں۔ جب حضور نے یہ نکتہ الہامی کتاب کے کامل ہونے کے متعلق پیش فرمایا تو حاضرین حیران ہو گئے۔ حضرت علامہ مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ نکتہ سُنا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت اقدس علیہ السلام نے یہ نکتہ پیش کر کے ہمیشہ کے لئے قرآن کریم کی بائبل کے مقابل پر جیت ثابت کر دی ہے یہ وہ عظیم الشان نکتہ تھا جس کی حضرت اقدس علیہ السلام کو ہی مخالفینِ اسلام کے مقابل پر پیش کرنے کی بفضلہ تعالیٰ توفیق ملی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

واؤ ترتیب

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے ابتدائی دَور میں جب کہ حیاتِ مسیح کے عقیدہ کے متعلق عام مسلمانوں میں بہت جوش وخروش تھا اور علماء کی طرف سے وفاتِ مسیح کا عقیدہ رکھنے کی بناء پر احمدیوں کے خلاف کفر کے فتوے لگائے جارہے تھے حضرت علامہ مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ لاہور تشریف لے گئے بعض معززین نے آپ کی لاہور میں آمد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مشہور عالم مفتی غلام مرتضیٰ صاحب آف میانی ضلع شاہپور سے آپ کا مناظرہ حیات و وفاتِ مسیح کے متعلق کرایا۔ وفاتِ مسیح کے ثبوت میں حضرت مولانا نورالدین صاحب رضؓ نے یَا عِیْسٰی اِنِّی مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ الخ والی آیت کو پیش کیا اور حرف واؤ کو واؤِ ترتیب قرار دیکر فرمایا کہ توفی کا وعدہ نمبر اول پر ہے اور رفع کا نمبر دوم پر۔ اس صورت میں ضروری ہے کہ وعدہ کے مطابق مسیح علیہ السلام کی وفات پہلے ہو اور ان کا رفع اس کے بعد وقوع میں آئے اور وفات کے بعد جسمانی رفع نہیں ہوتا۔ بلکہ روحانی رفع ہوتا ہے اور یہ بات تو مسلمان مانتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کا رفع ہوچکا۔ پس ان کی وفات جو رفع سے پہلے ہونی تھی۔ لازماً رفع سے پہلے وقوع میں آچکی ہے۔

مفتی صاحب نے جواباً کہا کہ میرے نزدیک اس آیت میں حرف واؤ جمع کے لئے استعمال ہوا ہے نہ کہ ترتیب کے لئے اگر حرف واؤ ترتیب کے لئے استعمال ہوتا ہے تو اس کا ثبوت پیش کیا جائے اس پر حضرت مولانا صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حرف واؤ ترتیب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر صحابہ کرام رضؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ صفا اور مروہ پہاڑیوں کے درمیان جو سعی کا حکم ہے یہ سعی صفا سے شروع کی جائے یا مروہ سے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِبْدَءُوْا بِمَا بَدَءَ اللّٰہُ یعنی سعی کا عمل اسی ترتیب سے شروع کیا جائے جس ترتیب سے اللہ تعالیٰ نے ان کا نام رکھا ہے کیونکہ صفا کا نام پہلے ہے اس لئے اسی مقام سے ابتدا کی جائے اور مروہ کو بعد میں رکھا جائے۔ حضرت حکیم الامۃ نے فرمایا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ حرف واؤ ترتیب کا فائدہ بھی دیتا ہے۔ یہ سنکر مفتی صاحب خاموش ہوگئے۔

آسیب زدگان کے متعلق بعض واقعات

آئندہ صفحات میں بعض واقعات آسیب زدہ مریضوں کے متعلق شائع کئے جاتے ہیں ان واقعات کے متعلق سیّدی حضرت مرزا بشیر احمدؐ صاحب مدظلہ العالی کی موقر رائے جو آں محترم نے خاکسار کے نام تحریر فرمائی ہے۔ شکریہ کے ساتھ درج کی جاتی ہے

(برکات احمد راجیکی مرتب)

حضرت مخدومی المکرم میاں صاحب مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں :۔

"حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے موضع سعد اللہ پور ضلع گجرات، اور موضع راجیکی ضلع گجرات کا ایک ایک واقعہ اور لاہور شہر کے دو واقعات لکھے ہیں جن میں ان کی دعا اور روحانی توجہ کے ذریعہ آسیب زدہ لوگوں کو شفا حاصل ہوئی جہاں تک کسی کے آسیب زدہ ہونے کا سوال ہے میرا نظریہ یہ ہے کہ یہ ایک قسم کی ہسٹیریا کی بیماری ہے۔ جس میں بیمار شخص اپنے غیر شعوری یعنی سب کانشس خیال کے تحت اپنے آپ کو بیمار یا کسی غیر مرئی روح سے متاثر خیال کرتا ہے اور اس تاثر میں اس شخص کی سابقہ زندگی کے حالات اور اس کی خواہشات اور اس کے خطرات غیر شعوری طور پر اثر انداز ہوتے ہیں یہ بھی ایک قسم کی بیماری ہے۔ مگر یہ احساسِ بیماری ہے حقیقی بیماری نہیں۔ اسلام ملائکہ اور جنات کے وجود کا تو قائل ہے اور قرآن کریم میں اس کا ذکر موجود ہے اور یہ بھی درست ہے کہ اللہ تعالےٰ کے فرشتے خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت نظام عالم کو چلاتے اور لوگوں کے دلوں میں نیکی کی تحریک کرتے اور بدیوں کے خلاف احساس پیدا کراتے ہیں لیکن یہ درست نہیں اور نہ اس کا کوئی شرعی ثبوت ملتا ہے کہ جنات لوگوں کو چمٹ چمٹ کر اور ان کے دل و دماغ پر سوار ہو کر لوگوں سے مختلف قسم کی حرکات کرواتے ہیں۔ یہ نظریہ اسلام کی تعلیم اور انسان کی آزادیٔ ضمیر کے سراسر خلاف ہے۔ اس کے علاوہ اسلام نے جنات کا مفہوم ایسا وسیع بیان کیا ہے کہ اس میں بعض خاص مخفی ارواح کے علاوہ نظر نہ آنے والے حشرات اور جراثیم بھی شامل ہیں چنانچہ حدیث میں جو یہ آتا ہے کہ اپنے کھانے پینے کے برتنوں کو ڈھانپ کر رکھو ورنہ ان میں جنات داخل ہو جائیں گے۔ اس سے یہی مراد ہے کہ بیماریوں کے جراثیم سے اپنی

خورد و نوش کی چیزوں کو محفوظ رکھو۔

بہرحال جنات کا وجود تو ثابت ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے نظام میں حقیقت تو ضرور ہے۔ مگر کھیل نہیں۔ اس لئے میں اس بات کو نہیں مانتا خواہ اس کے خلاف بظاہر غلط فہمی پیدا کرنے والی اور دھوکا دینے والی باتیں موجود ہوں کہ کوئی جنات ایسے بھی ہیں جو انسانوں کو اپنے کھیل تماشے کا نشانہ بناتے ہیں لہذا میرے نزدیک جو چیز آسیب کہلاتی ہے وہ ہسٹیریا کی بیماری ہے۔ اور جو چیز آسیب کے تعلق میں معمول کہلاتی ہے وہ خود نام نہاد آسیب زدہ شخص کا اپنے ہی وجود کا دوسرا پہلو ہے جو غیر شعوری طور پر آسیب زدہ شخص کی زبان سے بول رہا ہوتا ہے اور چونکہ آسیب زدہ شخص لازماً کمزور دل کا مالک ہوتا ہے۔ اس لئے جب کوئی زیادہ مضبوط دل کا انسان یا زیادہ روحانی اس پر اپنی توجہ ڈالتا ہے تو وہ اپنی قلبی اور دماغی یا روحانی طاقت کے ذریعہ آسیب کے طلسم کو توڑ دیتا ہے۔ مادی لوگ تو محض قلبی توجہ سے یہ تغیر پیدا کرتے ہیں لیکن روحانی لوگوں کے عمل میں روح کی توجہ اور دعا کا اثر بھی شامل ہوتا ہے اور توجہ کا علم بہرحال برحق ہے۔

پس جب حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے سعد اللہ پور۔ راجیکی اور لاہور والے واقعات میں اپنی روحانی توجہ اور دعا کا اثر ڈالا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس اثر کا نتیجہ پیدا کر دیا اور آسیب زدہ شخص اپنے نام نہاد آسیب سے آزاد ہو گیا۔ باقی رہا سعد اللہ پور کے واقعہ میں برتنوں کا ٹوٹنا اور لاہور کے واقعہ میں انگوٹھی کا غائب ہو کر پھر حاصل ہو جانا۔ تو اوّل تو یہ ثابت ہے کہ علمِ توجہ کے ماہرین بعض اوقات ایسی طاقت پیدا کر لیتے ہیں کہ بے جان چیزوں پر بھی وقتی طور پر ان کی توجہ کا اثر ہو جاتا ہے مثلاً ایسی مثالیں سننے میں آئی ہیں کہ ایک جلتی ہوئی موم بتی پر توجہ کی گئی تو وہ بجھ گئی یا کسی بند دروازے کی کنڈی توجہ کے نتیجہ میں خود بخود کھل گئی۔ غالباً سعد اللہ پور والے واقعہ میں آسیب زدہ لڑکی نے اپنے دل میں آسیب دور ہونے کی یہ علامت رکھی ہوگی کہ کمرے کے اندر رکھے ہوئے برتن گر جائیں اور حضرت مولوی صاحب کی قلبی اور روحانی توجہ اور دعا سے یہ علامت پوری ہو گئی۔ اس طرح لاہور والے واقعہ میں آسیب زدہ لڑکی کے دل میں اپنی

انگوٹھی کا خیال آیا ہو گا اور اس نے اپنے خیال میں یہ علامت مقرر کر لی ہو گی کہ انگوٹھی کھوئی جائے اور پھر مل جائے یہ بھی بعید از قیاس نہیں کہ چونکہ آسیب زدہ شخص نیم بیہوشی کی حالت میں ہوتا ہے اس لئے اس نے خود ہی انگوٹھی کسی خاص جگہ چھپا دی ہو اور پھر وہاں سے وہ انگوٹھی برآمد ہو گئی ہو۔ بہر حال ان باتوں میں کوئی اچنبھا چیز نہیں ہے اور نہ کوئی بات عقل کے خلاف ہے۔ بلکہ سوچنے سے معقول تشریح کا راستہ کھل سکتا ہے۔

اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر بعض اوقات غیر روحانی لوگ بھی علم توجہ میں کمال پیدا کر لیتے ہیں تو پھر انبیاء اور اولیاء کے معجزات اور کرامات کا کیا امتیاز باقی رہا۔ سو اس کے متعلق اچھی طرح یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ امتیاز بہر صورت نمایاں طور پر قائم رہتا ہے اور ہمیشہ سے قائم رہا ہے اور ہمیشہ قائم رہیگا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابل پر توجہ کرنے والے نام نہاد ساحروں نے اپنی رسیوں اور جالوں میں اپنی توجہ کے ذریعہ ایک حرکت پیدا کر دی اور بظاہر یہ توجہ اپنے اندر ایک کمال کا رنگ رکھتی تھی مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصاء کے سامنے اس سحر کا تار و پود آن واحد میں تباہ و برباد ہو کر رہ گیا۔ پس امتیاز اقتدار میں ہے یعنی بالمقابل کھڑے ہونے پر ہمیشہ خدا کے برگزیدہ لوگوں کو غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کا واقعہ ہے کہ ایک ہندو گجرات سے قادیان آیا وہ علم توجہ کا بڑا ماہر تھا اور اس نے اپنے دوستوں سے کہا کہ میں مرزا صاحب کے پاس جاتا ہوں اور توجہ کے زور سے ان سے ایسی حرکات کراؤنگا کہ ان کا سارا روحانی اثر مٹ جائے لیکن جب وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے آکر بیٹھا اور آپ پر توجہ ڈالنے کی کوشش کی تو چیخ مار کر بھاگ اٹھا۔ اور پوچھنے پر بتایا کہ جب میں نے مرزا صاحب پر توجہ ڈالی تو میں نے یوں محسوس کیا کہ میرے سامنے ایک ہیبت ناک اور زبردست شیر کھڑا ہے اور مجھے ہلاک کرنے کے لئے مجھ پر کود کر آرہا ہے اس دہشت سے میں چیخ مار کر بھاگ آیا پس یہی وہ اقتدار ہے جو امتیاز پیدا کرتا ہے ورنہ توجہ کا علم ایسا ہے کہ اس میں مادی اور روحانی ہر دو قسم کے لوگ مہارت پیدا کر سکتے ہیں۔

بہر حال حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کے قدیم اور مخلص اور بزرگ صحابی ہیں۔ ان کی توجہ اور دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے نام نہاد آسیب زدہ لوگوں کے آسیب کو توڑ دیا اور انہیں شفا دے دی۔ اور آسیب زدہ لوگوں کے دل کی تسلی اور پختگی کے لئے بعض صورتوں میں اس طلسم کے ٹوٹنے کی ایک ظاہری علامت بھی قائم کر دی۔ واللہ اعلم بالصواب ولا علم لنا الا ما علمنا اللہ العظیم۔ والسلام"

خاکسار مرزا بشیر احمد۔ ربوہ - ۵۵-۸-۲

موضع سعد اللہ پور کا واقعہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک میں ایک دفعہ موضع سعد اللہ پور میں ایک نوجوان لڑکی کو آسیب جسے جن چڑھنا بھی کہتے ہیں اس کا شدید دورہ ہوا اور اس کے رشتہ داروں نے دور دور کے پیروں فقیروں اور عاملوں کو اس کے علاج کے لئے بلایا۔ مگر ان عاملوں نے جب اس لڑکی کا علاج شروع کیا تو اس لڑکی نے ان کو گالیاں دیں اور اینٹیں بھی ماریں اس کے بعد مکرم مولوی غوث محمد صاحب احمدی رضی اللہ عنہ جو اس گاؤں کے باشندہ تھے اور کچھ اس قسم کے عملیات کا تجربہ بھی رکھتے تھے بھی اس لڑکی کے علاج کے لئے بلائے گئے مگر ان کے ساتھ بھی لڑکی نے پہلے عاملوں جیسا سلوک کیا۔ آخر مولوی غوث محمد صاحب نے ایک آدمی کو رقعہ دے کر گھوڑے پر میری طرف دوڑایا اور پیغام بھیجا کہ جتنی جلدی ہو سکے آپ موضع سعد اللہ پور پہنچیں۔ چنانچہ میں اسی وقت موضع مذکور میں پہنچا اور مولوی غوث محمد صاحب سے مل کر کیفیت دریافت کی۔ انہوں نے اس لڑکی کی ساری سرگذشت سنائی اور مجھے اپنے ساتھ اس لڑکی والے مکان کی طرف لے گئے۔ میں جب وہاں پہنچا تو اس حویلی کے آس پاس کے کوٹھوں پر مخلوق کا اژدحام پایا جو اس حویلی کے اندر اس آسیب زدہ لڑکی کا نظارہ کر رہے تھے۔ خدا کی حکمت ہے کہ جب میں اس لڑکی والی حویلی میں داخل ہوا تو اسی وقت وہ لڑکی میرے لئے صحن میں چارپائی لے آئی اور بچھا دی۔ چنانچہ میں اس چارپائی پر بیٹھ گیا اور اس معمول کو حکم دیا کہ تم اس لڑکی کو چھوڑ کر چلے جاؤ۔ اس معمول نے کہا کہ آپ ہمارے بزرگ اور پیشوا ہیں اس لئے آپ کا حکم سر آنکھوں پر مگر میں جاتے ہوئے اس مکان کے چھت کی تھمبی (ستون) گرا جاؤنگا۔ میں نے کہا یہ بات تو ٹھیک نہیں اس سے ان گھر والوں کا بہت

نقصان ہوگا۔ یہ سُن کر اس نے کہا تو اچھا پھر میں سامنے طاقچے پر رکھے ہوئے برتنوں کی تین قطاریں گرا دونگا۔ میں نے سمجھا کہ اس میں چنداں مضائقہ نہیں چنانچہ جب وہ لڑکی میرے پاس صحن میں بیٹھی تھی تو جونہی اس معمول نے مجھے سلام کہا فوراً مٹی کے برتنوں کی تین قطاریں اس کمرہ میں جو ہم سے فاصلہ پر تھا جس میں تقریباً سات سات آٹھ آٹھ برتن نیچے اوپر رکھے ہوئے تھے دھڑام سے نیچے گریں اور اسی وقت اس مریضہ نے کلمہ پڑھا اور ہوش میں آ گئی۔ میرے لئے حضرت اقدس علیہ السلام کی یہ برکات روحانیہ بھی سلسلہ تبلیغ میں بہت ہی مفید ثابت ہوئیں اور اس کے بعد اس علاقہ میں میرے لئے تبلیغ سلسلہ کا میدان بہت ہموار ہو گیا۔ الحمد للہ تعالیٰ

موضع راجیکی کا ایک واقعہ

ایسا ہی موضع راجیکی میں میرے فارسی کے استاد میاں محمد صاحب کشمیری کے منجھلے بھائی میاں امام دین کی لڑکی کو بھی شدید دورہ پڑا۔ مگر میاں امام دین چونکہ احمدیت کی وجہ سے میرا بدترین دشمن تھا اس لئے میرے پاس نہ آیا۔ اور میرے چچا زاد بھائی حافظ غلام حسین صاحب جو اس علاقہ میں عامل اور ولی مشہور تھے ان کے پاس گیا انہوں نے حسبِ معمول بعض تعویذات دیئے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اس لڑکی کے گھر والوں اور گاؤں کے اکثر لوگوں نے جب اس کی ناگفتہ بہ حالت دیکھی تو میاں امام الدین کو مجبور کیا کہ وہ میرے پاس آکر اپنی لڑکی کے علاج کے متعلق درخواست کرے لیکن میاں امام دین نے کہا کہ خواہ میری لڑکی مر جائے میں اس کافر سے کبھی استمداد نہیں کرونگا خدا تعالیٰ کی حکمت ہے کہ اس لڑکی کی حالت اور بھی خراب ہو گئی اور اس پر ایسی دیوانگی طاری ہوئی کہ پانچ پانچ چھ چھ آدمیوں کو اس نے جھٹک کر بھاگنا شروع کر دیا۔ گاؤں والوں نے جب یہ حالت دیکھی تو انہوں نے میاں امام دین مذکور کو بُرا بھلا کہتے ہوئے غیرت دلائی اور سمجھایا کہ اگر تم اپنی عزت اور لڑکی کی خیریت چاہتے ہو تو ابھی "مرزائی میاں صاحب" کے پاس جاؤ اور ان کی منت زاری کرو۔ وہ ضرور مان جائیں گے اور ان کے منانے کا یہی طریقہ ہے کہ تم ان کے پاس جاتے ہی مرزا صاحب کی تعریف شروع کر دو اور پھر ایک دو گھنٹہ کے لئے ان کی تبلیغی باتیں بھی سن لو اس طرح سے وہ ضرور راضی ہو جائیں گے اور تمہارا کام بھی بن جائیگا۔ اس پر امام الدین نے مجبور ہو کر اپنے لڑکے غلام الدین نام کو بھیجا مگر میں نے اسے یہ جواب دیکر واپس کر دیا کہ جب یہ آسیب اس علاقہ کے بڑے بڑے ولیوں اور مومنوں سے نہیں نکلا تو میرے جیسے آدمی سے جسے تم لوگ کافر سمجھتے ہو کیسے نکل سکتا۔ ہے

جاؤ کوئی اور چارہ جوئی کرو۔ لڑکے نے واپس جا کر اپنے باپ کو میرا یہ جواب سنایا تو وہی امام الدین جو پہلے احمدیت کی وجہ سے میری شکل دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔ آخر میرے پاس آیا اور پگڑی اتار کر میرے قدموں پر رکھتے ہوئے بولا کہ خدا کے لئے آپ میری خطا معاف فرمائیں اور میرے ساتھ چلیں۔ میری لڑکی کی بہت بُری حالت ہے۔ آخر جب میں نے دیکھا کہ اس کا نخوت اور غرور سے بھرا ہوا سر احمدیت کی چوکھٹ پر گر گیا ہے تو میں نے اسی وقت رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ ایک کاغذ پر لکھا اور جلتے ہی پانی میں گھول کر اس مریضہ کو پلا دیا اور وہ لوگ جو اسے پکڑے ہوئے تھے انہیں کہا کہ اسے چھوڑ دو۔ خدا تعالیٰ کا فضل اور احمدیت کی برکت ہے کہ اس پانی کے پیتے ہی وہ لڑکی بھلی چنگی ہو گئی اور وہ جن جو اپنے آپ کو سیّد احمد شاہ بتاتا تھا۔ اسی وقت مجھے سلام کرتے ہوئے رخصت ہو گیا اور گاؤں کے بچے بوڑھے اور مرد و زن سب کی زبان پر اس وقت یہی لفظ تھے کہ کرامت ہو تو ایسی ہو۔ اور وہی امام الدین جو پہلے بہت مخالف تھا کہنے لگا کہ اگر آج کے بعد بھی میں مرزا صاحب کی شان میں کوئی گستاخی کروں تو پھر میرے جیسا بُرا آدمی کوئی نہ ہو گا۔ افسوس ہے کہ ایسے بین ثبوت کے ہوتے ہوئے جو ان لوگوں کے نزدیک ایک خارق عادت کرامت تھی۔ پھر بھی ان لوگوں کو احمدیت کے قبول کرنے کی سعادت نصیب نہ ہو سکی۔ یَا حَسْرَۃً عَلَی الْعِبَادِ الخ الآیۃ

لاہور شہر کے دو واقعات

ایسا ہی لاہور کے ایک احمدی دوست جو ملازمت کے سلسلہ میں شملہ رہائش رکھتے تھے ایک دفعہ میرے پاس آئے اور اپنی ہمشیرہ کی سرگزشت سنائی جو لاہور میں ہی بیاہی ہوئی تھی اور آسیب کے مرض میں مبتلا تھی۔ انہوں نے بتایا کہ میں بہت سے عاملوں سے مایوس ہونے کے بعد آج آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اس لئے اگر آپ سے کوئی چارہ جوئی ہو سکے تو بڑی مہربانی ہو گی۔ چنانچہ میں ان کی فرمائش پر ان کے ساتھ ان کی ہمشیرہ کے گھر پہنچا اور جاتے ہی ایک پانی کے گلاس پر سورہ فاتحہ۔ آیۃ الکرسی تینوں قُل اور "رب کل شیءٍ خادمك رب فاحفظنی وانصرنی وارحمنی" اور بعض آیات پڑھ کر دم کیا اور اس پانی کا چھینٹا اس مریضہ کے منہ پر مارا۔ اس مریضہ نے اسی وقت آنکھیں کھول دیں اور مجھے دیکھ کر کہنے لگی او ہو آپ بھی تشریف لے آئے ہیں اچھا ہوا کہ آپ کی زیارت ہو گئی۔ فرمائیے کیا ارشاد ہے۔ میں نے کہا یہی کہ اس مریضہ کو چھوڑ دو۔ وہ معمول

کہنے لگا۔ آپ کے ارشاد کی تعمیل تو ضرور کرونگا۔ کیونکہ آپ ہمارے بزرگ ہیں۔ مگر جاتے ہوئے میں مریضہ کی سونے کی انگوٹھی ضرور لے جاؤں گا اور آپ کی دوبارہ زیارت کرنے کے لئے آٹھویں دن پھر اس مریضہ کے پاس حاضر ہو جاؤنگا۔ چنانچہ اس کے بعد اس معمول نے مجھے سلام کہا اور چلا گیا اور وہ مریضہ اسی وقت کلمہ پڑھتے ہوئے ہوش میں آگئی۔ مگر عجیب بات یہ ہوئی۔ کہ اس وقت اس مریضہ کی انگلی سے سونے کی انگوٹھی بھی غائب ہو گئی۔ ٹھیک آٹھویں دن جب اس معمول کے وعدہ کے مطابق اس مریضہ کو دوبارہ دورہ پڑا تو مجھے پھر وہ دوست بلا کر لے گئے۔ مجھے دیکھتے ہی وہ آسیب کہنے لگا۔ لیجئے ہم اپنے وعدہ کے مطابق ٹھیک آٹھویں دن حاضر ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا یہ تو ٹھیک ہے مگر اس مریضہ کی سونے کی انگوٹھی کہاں ہے۔ کہنے لگا وہ انگوٹھی چاہیئے تو وہ اس مکان کے فلاں کمرے میں جو برتن پڑے ہوئے ہیں ان کے اندر رکھی ہوئی ہے چنانچہ اسی وقت جب انگوٹھی اس جگہ تلاش کی گئی تو واقعی انہی برتنوں میں سے ایک برتن کے اندر وہ انگوٹھی مل گئی اس کے بعد اس مریضہ کو صحت ہو گئی اور وہ آسیب پھر نہیں لوٹا۔ اس واقعہ میں اور موضع سعد اللہ پور کے واقعہ میں برتنوں کا ٹوٹنا اور انگوٹھی کا غائب ہونا ایک عجیب بھید ہے واللہ اعلم باسرارہٖ

دوسرا واقعہ

ایسا ہی لاہور میں ایک مرتبہ حضرت میاں چراغ الدین صاحب رضی اللہ عنہ کے نواسے اور جناب حکیم مرہم عیسیٰ صاحبؓ کے ہمشیرہ زادہ ڈاکٹر عبد الحمید صاحب پسر میاں نظام الدین صاحب جو اس وقت میٹرک میں تعلیم پاتے تھے کو یہ عارضہ ہوا۔ تو آسیب مجھے کہنے لگا کہ آپ ہمارے بزرگ اور بادشاہ ہیں اور آپ کا نام ہماری قوم میں نمبر دو سلیمان مشہور ہے اور میں آپ کا درس بھی سننے آیا کرتا ہوں۔ میں نے کہا خیر یہ باتیں تو ہوئیں۔ تم اس مریض کو چھوڑ کر چلے جاؤ۔ چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر عبد الحمید صاحب پسر میاں نظام الدین صاحب کو شفا دی اور پھر اس موذی مرض نے عود نہ کیا۔ آج کل وہ ڈاکٹری کے شعبہ میں ملازمت پر ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ

جناب چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان کا تقرر بطور جج عالمی عدالت

یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جب عالمی عدالت میں ججی کی ایک اسامی خالی ہوئی تو جناب چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب بھی اس کے لئے بطور امیدوار کھڑے ہوئے۔ اس تعلق میں سیدنا حضرت

خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے بعض صحابہ کو جس میں خاکسار حقیر خادم بھی شامل تھا۔ بوساطت سیدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی دعا اور استخارہ کرنے کا ارشاد موصول ہوا۔

خاکسار بھی اس بارہ میں متواتر دعا اور استخارہ کرتا رہا۔ جس کے نتیجہ میں خدا تعالےٰ کی طرف سے مجھے الہاماً فرمایا گیا:۔

فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ الْمَلِكِ الْمَلِيْكِ الْمُقْتَدِرِ

یہ الہام اپنے مفہوم کے لحاظ سے کامیابی کی بشارت دیتا تھا اور اس سے یہ اشارہ پایا جاتا تھا کہ آپ کی یہ کامیابی دینی و دنیوی اعتبار سے بہت بڑی عظمت اور شان رکھے گی لفظ "صدق" سے کامیابی یقینی طور پر ہونا ظاہر ہوتا تھا اور "الملک" کے لفظ سے دنیوی بادشاہت کی نسبت سے اعزاز اور "الملیک المقتدر" کے الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی قدوس اور ذوالاقتدار ہستی کی نصرت اور برکت کی طرف اشارہ پایا جاتا تھا

چنانچہ محترم چوہدری صاحب ممدوح اس بشارت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے مقدسوں کی برکت سے عالمی عدالت کے جج کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ اور آپ کو دنیوی اعزاز و مرتبہ کے علاوہ اس عہدہ پر فائز ہونے کے بعد خاص طور پر دینی خدمات سرانجام دینے کی بھی توفیق ملی فالحمد للہ علیٰ ذالک

حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے متعلق الہام

جب خاکسار پشاور میں مقیم تھا تو سیدۃ النساء حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طبیعت زیادہ علیل ہو گئی۔ تو حضرت مقدسہ و مطہرہ کی صحتیابی کے لئے دعا کے اعلانات کے علاوہ سیدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کے متعدد خطوط خاکسار کے نام دعا کے لئے موصول ہوئے۔ چنانچہ خاکسار ناچیز غلام نے دعاؤں کا سلسلہ بالالتزام جاری رکھا۔ ایک دن میں دعا کر رہا تھا کہ اچانک میری زبان پر الہاماً یہ فقرہ جاری ہوا۔

فی مقعد صدق عندَ ملیکٍ مقتدرٍ

میں نے اس الہام سے حضرت میاں صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں اطلاع دے دی جس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا کہ اس الہام سے تو حضرت مقدسہ کی رحلت کی طرف اشارہ

پایا جاتا ہے۔ چنانچہ چند روز کے بعد ہی حضرت سیدۃ النساء انتقال فرما گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ علیا حضرت کی وفات پر خاکسار نے جو مرثیہ بحالتِ غم والم لکھا۔ وہ دوسری جگہ درج ہے اللہ تعالیٰ آپ کے درجات اعلیٰ علیین میں بلند فرمائے اور آپ کی آل و اولاد پر رحمتوں کا نزول فرماتا رہے۔ آمین۔

استغفار کے متعلق عجیب نکتہ معرفت

ایک دفعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی مجلسِ عرفان میں معارف و حقائق بیان فرما رہے تھے اسی دوران میں آپ نے استغفار کے متعلق ایک عجیب نکتہ معرفت بیان فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ استغفار پڑھتے ہوئے زمانہ ماضی کے متعلق یہ مفہوم مدِنظر رکھا جائے کہ زمانہ ماضی میں اب تک جو عیوب اور ذنوب سرزد ہوئے ہیں جن کی وجہ سے میری روحانی یا ظاہری ترقی میں روک پیدا ہو سکتی ہے ان کی سزا سے بچایا جائے اور آئندہ زمانہ میں بھی ایسے گناہوں اور نقائص سے محفوظ رکھا جائے اور ان کے برے اثرات سے بچایا جائے جن کی وجہ سے میری ترقی اور بلندی کے حصول میں روک پیدا ہو سکتی ہے۔ گویا استغفار کا مفہوم زمانہ ماضی اور مستقبل دونوں پر حاوی ہے۔ حضور کے ارشادات کو میں نے اپنے الفاظ میں بیان کر دیا ہے تاکہ احباب بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

ایک عجیب کشف

کچھ عرصہ ہوا کہ میں نماز پڑھ کر دعا کر رہا تھا کہ اچانک میں نے ایک عجیب کشفی نظارہ دیکھا میں نے دیکھا کہ سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے اخص احباب کے ساتھ کہیں تشریف لے جا رہے ہیں خاکسار راقم بھی ان احباب کی معیت میں حضور کے ساتھ ہے جونہی میں نے حضور کے چہرہ کی طرف نظر اٹھائی تو میں نے آپ کے آئینۂ وجود میں خدا تعالیٰ کی تجلی محسوس کی اور یہ منظر بے حد حسن و جمال کے ساتھ بار بار میرے مشاہدہ میں آیا اور اس جلوۂ قدس سے متاثر ہو کر میں بے ساختہ تواجد کی حالت میں حضور کے سامنے کھڑا ہو گیا جب حضور نے مجھے اس طرح دیکھا تو آپ بھی سامنے کھڑے ہو گئے۔ تب میں نے بحالتِ وجد ذیل کے چار پنجابی مصرعے پڑھ کر سنائے ؎

ص صفت تساڈی کی ہووے ساتھوں شان کمال تساڈڑا اے
دو جگ دے وچ دھوم ہے جس دی اوہ حسن جمال تساڈڑا اے
بحرِ کرم نت ٹھاٹھیں جس دا اوہ جوش افضال تساڈڑا اے
ایہہ دونویں عالم صدقے جس توں اوہ مکھڑا لال تساڈڑا اے

(ترجمہ پنجابی از طرف مرتب۔ آپ کی صفت ہم سے کیسے بیان ہو سکے آپ کی شان و کمال بلند ہے۔ جس کی دونوں جہانوں میں شہرت ہے وہ آپ کا حسن و جمال ہے۔ جس سے بحرِ کرم جوش زن ہے وہ آپ کا ہی ابرِ کرم ہے یہ دونوں جہان جس پر قربان ہیں وہ خوبصورت چہرہ آپ ہی کا ہے)

اس کے بعد میری کشفی حالت تو جاتی رہی لیکن اس خوشکن نظارہ کی وجہ سے میں نے کافی عرصہ خودی اور مستی کی حالت میں عالم روحانیت کی پُرکیف منزل میں گذارا فالحمد للّٰہ علیٰ نوالہٖ

ایک اور کشفی منظر اور اللہ تعالیٰ کی رُؤیت

کچھ عرصہ کی بات ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کی طرف سے مجھے یہ پیغام ملا کہ جناب سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب جو سکندر آباد کے ایک نہایت مخلص احمدی اور اخص خدامِ سلسلہ میں سے ہیں مالی مشکلات میں مبتلا ہیں ان کے لئے خاص طور پر دعا کی جائے خاکسار نے حضرت اقدس کے ارشاد کے ماتحت بالالتزام ان کے لئے دعا کا سلسلہ جاری کیا۔

ایک دن اسی سلسلہ میں میں دعا کر رہا تھا کہ مجھ پر کشفی حالت طاری ہوئی اور میں نے دیکھا کہ میں آسمانوں کی بلندیوں کو پرواز کرکے عرشِ مجید کے قریب پہنچ گیا ہوں۔ وہاں پر میں نے دیکھا کہ ایک نہائت خوبصورت اور منقش برآمدہ ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی قدوس ہستی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی شبیہہ مبارک کے تمثّل میں جلوہ نما ہے عمر ۳۵ سے ۴۰ سال تک معلوم ہوتی ہے ریشِ مبارک سیاہ۔ چہرہ نہائت خوبصورت اور نورانی اور قد و قامت حضور کے موجودہ قد سے بہت بالا نظر آتا ہے۔ سر پر برف سے بھی زیادہ سفید پگڑی نظر آتی ہے۔ باوجود اس کے کہ شبیہہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن میرے ذہن میں یہی خیال راسخ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدوس ہستی سامنے نظر آ رہی ہے

اور میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کے تصور سے باحساسِ عظمتِ شانِ الوہیت اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہو جاتا ہوں۔ جب کچھ دیر کے بعد میں سجدہ سے سر اٹھانے لگا۔ تو مجھے محسوس ہوا کہ کوئی شخص میرے بائیں پہلو میں بھی اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہے۔ جب میں نے سجدہ سے سر اٹھایا تو اس شخص نے بھی میرے ساتھ سر اٹھایا۔ اور مجھے معلوم ہوا کہ یہ دوسرا شخص جناب سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب تھے۔ اس کے بعد نظارہ بدلا اور میں نے دیکھا کہ ہم دونوں عرشِ مجید سے سیڑھیوں کے ذریعہ زمین کی طرف نیچے اُتر رہے ہیں اس حالت میں سیٹھ صاحب بار بار یہ الفاظ اونچی آواز سے کہہ رہے ہیں ؎

"قادر ہے وہ بارگہ جو ٹوٹا کام بنا دے"

یہ الفاظ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے الہامی شعر کا ایک مصرعہ ہیں اور گو اس کے دوسرے مصرعہ میں انذاری پہلو پایا جاتا ہے لیکن حضرت سیٹھ صاحب اس وقت مندرجہ بالا الفاظ ہی دوہرا رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جناب سیٹھ صاحب کی حالت کو بدل کر ان کے لئے مالی وسعت کے سامان پیدا فرمائے۔ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

لوحِ محفوظ

ایک مجلس میں کسی صاحب نے بعض علماء سے لوحِ محفوظ کے متعلق دریافت کیا اس کے جواب میں ایک غیر احمدی عالم نے کہا کہ لوحِ محفوظ عرش و کرسی کے اوپر ایک تختی ہے جس پر جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ آئندہ ہوگا وہ سب کچھ محفوظ ہے۔ یہ جواب سُن کر ایک صاحب نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ آپ لوحِ محفوظ کے متعلق کچھ کہئے۔ میں نے عرض کیا کہ قرآن کریم کی سورۃ بروج میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بَلْ ھُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ یعنی کافر لوگ جو قرآن کریم کی تکذیب کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ خدا کا کلام نہیں بلکہ افترا ہے اور تقوّل کے طور پر پیش کیا گیا ہے اس کی تردید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کافروں کا الزام درست نہیں۔ قرآن کریم تو بزرگ شان والا اور پڑھنے کے قابل ہے اور اس کا لوحِ محفوظ میں محفوظ ہونا اس کی شان اور بزرگی کو ظاہر کرتا ہے

قرآن کریم سے خدا تعالیٰ کی قولی کتاب مراد ہے اور لوحِ محفوظ سے اس کی فعلی کتاب مراد ہے یعنی قرآن کریم کی تعلیمات اور احکام قانون نیچر کے عین مطابق ہیں اس لئے یہ محفوظ اور قائم رہیگا نمونہ کے طور پر ہر حافظِ قرآن کی قوّتِ حافظہ بھی ایک اعتبار سے لوحِ محفوظ ہے اور اسی قوتِ حافظ

کی مدد سے وہ قرآن کریم کے الفاظ کو محفوظ رکھتا ہے اور تلاوت کرتا ہے۔ پھر قرآن کریم کی کتابت اور طباعت کے ذریعہ بھی قرآن کریم کو بین الدفتین محفوظ کیا جاتا ہے

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء اور اولیاء مجددین امت کا متواتر سلسلہ ہے۔ جن کے قلوب اور صدور میں روح القدس کے انوار سے قرآن کریم کے معارف اور حقائق محفوظ رہتے ہیں۔ یہ مطہر قلوب اور صدور بھی لوحِ محفوظ کا حکم رکھتے ہیں اور یہ سلسلہ دائمی اور قیامت تک جاری ہے۔

قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ

ایک دفعہ خاکسار مسجد احمدیہ پشاور میں قرآن کریم کا درس دے رہا تھا کہ ایک صاحب نے سوال کیا کہ قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ کا کیا مطلب ہے اور ق کا قرآن مجید سے کیا تعلق ہے اس وقت معاً میرے دل میں القاء ہوا کہ ابجد کے حساب سے ق کے ۱۰۰ عدد ہوتے ہیں اور اس آیت سے اس طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ ہر سو سال کے بعد یعنی صدی کے سر پر خدا تعالیٰ تجدید دین کا ایسا سلسلہ جاری کریگا جس سے قرآن کریم کی مجد اور بزرگی ظاہر ہوگی اور ہر سو سال کے بعد کامل مجدد دین کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ایسے نشانات اور معجزات اور نئے علوم ظاہر کریگا جو قرآن کی شان کو بلند کرنے والے ہوں گے اور یہ سلسلہ قیامت تک ممتد ہوگا

"ق" سے مراد قیامت بھی لی جاتی ہے۔ یعنی ایسی قیامت جو خدا تعالےٰ کے مرسلوں اور ماموروں کے ذریعہ قائم ہوتی ہے اور جس کے ذریعہ سے مردہ قوموں میں حیاتِ نو سرایت کرتی ہے۔ سیدنا و مولانا حضرت سرور کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بھی ایسی قیامت کا ظہور ہوا آپ نے خود فرمایا ہے کہ اَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ۔ یعنی میں حاشر ہوں جس کی اطاعت کے ذریعہ سے روحانی مردے زندہ ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بعثت یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے بھی ایک قیامت برپا ہوئی اور اس کی ابتدا قادیان سے ہوئی جس کا پہلا حرف بھی "ق" ہے اور آپ کے ذریعہ سے قرآن کریم کی مجد اور شان دنیا کے کناروں تک پھیلی۔ اور موجودہ زمانہ میں قادیان کا تعلق قرآن کریم کی شان کے اظہار اور اسکی تعلیمات کی اشاعت کے ساتھ اس قدر گہرا ہے جس کی نظیر پہلے زمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ اور قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ کے الفاظ میں اس تعلق سے ہے۔

خدائے قدوس کی رؤیت

غالباً ۱۹۵۵ء کی بات ہے کہ خاکسار ترقیٔ اسلام وسلسلۂ حقۂ احمدیہ اور بلندیٔ درجات و حفاظت سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وسیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی آل واولاد کے لئے دعا میں مصروف تھا کہ اچانک مجھ پر کشفی حالت طاری ہوگئی اور میں نے دیکھا کہ میں رتن باغ لاہور کے پاس ہوں۔ جب میں اس کے دروازے کے اندر داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی قدوس ہستی بھی عظیم الشان انسانی تمثیل میں بہت شاندار منظر کے ساتھ رتن باغ میں داخل ہوتی ہے

سب سے پہلے نواب زادہ میاں عباس احمد خان صاحب سلمہ ربہ جو قریب ہی نظر آئے کے سر پر اللہ تعالیٰ نے شفقت اور پیار سے ہاتھ پھیرا۔ پھر ان کے پاس ہی ان کی والدہ ماجدہ حضرت دختِ کرام نظر آئیں اور ان کے سر مبارک پر بھی حضرت رب العلمین نے پیار سے ہاتھ پھیرا اس کے بعد دروازہ کی جنوبی طرف سیدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہٗ نظر آئے ان کے قریب ہی ایک چارپائی پر ان کی بیگم صاحبہ حضرت سیدہ ام مظفر احمد کپڑا اوڑھے لیٹی ہوئی نظر آئیں اللہ تعالیٰ نے حضرت مقدس ومحترم صاحبزادہ صاحب کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھا بعد ازاں اللہ تعالیٰ کی قدوس ہستی نے سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ جو شمالی جانب ایک طویل و عریض اور خوشنما کمرے میں کرسی پر بیٹھے ہیں کے قریب کھڑے ہو کر محبت بھرے لہجہ میں آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا :-

"آپ تو ہمارے ہی ہیں اور ہم آپ کے ہیں"

پھر کشفی نظارہ بدل گیا۔ اور ایک دوسرا نظارہ کراچی میں اللہ تعالیٰ کی معیت میں دکھایا گیا بعض احمدی احباب جن میں خاکسار حقیر خادم بھی ہے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دست کرم اور تلطف کا اظہار تھا اور اس میں خاکسار کو حضرت رب العلمین کی معیت حاصل تھی ؎

ولستُ بشیئٍ کالوجود بعدمہ ۔۔۔ باشراق شمسِ الحق لمعان ذرّتی

رُوحِ اطاعت

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے عہدِ سعادت میں ایک دفعہ

بٹالہ کا ایک ہندو رئیس جس کی بیوی بیمار تھی اس کے علاج کے لئے قادیان حضرت سیدنا و مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب اس نے بغرضِ علاج بٹالہ جانے کی آپ سے درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ:۔

"میں قادیان میں آزاد اور خود مختار نہیں بلکہ حضرت اقدس مرزا صاحب کے تابع فرمان ہوں۔ اگر حضور مجھے ارشاد فرمائیں گے تو میں بخوشی علاج کے لئے آپ کے ساتھ چلا جاؤنگا۔"

وُہ ہندو رئیس فوراً حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور سے ماجرا بیان کیا۔ حضور اقدس نے جو اس کے خاندان سے بخوبی واقف تھے حضرت مولانا صاحبؓ کو علاج کے لئے ساتھ لے جانے کی بخوشی اجازت دے دی۔ جب حضرت مولانا کو اجازت کا علم ہوا تو آپ بٹالہ روانہ ہونے سے پہلے حضور کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے ملاقات کے وقت حضورؑ نے فرمایا کہ "مولوی صاحب! آپ آج ہی واپس تشریف لے آئیں گے"؟ آپ نے جواباً عرض کیا۔ "ہاں حضور! آج ہی انشاء اللہ واپس آجاؤنگا"۔

اس کے بعد حضرت مولانا صاحبؓ حضورؑ سے رخصت ہو کر بٹالہ کے لئے یکہ پر سوار ہوئے اتفاق سے رستہ میں سخت بارش ہوگئی اور بٹالہ قادیان کا کچا راستہ خراب ہوگیا۔ حضرت مولانا صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بٹالہ پہنچ کر مریضہ کا معائنہ کیا۔ ضروری نسخہ اپنے سامنے تیار کروایا اور مغرب کے قریب واپسی کے لئے تیار ہوگئے۔ مالکِ مکان نے عرض کیا کہ بارش کی وجہ سے رستہ ناقابلِ گذر ہو رہا ہے اور اس وقت کوئی یکہ بان اس راستہ پر جانے کے لئے تیار نہ ہوگا مغرب کا وقت بھی قریب ہے آپ آج رات میرے ہاں تشریف رکھئے آپ کو ہر طرح آرام وسہولت رہے گی۔ حضرت مولانا صاحبؓ نے فرمایا۔ کہ میں حضرت مرزا صاحب سے وعدہ کرکے آیا ہوں کہ آج ہی واپس آجاؤنگا لہٰذا میں یہاں ٹھہر نہیں سکتا۔ میں نے بہرحال آج ہی واپس جانا ہے۔

مالکِ مکان نے عرض کیا کہ "حضرت مرزا صاحب کو علم ہے کہ سخت بارش کی وجہ سے راستہ ناقابل گذر ہے اس لئے مجبوری ہے اور قادیان میں کوئی فوری کام بھی درپیش نہیں کل آپ کی واپسی کا پورا انتظام ہو جائیگا"۔ لیکن وعدہ کرنے والے حضرت حکیم الامۃ مولانا نورالدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور وعدہ اپنے مرشد اور آقا سے تھا۔ تخلف کیسے ہوتا۔ آپ نے جب دیکھا کہ صاحب الدار اپنی طرف سے

ازراہِ ہمدردی سواری کا انتظام کرنے کے لئے تیار نہیں اور وقت زیادہ ہو رہا ہے تو آپ بغیر اطلاع بیٹھک سے نکل کر پیدل قادیان کے لئے روانہ ہو گئے۔ راستہ جا بجا کیچڑ۔ دلدل اور پانی سے بھرا ہوا تھا اور اوپر سے بارش ہو رہی تھی حضرت مولانا صاحبؓ جسم کے بھاری بھر کم اور چلنے میں سست اور بطئ السیر تھے۔ بڑی دقت سے ابھی چند قدم ہی طے کئے تھے کہ دلدل میں پھنس گئے آخر مجبوراً جوتے اتار کر اُفتاں و خیزاں آگے بڑھے سنگریزوں اور کانٹوں کے چبھنے کی وجہ سے پاؤں چھلنی اور لہولہان ہو گئے۔ اور آپ جوشِ عشق اور جذبۂ اطاعت میں گرتے پڑتے تقریباً ساری رات چلتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح کی اذان سے تھوڑا وقت پہلے قادیان پہنچ گئے اور جسم دھو کر اور کپڑے بدل کر صبح کی نماز میں مسجد مبارک میں شریک ہو گئے۔

نماز کے بعد حضرت اقدس علیہ السلام نے کسی کام کے لئے آپ کو یاد فرمایا اور آپ نے اپنے آقا کے حضور حاضری دیدی۔ اللہ! اللہ! اطاعت اور فرمانبرداری کا کیا ہی شاندار نمونہ تھا جو حضرت سیدنا نورالدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیش فرمایا فجزاہ اللہ احسن الجزاء

جاؤ! جاکر بیعت کرلو

جناب حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ جو حضرت میاں چراغ الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رئیس لاہور کے صاحبزادہ تھے۔ ابھی چند سال ہوئے ان کی وفات ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کی سعادت بھی نصیب فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ مَرْقَدَہٗ

جناب حکیم صاحب وفات سے کچھ عرصہ پیشتر ربوہ میں میرے مکان پر ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ تذکرۂ محبت کے طور پر بہت سی پرانی باتیں کرتے رہے۔ جن میں سے مندرجہ ذیل ایمان افزاء واقعہ احباب کے استفادہ کے لئے درج کرتا ہوں۔ یہ واقعہ انہوں نے میرے لڑکے عزیزم میاں برکات احمد صاحب بی اے کی موجودگی میں ذکر کیا۔ جناب حکیم صاحب نے بیان فرمایا کہ

"**سنہ ۱۹۲۰ء** میں جب میرے والد ماجد حضرت میاں چراغ دین صاحبؓ کی وفات ہوئی۔ تو میں اس وقت احاطہ مدراس میں مولوی محمد علی صاحب مرحوم کی طرف سے بطور مبلغ غیر مبائعین متعین تھا۔ تقریباً تین صد روپیہ مجھے مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے مشاہرہ ملتا تھا اور اتنی ہی رقم مدراس کے ایک سیٹھ

ادا کرتے تھے۔ اس رقم سے میں بسہولت گذر اوقات کر رہا تھا۔

جب مجھے مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے میرے والد صاحب کی وفات کی اطلاع بذریعہ تار ملی اور ساتھ ہی لاہور پہنچنے کی ہدایت تو میرا دل اچاٹ ہو گیا اور میں واپس لاہور آنے کے لئے بے تاب ہو گیا۔ مدراس کے سیٹھ صاحب نے مجھے کہا کہ اب واپس لاہور پہنچنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ جنازہ میں تو آپ شریک نہیں ہو سکتے لیکن میری طبیعت میں بے چینی تھی۔ میں وہاں مزید نہ ٹھیرا اور سیدھا لاہور پہنچا گھر سے مجھے معلوم ہوا کہ میرے والد محترم کی تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں ہوئی ہے میں غمزدہ حالت میں اسی وقت قادیان کے لئے روانہ ہو گیا۔ قادیان پہنچ کر سیدھا بہشتی مقبرہ گیا اور وہاں اپنے والد صاحب مرحوم کی قبر دریافت کر کے اس پر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ دعا کرتے ہوئے ابھی مجھے ایک دو منٹ ہی گذرے تھے کہ مجھ پر کشفی حالت طاری ہو گئی اور میں نے د لد صاحب حضرت میاں چراغ الدینؓ قبر کے سرہانہ کے پاس کھڑے ہیں اور بلہ اواز سے مجھے پکارتے ہیں "محمد حسین" "محمد حسین"۔ میں ان کی آواز سن کر اور ، سامنے زند . یکھ کر حیرت میں آگیا۔ اور ان کو کچھ جواب نہ دے سکا۔ آخر جب انہوں نے . سری مرتبہ مجھے زور سے پکارا تو میں نے جواباً عرض کیا۔ "میاں جی! حاضر ہوں فرمائیے"۔ آپ نے نہایت پُر جلال الفاظ میں فرمایا :۔

"جاؤ جا کر بیعت کر لو!"

میں نے عرض کیا "اچھا! میاں جی مَیں تیار ہوں"۔ جونہی میں نے یہ جواب دیا میری کشفی حالت جاتی رہی اور میں نے دیکھا کہ میں قبر کے پاس دعا کر رہا ہوں۔

دُعا کے بعد مجھے اس کشفی نظارہ نے عجیب حیرت اور تذبذب میں ڈالدیا۔ مَیں نہ صرف یہ کہ غیر مبایعین میں شامل تھا اور مولوی محمد علی صاحب کا تنخواہ دار ملازم تھا بلکہ جماعت مبایعین سے مجھے سخت اختلاف تھا اور سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اس طرح اچانک بیعت کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار نہ پاتا تھا۔ لیکن کشفی حالت میں اپنے والد ماجد سے بیعت کرنے کا وعدہ کر چکا تھا۔ میں چند منٹ تک تذبذب کی حالت میں رہا۔ آخر میرے دل نے فیصلہ کیا کہ خواہ کچھ

بھی ہو۔ وعدہ کے مطابق حضرت سیدنا محمود ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیعت کرنی ضروری ہے۔ چنانچہ میں بہشتی مقبرہ سے گول کمرہ میں حضور ایدہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سب ماجرا بیان کر کے بیعت کے لئے درخواست کی۔ حضور نے از رہِ شفقت فرمایا۔ کہ اختلافات آہستہ آہستہ مٹ جائیں گے۔ آپ ہمارے پاس آجائیں چنانچہ میں حضور کی بیعت میں شامل ہو گیا اور مولوی محمد علی صاحب کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔"

مندرجہ بالا واقعہ جناب حکیم صاحب نے جب وہ اپنی وفات سے کچھ عرصہ بیشتر ربوہ میں تشریف لائے سُنایا۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْہُ وَاَحْسِنْ مَثْوَاہُ

اللہ اکبر

ایک دفعہ میں ن   ر رہا تھا۔ اور قیام۔ رکوع اور سجود میں اللہ تعالےٰ کے حضور جنت الفردوس کی درخوا ست کر رہا تھا۔ کہ یکدم میرے قلب پر معرفتِ حقہ کا عجیب نور نازل کیا گیا۔ اور مجھے س بات کی تفہیم ہوئی۔ کہ میں نماز کی ہر نقل و حرکت پر اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے الفاظ دہراتا ہوں۔ کیا میں نے ان کے مفہوم کے متعلق بھی سوچا ہے ؟

اللہ اکبر کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات سے خواہ اس کا تعلق اس دُنیا سے ہو یا آخرت سے اپنی پُرعظمت کبریائی میں بلند درجہ رکھتا ہے۔ کیونکہ خالق بہرحال اپنی مخلوق سے بڑے درجہ پر ہوتا ہے۔ بالفاظِ دیگر اللہ ا ر من کل شیئٍ یا اللہ اکبر جمیع الاکابر و الکبراء پس جنت ا دوس بھی جس کو اللہ تعالےٰ نے ہی پیدا کیا ہے اور وہ منعم خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے بہرحال خدا تعالےٰ سے چھوٹی ہے اور اللہ تعالےٰ جنت اور اس کی نعماء کے مقابل پر بہت بلند درجہ رکھتا ہے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خوب فرمایا ہے ؎

اِلٰھِیْ فَدَتْکَ النَّفْسُ اِنَّکَ جَنَّتِیْ
وَمَا مِنْ اَرٰی خُلْدًا کَمِثْلِکَ یُثْمِرُ

یعنی اے میرے خدا تجھ پر میری جان فدا ہو۔ تو ہی میری جنت ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ خلد کے نام والے بہشت میں بھی وہ شیریں پھل ہوں جو میرے محبوب مولا ہر آن تجھ سے حاصل ہو رہے ہیں۔

پس عاشقانِ وجہُ اللہ کے لئے سب سے بڑھ کر محبوب چیز اللہ تعالےٰ کی رضوان اور اس کا وصال اور رویت ہے جو جنت کی نعمتوں سے بھی بڑھ کر ہے جب یہ نکتہ میرے ذہن میں آیا تو جنت کے حصول کی درخواست کی بجائے میں نے اللہ تعالےٰ کی رضا اور وصال کے حصول کے لئے نہایت توجہ اور عاشقانہ لذت سے دعا شروع کردی اور میرے قلب کی گہرائیوں سے اس مضمون کی دعا اور التجا نکلنی شروع ہوئی سے

در دو عالم مرا عزیز توئی
وآنچہ می خواہم از تو نیز توئی
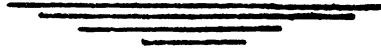
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ کتاب حیاتِ قدسی

حصہ پنجم

بعض احباب نے حیات قدسی میں شامل کرنے کے لئے کچھ واقعات ارسال کئے ہیں جو شکریہ کے ساتھ یہاں پر درج کئے جاتے ہیں۔ (مرتب)

قبولیتِ دُعا کا نظارہ

سنہ ۱۹۴۲ء کا واقعہ ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کے ارشاد کے تحت ایک اہم کام کی سرانجام دہی کے لئے قادیان سے حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی۔ جناب مہاشہ محمد عمر صاحب جناب مولوی محمد سلیم صاحب فاضل اور گیانی عباد اللہ صاحب کیرنگ (اڑیسہ) تشریف لائے۔ حضرت مولوی راجیکی صاحب امیر وفد تھے۔ آپ کی خواہش کے مطابق مسجد احمدیہ میں رہائش کا انتظام کیا گیا۔ جناب مولوی محمد سلیم صاحب سے میں نے حضرت مولوی صاحب کی تعریف سُنی کہ آپ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے قدیمی صحابی اور صاحب کشوف والہام ہیں۔ مجھے آپ سے بے حد عقیدت ہو گئی۔ دل چاہتا تھا کہ آپ کی خدمت میں کمربستہ

رہوں لیکن بیسیوں خدام ہر وقت حاضر تھے۔ اس لئے مجھے خدمت کا موقعہ کم میسر آتا تھا۔

ایک دن بعد دوپہر خاکسار نے دیکھا کہ حضرت مولوی صاحب اکیلے چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں۔ خاکسار اس موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے حضرت مولوی صاحب کے پاؤں دبانے کے لئے آپ کی چارپائی کے قریب آیا۔ حضرت مولوی صاحب نے خاکسار کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور دریافت کیا "کیا ہے"؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کے پاؤں دبانا چاہتا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ پہلے بتاؤ کہ نیا شادی کر چکے ہو؟ خاکسار نے عرض کیا کہ ہاں دو سال سے شادی ہو چکی ہے پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا کوئی بچہ بھی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ابھی تک تو کوئی بچہ نہیں ہوا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ کیا بیوی آپ کے گھر پر ہے میں نے عرض کیا کہ ہاں پھر آپ نے دوسری بار میری طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا۔ "اچھا دباؤ اللہ تعالےٰ آپ کو ایک لڑکا دیگا۔"

اس کے بعد ٹھیک ایک سال بعد میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام احسان الحق رکھا گیا اس کی عمر اب تیرہ سال ہے۔ یہ حضرت مولوی صاحب کی توجہ اور دعا کا بفضلہ تعالےٰ ثمرہ ہے۔ اس کے بعد اور کوئی اولاد میرے ہاں نہیں ہوئی۔"

خاکسار محسن خاں کیرنگ (اڑیسہ) مورخہ ۳/۱۱/۵۶

امتحان میں خارق عادت کامیابی

"میں گولڈ کوسٹ کا رہنے والا ایک غیر ملکی طالب علم ہوں۔ میری والدہ نے مجھے مرکز میں عربی اور دینیات کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھجوایا۔ میں اواخر ۱۹۵۲ء میں ربوہ پہنچا۔ اور جامعۃ المبشرین میں داخل ہوا۔ اور سات ماہ کے قلیل عرصہ تک اردو زبان پڑھی اس کے بعد میں جامعہ احمدیہ میں داخل کیا گیا۔

جامعہ احمدیہ میں ذریعہ تعلیم اردو ہے اور مولوی فاضل کے پرچے بھی اردو میں لکھنے پڑتے ہیں جن طلباء کی مادری زبان اردو ہے وہ بھی مولوی فاضل کا کورس تیار کرنے میں دقت محسوس کرتے ہیں اور میرے لئے اردو میں پڑھنا اور امتحان دینا ایک ناقابل برداشت بوجھ تھا۔ ہمارا چار سال کا کورس تھا۔ بہت مشکل کے ساتھ میں پہلے سال میں کامیاب ہو گیا۔ دوسرے سال میں منطق اور فقہ جیسے مشکل مضامین تھے۔ جن کو اردو میں تیار کرنا میرے لئے ناممکن تھا بالخصوص منطق کے مسائل میرے ذہن میں بالکل نہ آتے تھے۔

جُوں جُوں امتحان قریب آتا گیا میری تشویش اور پریشانی اپنی حالت کو دیکھتے ہوئے بڑھتی گئی۔ میں نے اس کا ذکر اپنے مشرقی افریقہ کے دوست مسٹر عمری عبیدی سے کیا۔ جن کو حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی سے تعارف حاصل تھا اور وہ ان کے فیوض سے متمتع ہو چکے تھے انہوں نے بہت سے معجزانہ واقعات جو انہوں نے حضرت مولانا صاحب کی دعاؤں کے نتیجہ میں بفضلہٖ تعالیٰ ظاہر ہوتے دیکھے مجھ سے بیان کئے اور کہا کہ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا صاحب کی دعا کی برکت سے آپ کو کامیاب کر دیگا۔

ہم دونوں حضرت مولانا صاحب کے مکان پر حاضر ہوئے۔ آپ ایک کتاب مطالعہ فرما رہے تھے۔ ہماری آمد پر آپ نے کتاب ایک طرف رکھ دی اور آنے کی غرض دریافت کی۔ مسٹر عمری عبیدی اور خاکسار نے امتحان کی کامیابی کے لئے درخواستِ دعا کی۔ حضرت مولوی صاحب نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور ہمیں بھی دعا میں شامل ہونے کے لئے فرمایا۔

دعا سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں نے دعا کرتے ہوئے کشفی حالت میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک کو آپ دونوں کے سروں پر رکھا ہوا دیکھا ہے جس کی تعبیر میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس علیہ السلام کی برکت سے آپ کو کامیابی بخشے گا۔

آپ کے مکان سے واپس آنے پر میں نے سب سے پہلے منطق کے مضمون کا مطالعہ شروع کیا جو میرے لئے بہت مشکل تھا۔ میرے تعجب کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا۔ کہ میں جتنے صفحات پڑھتا جاتا ہوں وہ آسانی سے مجھے یاد ہوتے جاتے ہیں اور تھوڑے سے وقت میں میں نے چالیس صفحات کے قریب یاد کر لئے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے میں نے آسانی سے امتحان کی تیاری کر لی اور ہم دونوں نے جب امتحان دیا تو پرچوں کو بہت ہی آسان پایا۔

جب امتحان کا نتیجہ نکلا تو میری انتہائی خوشی کا موجب ہوا۔ میں نہ صرف امتحان میں جسکو میں اردو ذریعہ تعلیم ہونیکی وجہ سے بہت مشکل سمجھتا تھا کامیاب ہوا۔ بلکہ اپنی جماعت میں اوّل نمبر پر آیا۔ فاشکرہ شکراً کثیراً والحمد للہ رب العلمین۔ خاکسار عبد الوہاب آف گولڈ کوسٹ ۱۴ ⁄ ۱۹۵۶ (۱۴ ۔ ۵۶)

(نوٹ۔ اصل خط انگریزی میں ہے جس کا مختصر ترجمہ دیا گیا ہے)۔

سبّ و شتم اور عناد کا انجام

سنہ ۱۹۳۸ء کا واقعہ ہے کہ ہمارے حلقہ انتخاب (حافظ آباد) میں پنجاب لیجسلیٹو کونسل کی ممبری کیلئے

دو امیدوار کھڑے ہوئے یعنی (۱) چوہدری ریاست علی صاحب چیمہ (۲) میاں مراد بخش صاحب بھٹی۔ یہ دونوں امیدوار علاقہ کے احمدیوں سے ووٹ دینے کے لئے درخواست کر رہے تھے۔ احمدی احباب نے ہمارے امیر جماعت جناب میاں سردار خاں صاحب بھٹی کی زیر ہدایت یہی جواب دیا۔ کہ ہم از خود کسی امیدوار سے امداد کا وعدہ نہیں کر سکتے۔ ہمارے امام ہمام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ جو ملکی اور قومی حالات اور مفاد کو سب سے زیادہ بہتر سمجھتے ہیں ہمیں جو ارشاد فرمائیں گے اس کے مطابق قدم اٹھایا جائیگا۔ علاقہ کے بھٹی قوم کے رؤسا اور امیدوار مذکور بار بار فیصلہ کرنے پر اصرار کرتے لیکن محترم میاں سردار خاں صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ ان کو یہی جواب دیتے کہ جب تک حضور ایدہ اللہ کی طرف سے کوئی فیصلہ صادر نہ ہو وہ کسی امیدوار کے حق میں وعدہ نہیں کر سکتے۔

الغرض مرکزی ہدایت کی ہم سب کو بہت انتظار تھی اور ہم سے بڑھ کر ہمارے غیر احمدی رشتہ داروں کو بھی آخر کچھ دنوں کے بعد حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے ساتھ تشریف لے آئے اور گاؤں کی بھری مجلس میں جس میں علاوہ احمدیوں کے بہت سے غیر احمدی بھی موجود تھے۔ یہ ہدایت سُنائی کہ اسمبلی کی نشست کے لئے ووٹ چوہدری ریاست علی صاحب چیمہ کو دیئے جائیں۔ یہ خلافِ توقع فیصلہ سُن کر علاوہ احمدیوں کے تمام حاضرین جو چوہدری ریاست علی کے مخالف تھے غصہ سے تلملا اٹھے اور احمدیوں کے خلاف سبّ و شتم اور مخالفانہ مظاہروں سے علاقہ کی فضا کو مسموم کر دیا۔ ہم نے اس مخالفت کو صبر و استقلال سے برداشت کیا۔

اس موقعہ پر علاقہ کے ایک بھٹی رئیس حاتم علی نامی نے تو مخالفت انتہا کو پہنچا دی اور جوش غیظ میں نہ صرف یہ کہ عام احمدیوں کو گالیاں دیں بلکہ حضرت مولانا صاحب کے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو بھی سبّ و شتم کا نشانہ بنایا اور ان بزرگ ہستیوں کی سخت ہتک اور توہین کا ارتکاب کیا۔ جب اس کی بدزبانی کی انتہا ہو گئی تو حضرت مولانا راجیکی صاحب نے حاضرین مجلس کے سامنے اس کو ان الفاظ میں مخاطب کیا

"حاتم علی! دیکھ اس قدر ظلم اچھا نہیں تیرے جیسوں کو خدا تعالیٰ زیادہ مہلت نہیں دیتا۔ یاد رکھ اگر تو نے توبہ نہ کی تو جلد پکڑا جائے گا۔"

حضرت مولوی صاحب مجمع عام میں یہ الفاظ کہکر اور احباب جماعت کو صبر کرنے اور اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ کی دعا پڑھتے رہنے کی تلقین کر کے واپس قادیان تشریف لے گئے۔ حاتم علی آپ کے جانے کے معاً بعد بعارضہ سِل بیمار ہو گیا مقامی طور پر علاج

کی کوشش کی اور آخر میو ہسپتال لاہور میں ماہر ڈاکٹروں سے بھی علاج کرایا۔ مگر ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا دی

قریباً چار ماہ کی شدید اور تکلیف دہ علالت کے بعد یہ معاندِ احمدیت اپنے سب جاہ و جلال کو چھوڑ کر دنیا سے اُٹھ گیا۔

حاتم علی کی وفات کے دوسرے دن جماعت احمدیہ شاہ مسکین ضلع شیخوپورہ کا تبلیغی جلسہ تھا اس میں شمولیت کے لئے علاوہ اور علماءِ سلسلہ کے حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ میرے مرحوم بھائی مولوی امیر احمد صاحب بھی اس جلسہ میں شریک ہونے کے لئے شاہ مسکین گئے اور وہاں پر حضرت مولانا صاحب سے ملاقی ہوئے۔ آپ نے میرے بھائی جان کو دیکھتے ہی فرمایا۔ "سنائیے بھائی محمد امیر اس گالیاں دینے والے حاتم علی کا کیا حال ہے"۔ میرے بھائی مرحوم نے بطور امتحان کے اصل واقعہ کو چھپاتے ہوئے عرض کیا۔ کہ حضرت! حاتم علی کے غرور و تکبر کو آپ جانتے ہیں اس میں کیا کمی ہو سکتی ہے یہ سُن کر حضرت مولوی صاحب متبسّم چہرے سے فرمانے لگے۔ "گھردں ہیں آواں تے سینے نوں دیویں۔ مجھ سے بات چھپاتے ہو۔ جس دن سے میں تمہارے گاؤں سے گیا ہوں اس دن سے حاتم علی کی بیماری اور اس کے علاج کی کیفیت متواتر مجھے بذریعہ کشف بتائی جا رہی ہے۔ کیا کل تمہارا سارا گاؤں اس کو قبرستان میں دفن کر کے بارش اور آندھی میں واپس نہیں لوٹا"۔

چونکہ واقعات ہو بہو اسی طرح ہوئے تھے میرے بھائی صاحب حضرت مولوی صاحب کی زبانی یہ کیفیت سُن کر حیران ہو گئے۔ کہ کس طرح ایک سو میل کے فاصلہ پر بیٹھے ہوئے جملہ حالات سے اللہ تعالےٰ نے ان کو ساتھ ساتھ آگاہ فرمایا۔ چنانچہ میرے بھائی صاحب نے شاہ مسکین کے جلسہ میں حاضرین کے سامنے احمدیت کی صداقت کے طور پر یہ واقعہ بیان کیا اور وہ ہمیشہ لوگوں کے سامنے حلفیہ اس واقعہ کا ذکر کرتے تھے۔ سچ ہے ؎

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ[1] زار و نزار

خاکسار راسخ ظہور احمد خاں ناصر۔ بھا کا بھٹیاں ضلع گوجرانوالہ مورخہ ۱۸ ۵/۵۷

معجزانہ شفایابی

۱۹۴۴-۴۵ء کا واقعہ ہے کہ ایک رات قادیان میں حضرت ابی المکرم مولانا غلام رسول صاحب

[1] لومڑی

سخت بخار کے عارضہ سے بیمار ہو گئے۔ درجہ حرارت ایک سو تین سے متجاوز ہو گیا۔ علاج کے لئے ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ریاض کو بلایا گیا۔ انہوں نے معائنہ کے بعد نسخہ تجویز کیا اور دوائی پینے کے لئے دی حضرت والد صاحب بخار کی وجہ سے سخت کرب و گھبراہٹ میں تھے اور دوا پینے کے لئے آمادہ نہ ہوتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے تحریص دلانے کے لئے کہا کہ

"مولوی صاحب! یہ دوائی ضرور پی لیں اس سے ضرور آرام ہو جائے گا۔"

حضرت والد صاحب یہ فقرہ سنتے ہی جوش میں چارپائی پر اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے:۔

"دوائی لے جاؤ میں یہ ہرگز استعمال نہیں کرونگا۔ شفا دینے والا تو شافیٔ مطلق خدا ہے یہ دوائی اس کے اذن کے بغیر کیا کر سکتی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ دوائی شفا دیگی میں اس کو پینے کے لئے تیار نہیں جس کو آپ خدا کا شریک ظاہر کرتے ہیں۔"

ڈاکٹر صاحب نے اور ہم سب اہلِ خانہ نے کافی منت سماجت کی لیکن حضرت والد صاحب نے دوائی نہ پی۔ آخر ڈاکٹر صاحب کو مجبوراً رخصت کیا گیا جونہی ڈاکٹر صاحب واپس ہوئے آپ کی حالت درست ہونی شروع ہوئی اور ایک دو گھنٹوں میں بخار جاتا رہا اور صبح کو آپ بالکل صحت کی حالت میں اٹھے یہ شفا اس غیرت کا نتیجہ تھی جو آپ نے خدائے قدوس و شافی کے لئے دکھائی تھی اور اللہ تعالےٰ نے اس کو نوازتے ہوئے معجزانہ سلوک فرمایا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

(برکات احمدؐ راجیکی مرتب رسالہ ہٰذا)

بارش سے حفاظت

سنہ ۱۹۴۲ء کا ذکر ہے کہ میں لاہور میں ملازم تھا۔ میرے بائیں کان میں پھوڑا نکلا اور شدید ورم اور درد پیدا ہوئی جس کی وجہ سے میں بیمار ہو کر رخصت پر قادیان آگیا۔ چار ماہ کی رخصت دفتر والوں نے جناب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب انچارج شفاخانہ نورؐ کے سرٹیفکیٹ پر منظور کر لی۔ جب میری رخصت ختم ہونے میں چند دن باقی تھے اور میری طبیعت بھی بہت حد تک سنبھل چکی تھی دفتر کی طرف سے سول سرجن صاحب گورداسپور کو لکھا گیا کہ ہم انچارج شفاخانہ نورؐ کے سرٹیفکیٹ کو کافی نہیں سمجھتے۔ آپ معائنہ کر کے رپورٹ کریں اور مجھے بھی اس کی نقل بھجوا کر جلد معائنہ کرانے کی ہدایت کی گئی۔ میری طبیعت پر یہ بوجھ تھا کہ اب رخصت کے آخری دن ہیں اور صحت کافی اچھی ہو چکی ہے۔ اگر سول سرجن نے لکھا کہ میں ڈیوٹی دینے کے قابل ہوں۔ تو

دفتر والے الزام دیں گے کہ پہلا سرٹیفکیٹ غلط تھا جس میں اتنے عرصہ کی رخصت کی سفارش تھی اور اگر اس نے کام کے ناقابل بتایا تو افسران بالا جن میں سے ایک میرا سخت مخالف تھا۔ لمبی بیماری کی وجہ سے ملازمت سے برخاست کرنے کے لئے قدم اٹھا سکتے تھے

میں نے اپنی اس الجھن کو حضرت والد بزرگوار مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کی خدمت میں بیان کیا۔ آپ نے فرمایا۔ میں دعا کرونگا تم کوئی فکر نہ کرو۔ اور گورداسپور جا کر معائنہ کروالو چنانچہ میں سائیکل پر نہر کے راستہ گورداسپور روانہ ہوا۔ برسات کا موسم تھا اور آسمان پر کہیں کہیں بادل کے ٹکڑے منڈلا رہے تھے۔ لیکن میں محفوظ اور بآرام گورداسپور پہنچ گیا جب میں معائنہ کرا کے واپس لوٹا تو رستہ میں نہر کی پٹڑی پر بارش کے آثار تھے۔ اور بعض نشیبی جگہوں پر پانی بھی کھڑا تھا۔ لیکن جہاں سے میں گذر رہا تھا وہاں مطلع صاف تھا۔ اور اس طرح خاکسار بسہولت اور بغیر بھیگنے کے واپس لوٹا۔ واپسی پر حضرت والد صاحب نے بتایا کہ جب تم سائیکل پر روانہ ہوئے تو کچھ دیر بعد ایک گھنا بادل چھا گیا۔ اور بارش شروع ہو گئی۔ میں نے تمہاری تکلیف اور بے سروسامانی کا خیال کر کے خدا تعالےٰ کے حضور التجا کی کہ بارش سے برکات احمد بچ جائے اور اس کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہوا۔ اور تم آرام و سہولت سے واپس آ گئے۔ فالحمدللہ

بعد میں دفتر کی الجھن بھی خدا تعالےٰ نے اپنے فضل سے دور فرما دی فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط

(برکات احمد راجیکی)

خدا تعالیٰ کی طرف سے تادیب

۱۹۴۰ء کے قریب کا زمانہ تھا۔ حضرت والد ماجد (مولانا غلام رسول صاحب راجیکی) قادیان میں تھے۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ ایک دن آپ کو شدید نزلہ اور بخار کی شکایت ہو گئی۔ رات کو ہم سب سوئے ہوئے تھے کہ نصف شب کے قریب آپ نے ہمیں جگایا۔ اور فرمایا کہ مجھے شدید پیشاب کی حاجت ہوئی تھی۔ سردی اور بخار کی وجہ سے میں چارپائی سے نیچے نہ اتر سکا اور مجبوراً پائنتی کی طرف سے بستر ہٹا کر پیشاب کر لیا۔ ابھی میں پیشاب سے فارغ ہوا ہی تھا۔ کہ مجھ پر غنودگی کی حالت

طاری ہوگئی اور میں نے کشفی نظارہ میں دیکھا۔ کہ ایک بیل زمین پر کھڑا پیشاب کر رہا ہے اس کے پیشاب کی دھار جب زمین پر پڑتی ہے تو زمین سے ٹکرا کر اس میں سے چھینٹے اِدھر اُدھر پڑتے ہیں۔ اور وہ چھینٹے آگ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

یہ نظارہ دیکھ کر میں بہت مشوش ہوا۔ اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث یاد آگئی۔ جس میں یہ ذکر ہے کہ حضورؐ نے ایک دفعہ راستہ میں دو قبریں دیکھیں۔ اور فرمایا کہ ان دو آدمیوں کو معمولی گناہوں کی وجہ سے عذاب مل رہا ہے۔ ان میں سے ایک کا گناہ حضورؐ نے یہ بتایا۔ کہ وہ پیشاب کرتے وقت اپنے کپڑوں کو آلودگی سے نہ بچاتا تھا۔ جب میں نے یہ کشفی نظارہ دیکھا۔ اور ساتھ ہی حدیث کا مذکورہ واقعہ یاد آیا۔ تو میں اللہ تعالےٰ کی اس تنبیہہ سے بہت گھبرایا اور ضروری سمجھا کہ ابھی پانی منگوا کر چارپائی اور فرش کو صاف کروا لیا جائے۔

چنانچہ آپ کے کہنے پر چارپائی کا وہ حصہ جہاں پیشاب لگا تھا اور فرش کو دھویا گیا۔ اور آپ اطمینان سے سو گئے۔ انّ اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین۔

(برکات احمد راجیکی بی اے قادیان)